امریکہ عراق جنگ کے پس منظر
میں لکھا گیا ناول

ٹارگٹ

طارق اسمٰعیل ساگر

URDU FICTION
TARGET KAHOOTA
TARIQ ISMAIL SAGAR

نام
مصنف
ناشر ساگر پبلشرز، 7۔اے لوئر مال، داتا دربار روڈ، لاہور
فون:۔7230423
کمپیوٹر کوڈ 1S97
قیمت -/200روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953 فیکس:۔042-7238010
9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350
14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:۔021-2210212-2212011-2630411
e-mail:- zquran@brain.net.pk
Website:- www.ziaulquran.com

اردو فینز ڈاٹ کام

فہرست

درندے	9
انتقام	27
موساد	40
حملہ	54
بلیک ستمبر	69
زخم خوردہ سانپ	95
قربانی کے بکرے	108
آئی ایس آئی	130
جرم کا آخری نشان	157
ٹارگٹ کہوٹہ	167
آستین کے سانپ	188
چوٹ	205
ٹارگٹ بغداد	221
اینٹ کا جواب	250
گولڈفش	285
آہنی ہاتھوں کی گرفت	293
تُرپ چال	320
ڈیزرٹ شیلڈ	339
ڈیزرٹ سٹارم	346

پیش لفظ

میرے لئے اپنی کسی کتاب کا پیش لفظ لکھنا بسا اوقات کتاب لکھنے سے زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔

کسی بھی ادیب کے لئے اپنے قاری سے براہ راست مخاطب ہونا بڑا اعصاب شکن مرحلہ ہوتا ہے۔ خصوصاً ان حالات میں جب قارئین نے اس سے بہت سی توقعات بھی وابستہ کر رکھی ہوں۔

''بھٹکا ہوا راہی'' کے بعد میں نے ''آپریشن کہوٹہ'' میں بھی پاکستان کے خلاف دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کو اپنا موضوع بنایا ہے۔

میں جب بھی پاکستان کی بات کرتا ہوں تو بات ایک نظریئے کے حوالے سے ہوگی۔ یہ وہ نظریہ ہے جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے اور رہے گا۔

میرا ایمان ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان ملک' کوئی چھوٹا ملک اپنی غیرتِ ملی کے حوالے سے اپنی شناخت دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرے گا..... بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالے گا۔

دنیا کے کونے کونے میں موجود انسان دشمن' اسلام دشمن طاقتیں اکٹھی ہو کر اس کی سالمیت پر حملہ آور ہوں گی۔

ان انسان نما درندوں کے راستے میں کوئی اخلاقی' انسانی' بین الاقوامی ضابطہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔

کیونکہ

آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی

خود کو بزعم خویش مہذب کہلانے والی ان قوموں نے اپنے چہروں پر انسانیت کے نقاب ضرور اوڑھ رکھے ہیں۔

لیکن!

اصل میں آج بھی وہ وحشت و بہیمیت کے اس دور میں زندہ ہیں جسے حیوانیت کے عروج کا دور کہا جاتا تھا۔

جب طاقت کی زبان ہی بولی اور جانی جاتی تھی۔

آج کا بزعم خویش ترقی یافتہ اور طاقتور انسان بھی جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول پر کاربند فرما ہے۔

خود کو انسانی امن کا ٹھیکیدار کہلانے والی ان طاقتوں کے نزدیک امن و انسانیت جیسے الفاظ کے صحیح معنی وہی ہیں جو ان کے نزدیک ٹھیک ہیں۔

یہ وہ انسان نما درندے ہیں جو دنیا کو اپنی عینک سے اپنی مرضی کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں۔

اپنی مرضی کے ''ورلڈ آرڈر'' کمزور انسانوں پر ٹھونسنے کے درپے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محض اس خوف سے کہ کہیں ہمارے ''زمینی آقا'' ناراض نہ ہو جائیں..... کیا ہم اپنی قومی غیرت اور عزت نفس کو داؤ پر لگا دیں؟

چلئے یہی سہی!

لیکن.....

یہ سلسلہ آخر کب تک؟ کہاں تک چلے گا؟

یہ بات بات پر Compromise سمجھوتہ آخر ہمیں ذلت کی کن اندھیری راہوں پر گھسیٹ رہا ہے۔

کیا لاکھوں زندگیاں مملکت خداداد کے حصول پر اس لئے قربانی ہوئی تھیں کہ قیام پاکستان کے 50 سال بعد ہم اپنے ''آقا'' بدل لیں۔

محض چند روزہ اقتدار کے لئے پاکستان کے کروڑوں عوام کی عزت نفس کو داؤ پر لگا کر پاکستان کی سالمیت کے نشان' پاکستان کا مان' پاکستان کے پرامن ایٹمی پروگرام پر سمجھوتہ خفیہ یا علی الاعلان کر کے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے اقتدار کو دوام دے سکتا ہے تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔

ہوس اقتدار کے اندھے یہ سوداگر نہیں جانتے کہ وہ کسی بھی سپر پاور کی حمایت چند دنوں یا چند ماہ سے زیادہ حاصل نہیں کر سکتے کہ سپر پاور کی ترجیحات بدلتی رہتی ہیں۔

انسانی خون کی ایسی لت ان کے منہ کو لگ جاتی ہے کہ پھر ان کی پیاس بڑھتی چلی جاتی ہے۔

تقاضے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

بالآخر یہ اپنے غلاموں کے جسد ملی کو کھوکھلا کر کے اپنی راہ لیتے ہیں۔

O

میں ایک پاکستانی کی حیثیت سے سمجھتا ہوں کہ ''کہوٹہ'' کی ترقی میں ہماری بقا کا راز مضمر ہے۔

جدید دور کے غنڈے صرف طاقت کی زبان سمجھتے ہیں۔

اسرائیل سے بڑی مثال اس کی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

آج کی مہذب دنیا کی اخلاقیات' ترجیحات وہ ہرگز نہیں' جو کمزور' بے بس اور کسی بھی دھمکی پر جھک جانے والوں کی ہیں۔

''کہوٹہ'' پاکستان کا مان ہے۔

پاکستان کی آبرو ہے۔

جان لیں وہ سب جو اس پر سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو گا۔

ابھی اس قوم میں اتنی غیرت باقی ہے کہ وہ اپنی ''آبرو'' کا دفاع کر سکے۔

''کہوٹہ'' پاکستان کے دشمنوں کے سینے پر مونگ دلتا رہے گا۔

''کہوٹہ'' عالمی سازشوں کی زد میں ہے۔

اردو میڈیا ڈاٹ کام

پاکستان کے دشمن، عالم اسلام کے دشمن اس کی تباہی پر متفق ہیں۔

لیکن.....

وہ نہیں جانتے کہ پاکستانی عوام بھی اسی مسئلے پر متحد ہیں۔ سیسہ پلائی دیوار کی طرح۔

وہ ڈٹ جائیں گے ہر طوفانی یلغار کے سامنے۔

کہوٹہ کی طرف اٹھنے والے ہاتھ توڑ دیئے جائیں گے۔

یہ دیکھے بغیر کہ ان پر کس ملک کی مہر لگی ہے۔

میں نے ''آپریشن کہوٹہ'' میں کہوٹہ کے خلاف ہونے والی سازشوں کی ایک جھلک آپ کو دکھانے کی کوشش کی ہے۔ میرا ایمان ہے پاکستان ''عوام'' نے بنایا تھا ''خواص'' نے نہیں۔

میرا ایمان ہے کہ پاکستان کا دفاع ''عوام'' کریں گے ''خواص'' نہیں۔

طارق اسمٰعیل ساگر

درندے

جے ایف کینیڈی ایئرپورٹ کے یوں تو سارے ہی ٹرمینل بہت مصروف رہتے تھے لیکن امریکن یونائیٹڈ ایئرلائن سے منسلک برٹش ایئرویز کے اس ٹرمینل پر معمول سے زیادہ ہی رش رہتا تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ تھی اس ٹرمینل کو آنے والا اکیلا راستہ.....!!

پٹس برگ سے وہ امریکن ایئرلائن کی جس پرواز کے ذریعے نیویارک کے جے ایف کینیڈی ایئرپورٹ تک پہنچا تھا وہ لیٹ ضرور تھی لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں کہ اسے اپنے منصوبے کے مطابق کام کرنے سے روک سکتی۔

پٹس برگ سے لندن تک کا ٹکٹ اس نے دو الگ الگ ایئرلائنز سے بک کروایا تھا' لیکن عین وقت پر جب اسے علم ہوا کہ نارتھ ویسٹ ایئرلائن نے اپنی وہ فلائیٹ کسی فنی خرابی کی وجہ سے کینسل کر دی ہے جس کے ذریعے اس نے نیویارک پہنچنا تھا تو اس کے دل کی دھڑکن بے قابو ہونے لگی۔

''اف میرے خدایا!'' اس نے زیرلب کہا۔ ''کیا میری تین سال کی محنت پر پانی پھر جائے گا۔ نہیں..... ایسا نہیں ہونا چاہئے۔'' اس نے سوچا اور لرز کر رہ گیا۔ اس منصوبے کی ناکامی کا مطلب تھا ایک تھکا دینے والی جدوجہد کا خاتمہ اور وہ بھی بلا مقصد۔

''مجھے کونیکٹڈ فلائیٹ لینی ہے مس' میرے لئے آپ کی اگلی فلائیٹ کا انتظار بھی ممکن نہیں۔ مہربانی سے جیسے بھی ممکن ہو مجھے بروقت نیویارک پہنچانے کا بندوبست کیجئے۔ جیسے بھی ممکن ہو۔'' اس نے فیصلہ کن لہجے میں نارتھ ویسٹ ایئرلائن کے کاؤنٹر پر کھڑی اس موٹی سی درمیانی عمر کی نیگرو عورت سے کہا۔ جس نے اپنے چہرے پر اتنی زیادہ لیپا پوتی کی ہوئی تھی کہ اس کی اصل جلد کا رنگ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

Scanned by iqbalmt

عام حالت میں شاید وہ ایسے لہجے میں کسی کو بات کرنے کی اجازت بھی نہ دیتی لیکن آج کل ملازمت اور ایسی اچھی ملازمت ایک مرتبہ ہاتھ سے نکل جاتی تو پھر مشکل سے ہی ہاتھ آتی تھی اور جانتی تھی کہ اس ملک میں مرفی لاء "Marphy Law" نافذ ہے۔ یہاں ''ہائر اینڈ فائر'' کی پالیسی چلتی تھی اور اس ایئر لائن کے مالکان اپنے ملازمین کی باتوں پر تو کبھی کان ہی نہیں دھرتے تھے صرف گاہکوں کی سنتے تھے۔

بڑی مشکل سے بے چاری نے دوسری ایئر لائن پر اس کی روانگی کا بندوبست کیا تھا اور اس روز یہ کینیڈی ایئر پورٹ کی طرف جانے والی واحد ایئر لائن تھی۔

اس کی خوش قسمتی تھی کہ جس ٹرمینل پر وہ اترا۔ اسی ٹرمینل سے اسے برٹش ایئر ویز والے ٹرمینل کی طرف جانے والی چینل بس مل گئی تھی۔ بس میں بیٹھتے ہوئے اس کے دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ دس منٹ لیٹ تھا۔ اگر مطلوبہ فلائیٹ مل جاتی تو وہ آدھ گھنٹہ پہلے وہاں آ جاتا۔

چینل بس نے جب اسے مقررہ ٹرمینل تک پہنچایا تو مزید دس منٹ گزر چکے تھے۔ اپنا چھوٹا سا بیگ گلے میں لٹکائے وہ قریباً بھاگتا ہوا ان سیڑھیوں کی طرف جا رہا تھا جن کے ذریعے وہ لاؤنج تک پہنچ سکتا تھا۔

برقی سیڑھیوں کے خاتمے پر جیسے ہی اس نے فرش پر قدم رکھے تو اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس کے سامنے ابواحمد کھڑا مسکرا رہا تھا۔

دونوں بے قراری سے ایک دوسرے کی طرف لپکے۔

''حماد میرے بھائی! میں تو پریشان ہی ہو گیا تھا۔'' ابواحمد نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''فلائیٹ بدل کر آنا پڑا۔'' ابوحماد نے کہا۔

دونوں نے بغل گیر ہوتے ہوئے اس احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا تھا کہ جیسے بھی ممکن ہو وہ سامنے کونے میں نصب کیمرے کی رینج میں نہ آ جائیں۔ یہ شارٹ سرکٹ کیمرے تھے جو ہر وقت گھومتے ہوئے باہر کا مکمل نظارہ اندر کی سکرینوں کو منتقل کر دیا کرتے تھے۔

عین ان لمحات میں جب کیمرے نے اپنا رخ دوسری طرف بدلا ابواحمد نے اپنے لمبے

کوٹ کی جیب سے ایک چھوٹا سا پستول نکال کر اتنی پھرتی سے ابوحماد کی جیب میں منتقل کیا تھا کہ خود ابوحماد کو بھی احساس نہ ہو سکا۔

''خدا حافظ برادر! اگلی ملاقات اگر اس دنیا میں نہ ہوئی تو جنت میں ہو گی۔'' کہہ کر ابو حماد اس سے الگ ہو گیا۔

''یونائیٹڈ یا برٹش'' لاؤنج کی طرف بڑھتے ہوئے دونوں سے ایک باوردی شخص نے دریافت کیا تھا۔

''برٹش۔'' ابواحمد نے کہا تھا۔

''اس طرف جناب۔'' اس شخص نے سائفر مشین کی طرف اشارہ کیا۔

ابواحمد نے بڑے اطمینان سے اپنا بیگ سائفر مشین پر رکھا اور سکیورٹی کلیئر ہونے پر اٹھا لیا۔

اس درمیان اس نے کنکھیوں سے ابوحماد کو یونائیٹڈ ایئر لائن کے کاؤنٹر سے ملحقہ اس راستے کی طرف گھومتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ ابوحماد بڑے اطمینان سے چلتا ہوا اس باتھ روم کے سامنے تک پہنچ گیا تھا جس سے ملحقہ لاؤنج میں گیٹ نمبر 22 کی قطار لگی تھی۔

گیٹ نمبر 22 پر برٹش ایئر ویز کی لندن جانے والی فلائیٹ کے مسافر سوار ہو رہے تھے۔

یہاں ایک اور سائفر مشین نصب ہے جس سے دوبارہ ہینڈ بیگ گزارنے کے بعد گیٹ کے دروازے پر مستعد برٹش ایئر ویز کے دو آفیسر صرف اس مسافر کو گیٹ کے اندر جانے کی اجازت دیتے تھے جس کا پاسپورٹ اور ٹکٹ وہ چیک کر لیتے۔

عموماً برٹش ایئر ویز کے جہاز پر اپنے پیاروں کو رخصت کرنے والے اسی چور راستے سے گھوم کر جہاز کے دروازے تک آیا کرتے تھے۔ سکیورٹی حکام کو اس بات کا علم تھا لیکن وہ مطمئن رہتے تھے کہ جہاز میں سوار ہونے سے پہلے چونکہ مسافروں کو ایک مرتبہ پھر تلاشی کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ یوں بھی ٹکٹ اور ویزے کے بغیر کسی کو گیٹ کے نزدیک پھٹکنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لئے کسی غیر متعلقہ شخص کے لئے جہاز تک پہنچنا ممکن نہیں تھا..... یہاں مسافروں کو چھوڑنے کے لئے آنے والوں کا اجتماع خطرے کا باعث نہیں بنتا تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

O

ابو احمد فلائیٹ سے اڑھائی گھنٹے پہلے یہاں پہنچا تھا اسے ایک گھنٹہ گزر گیا تھا اپنے ''مہمان'' کا بے چینی سے انتظار کرتے لیکن ابھی تک دور دور تک اسے اپنے ''مہمان'' کی آمد کا نام ونشان نہیں مل رہا تھا۔

سائکر مشین سے گزرنے کے بعد اس نے سامنے برٹش ایئرویز کے کاؤنٹر کا رخ کرنے کے بجائے لاؤنج میں بچھی کرسی پر بیٹھنے کو ترجیح دی تھی۔ اس نے وقت گزاری کے لئے ایک بیگ سے کچھ کاغذات نکال کر انہیں پڑھنا اور ان پر نشانات لگانے شروع کر دیئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی مصروف کاروباری شخص ہے جو اس وقت بھی کوئی کاروباری الجھن سلجھا رہا ہے۔

سامنے کاؤنٹر پر اب مسافروں کی قطاروں میں اضافہ ہونے لگا تھا۔

اچانک ہی اس کی مراد بر آئی جب اس نے سر کے درمیانی حصے پر کپڑے کی گول ٹوپی رکھے ایک ڈھلتی عمر کے یہودی کو سائکر مشین سے اپنا سامان اٹھا کر اس طرف آتے دیکھا۔ ابو احمد اس شخص کو ہزار پردوں میں پہچان سکتا تھا گو کہ وہ آج چھ سال بعد اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا لیکن یہ چہرہ ایسا نہیں تھا جو اسے مرتے دم تک کبھی بھول پاتا.....!

یہ شمعون تھا.....!

O

تل ابیب کے انٹیروگیشن سینٹر کا سابقہ انچارج.....!

''موساد'' کا اعلیٰ افسر۔

سینکڑوں بے گناہ فلسطینیوں کا قاتل!

شمعون نے اپنے ہاتھوں درجنوں فلسطینی بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور نوجوانوں کی جان لی تھی لیکن آج تک اس نے کسی کو پستول کی گولی سے نہیں مارا تھا۔

وہ اپنی اس شہرت پر فخر کیا کرتا تھا کہ اس نے درجنوں فلسطینیوں کو اذیتیں دے دے کر سسک سسک کر مرنے پر مجبور کیا۔

''موساد'' کے اس اذیت خانے میں جس کا وہ انچارج تھا۔ ایک بڑا مرتبان اس کی میز پر سجا رہا تھا جس میں اس کی درندگی کی بھینٹ چڑھنے والے بے گناہ فلسطینیوں کے جسم سے

اتارے گئے کان محفوظ رہتے تھے۔

جب ان سے بدبو اٹھنے لگتی تو انہیں پھینک کر نئے گرفتاروں کے کان اس میں بھرنے شروع ہو جاتے، وہ اپنے ہر ''شکار'' کا تعارف اسی حوالے سے کرایا کرتا تھا۔ ابو احمد کو یاد تھا جب اے اسرائیلی خفیہ پولیس نے انتفادہ کے آغاز پر ایک روز اچانک ان کے ایک ٹھکانے پر چھاپہ مار کر گرفتار کیا تھا۔

یہ کوئی ایسا خفیہ ٹھکانہ بھی نہیں تھا۔ ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا۔ جس کا مالک ان کا ایک فلسطینی ساتھی ہی تھا، لیکن اس بات کا علم تو انہیں بعد میں ہوا کہ ان کا وہ ساتھی دراصل اسرائیلی خفیہ پولیس کا ٹاؤٹ تھا اور ایک روز جب بیروت سے سرحد عبور کر کے آنے والے ایک فلسطینی مجاہد کو جو ''انتفادہ تحریک'' کی کمان سنبھالنے کے لئے مرکزی کمان کی طرف سے اسرائیل میں داخل ہوا تھا۔ وہ اس ہوٹل میں اپنی میٹنگ میں لائے تو اچانک ہی اسرائیلی فوج نے ہوٹل کو گھیرے میں لے لیا۔

شاید اسرائیلی کمانڈوز بہت پہلے سے منصوبہ بندی کرنے کے بعد یہاں چھپ گئے تھے اور ان کے اندر داخل ہوتے ہی وہ حرکت میں آ گئے۔ مقابلہ کرنے کو ان کے پاس تھا ہی کیا۔ صرف ایک پستول۔ وہ بھی بیروت سے آنے والے مجاہد ساتھی کے پاس۔

''گرفتاری تو یقینی ہے برادر، لیکن ہم آپ کو ضرور بچا سکتے ہیں۔'' ابو احمد نے بیروت سے آنے والے ساتھی سے کہا۔ جب اسرائیلی فوج کے کمانڈوز انہیں ہاتھ کھڑے کر کے باہر آنے کی وارننگ دے رہے تھے۔

''یہ بزدلی ہو گی ابو احمد۔ میں تمہارے ساتھ ہی گرفتار ہوں گا یا ہم سب فرار ہوں گے.....''

''نہیں برادر! خدا کے لئے وقت کی حکمت کو سمجھو۔ اگر ہم سب پکڑے گئے تو تحریک ختم ہو جائے گی۔ ہماری جانوں سے زیادہ اہمیت اس وقت تحریک کو زندہ رکھنے کی ہے۔ یوں بھی ابھی تک اگلی پلاننگ کا علم تمہارے علاوہ اور کسی کو نہیں۔ ادھر آؤ.....اس طرف۔''

O

اس نے قریباً ہاتھ کھینچتے ہوئے اس ہوٹل کے پچھلے دروازے کی طرف کھینچا۔ اس

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

دروازے کا راستہ مقبوضہ بیت المقدس کی اس گنجان آباد گلی میں کھلتا تھا جس کے ہر مکان پر کسی بھی فلسطینی مجاہد کے لئے محفوظ پناہ گاہ موجود تھی۔ ابواحمد کا دل گواہی دے رہا تھا کہ اگر ان کا کمانڈر کسی بھی طرح اس راستے سے نکل گیا تو انشاءاللہ غاصبوں کی دسترس سے محفوظ ہو جائے گا۔

''ایک منٹ ٹھہرو۔ میں نے ابھی ہوٹل کا حساب بے باق کرنا ہے۔'' کمانڈر نے اچانک ہی پستول نکال کر چھوٹے سے ہال کمرے میں لگے کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے اس منحنی سے عرب کو للکار کر رک جانے کا حکم دیا جو کاؤنٹر کی آڑ لے کر شاید کسی عقبی دروازے سے بھاگ جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''اپنے دین، اپنے وطن اور لوگوں سے بغاوت اور دشمن کا ایجنٹ بن جانے کے جرم میں تمہیں سزائے موت کا حکم سنایا جاتا ہے جس پر ابھی اور اسی وقت عمل ہوگا۔''

کمانڈر کے منہ سے نکلے الفاظ نے اس کے چہرے کا رنگ زرد کر دیا تھا۔

''ابواحمد تم..... تم.....؟'' اس نے مدد کے لئے ابواحمد کو پکارا۔

''چپ کرو غدار! کاش ہمیں کچھ مہلت مل جاتی اور ہم تمہارے جسم کی ایک ایک بوٹی نوچ کر اسے صحرائی گدھوں کی خوراک بنا سکتے۔ کاش تمہیں اذیت ناک موت دی جا سکتی۔'' ابواحمد نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''دیکھو! تم لوگ بچ نہیں سکو گے۔ اگر تم نے مجھے مار دیا تو وہ تم سب کو.....''

ابھی اس کی بات نامکمل ہی تھی جب کمانڈر کی پستول نے یکے بعد دیگرے دو شعلے اگلے اور غدر اپنے ناپاک وجود کے ساتھ کاؤنٹر پر اوندھا گر پڑا۔

اچانک ہی ایک خیال ابواحمد کے دوسرے ساتھی حمدان کو سوجھا تھا۔ اس نے کاؤنٹر کے دوسرے سرے پر موجود مٹی کے تیل کا چولہا کاؤنٹر پر الٹ دیا اور اپنے پاس موجود ماچس کی جلتی ہوئی تیلی اس طرف پھینک دی۔

چند سیکنڈ کے اندر ہی تین عمل وقوع پذیر ہوئے۔

کمانڈر ''فی امان اللہ'' کہہ کر ہوٹل کے پچھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔ مقامی آبادی کے مجاہدین نے جب اسرائیلی فوجیوں کو ہوٹل گھیرے میں لیتے دیکھا تو وہ صورت حال کی نزاکت جان گئے تھے۔ انہوں نے فوراً ہی اپنے مکانوں اور گلیوں کی بتیاں بجھا دی تھیں۔

یہ اندھیرا گھیرے میں آنے والے مجاہدین کو فرار میں سہولت بہم پہنچانے کے لئے کیا

گیا تھا۔

پلک جھپکتے آگ نے لکڑی کی اس عمارت کو بارود کے ڈھیر میں بدل دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی محفوظ دروازے سے ابواحمد اور حمدان ہاتھ اٹھائے باہر نکل آئے۔ ان کے تعاقب میں ہوٹل میں موجود تین دوسرے گاہک بھی باہر آ گئے تھے۔

اسرائیلی فوج چیلوں کی طرح ان پر لپکی اور انہیں اپنے ہاتھ میں پکڑی بندوقوں کے بٹ اور ٹھوکریں مارتے ہوئے اپنے ٹرکوں کی طرف لے جانے لگے۔ آگ اتنی تیزی سے پھیلی تھی کہ ان لوگوں کے لئے اندر موجود اپنے ٹاؤٹ کو بچانے کا کوئی راستہ باقی نہیں بچا تھا۔

فوجیوں میں موجود ''موساد'' کے ایک افسر نے اپنی قہر ناک نگاہوں سے باری باری ان سب کا جائزہ لیا۔ پھر وہ احمد کی طرف پلٹا۔

''اندر کتنے لوگ موجود ہیں؟''

''مجھے کچھ علم نہیں۔ ہم تو ہاتھ اٹھائے باہر آنے کی تیاریاں کر رہے تھے جب اچانک آگ بھڑک اٹھی۔'' اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

''تم جھوٹ بولتے ہو۔'' اس نے اتنی زور سے تھپڑ ابواحمد کے کان پر مارا تھا کہ اسے کان کا پردہ پھٹتا محسوس ہوا۔

اس کے ساتھ ہی وہ مقہوروں میں موجود اس بوڑھی خاتون کی طرف پلٹا۔ جو اپنے بچے کے ساتھ ہاتھ اٹھائے باہر نکلی تھی۔ اس نے بوڑھی لیکن جواں عزائم رکھنے والی مسلمان عورت سے یہی سوال دریافت کیا۔

''مجھے علم نہیں۔ میں تو اپنے بیٹے کے ساتھ دوسرے کونے میں بیٹھی کھانا کھا رہی تھی جب اچانک آگ بھڑک اٹھی۔ ہم تو آپ لوگوں کے للکارنے پر ہاتھ کھڑے کر کے دروازے کی طرف آ رہے تھے۔ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ آگ کب اور کیسے لگی؟'' محترم خاتون نے بڑے پرعزم لہجے میں جواب دیا۔

''ہوں ں ں.....'' موساد کے کیپٹن کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے اپنی ٹانگ پوری قوت سے بوڑھی عورت کے پیٹ میں ماری۔ وہ کراہتی ہوئی الٹ کر دوسری طرف جا گری۔

بوڑھی عورت کے نوجوان بیٹے نے ایک لمحے کے لئے اپنی ماں کی طرف دیکھا پھر اپنا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

کیپٹن نے ہوٹل سے برآمد ہونے والے تمام نو گرفتاروں سے یہی سوال کیا تھا لیکن اسے سب نے وہی جواب دیا جو ابو احمد دے چکا تھا۔ ہر نو گرفتار کے ساتھ اس نے یہی سلوک دہرایا۔ پھر وہ کچھ سوچ کر پیچھے ہٹ گیا۔

اس نے اپنے ساتھی ایک نوجوان لیفٹیننٹ کو اپنے قریب بلا کر کچھ ہدایات دیں۔ اس کے ساتھ ہی ان لوگوں نے اسرائیلی فوجیوں کے ایک ٹرک اور جیپ کو تیز رفتاری سے مقامی آبادی کی طرف بڑھتے دیکھا۔ ابو احمد سمجھ گیا تھا کہ یہ لوگ کمانڈر کی گرفتاری کے لئے گئے ہیں لیکن وہ مطمئن تھا۔ اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ اب تک ان کا کمانڈر محفوظ ہاتھوں میں پہنچ گیا ہوگا۔

اور یہی ہوا.....!!

اس بات کا علم انہیں تل ابیب جانے کے بعد ہوا کہ اسرائیلی فوجیوں کو وہاں سے کچھ ہاتھ نہیں لگا تھا۔

O

ان سب کو وحشیوں کی طرح مارتے پیٹتے اسرائیلی اپنے ٹرکوں تک لائے اور نیم بے ہوش نو گرفتاروں کو ایک ٹرک میں پھینک کر اپنے ایک ادے کی طرف لے گئے۔ یہاں تین روز تک جن اذیت ناک تفتیشی مراحل سے انہیں گزرنا پڑا وہ ابو احمد کی زندگی کا بڑا بھیانک اور کبھی نہ بھولنے والا حادثہ تھا۔

تین دن تک جب ان دونوں کو مار مار کر ادھ موا کر دیا گیا تو چوتھے روز ابو احمد اور حمدان کو ان کے درد سے ٹوٹتے اور زخموں سے چور بدن کے ساتھ ایک فوجی جہاز میں راتوں رات تل ابیب پہنچا دیا گیا۔

تل ابیب کے جس ٹارچر کیمپ میں پہنچایا گیا۔ اس کی داستانیں دونوں بچپن ہی سے سنتے آ رہے تھے۔ یہاں سے اول تو کوئی خوش نصیب ہی زندہ بچ کر آیا کرتا تھا۔ اگر کوئی آ بھی جاتا تو مکمل جسم کے ساتھ شاید ہی کبھی واپس لوٹتا ہو۔

مقبوضہ بیت المقدس میں جس فلسطینی کا کان کٹا ہوا نظر آتا تو لوگ جان جاتے کہ یہ بدنصیب تل ابیب کے ٹارچر سیل سے ہو کر واپس لوٹا ہے۔ بیشتر لوٹنے والے چلنے پھرنے سے محتاج

تھے۔ یہاں وہ بدقسمت عورتیں بھی موجود تھیں جن کے جسموں کو اذیت ناک مراحل سے گزرنے کے بعد سگریٹوں سے داغدار کیا گیا تھا۔

لیکن.....

جو بے گناہ ثابت ہوتی تھیں۔

ان کا اگر کوئی گناہ تھا تو صرف اتنا کہ وہ فلسطینی ہیں اور ان کا تعلق ایک ایسی بدبخت قوم سے ہے جو 50 سال ظلم و ستم کی چکی میں پسنے کے بعد بھی اپنا حق مانگ رہی تھیں جبکہ اصولاً انہیں اب تک اپنے حق آزادی سے دستبردار ہو کر بے غیرتوں جیسی زندگی جینا چاہئے تھا۔

بالکل ایسی زندگی جس کا تصور سپر پاور کے ہاں پایا جاتا تھا.....!!

O

شمعون سے ابو احمد کا پہلا تعارف اسی مذبح خانے میں ہوا تھا۔

وہ لوگ رات گئے تل ابیب کے اس انٹروگیشن سینٹر تک پہنچے تھے۔ ہوائی ادے سے ہی ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر دونوں ہاتھ ہتھکڑیوں سے بازوؤں کے پیچھے باندھ کر انہیں اسرائیلیوں نے قمیص کے کالروں سے پکڑ کر ٹرک میں پھینکا تھا اور اسی طرح سفر کرتے وہ انٹروگیشن سینٹر تک لائے گئے تھے۔

ان کی آنکھوں پر پٹی اتنی کس کر باندھی گئی تھی کہ دونوں خود کو اندھا ہوا محسوس کر رہے تھے۔ ہوائی اڈے سے انٹروگیشن سینٹر تک انہیں اپنے جسموں پر لگنے والی ضربات کی گنتی بھول گئی تھی۔

سچی بات تو یہ تھی کہ مسلسل مار کھاتے کھاتے اب ان کے جسم ہی بے حس ہو گئے تھے۔

جب ان کی آنکھوں سے پٹی کھول کر اور ہاتھوں سے ہتھکڑیاں اتار کر انہیں دو الگ الگ کوٹھڑیوں میں پھینکا گیا تو دونوں کو کافی دیر تک تو کچھ نظر ہی نہیں آیا تھا۔

چھ سال پہلے یہ واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد ابو احمد نے حمدان کو نہیں دیکھا اسے صرف اتنا علم تھا کہ شمعون نے اس کے ساتھی کے جسم سے مختلف مراحل میں گوشت اتار اتار کر اسے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کا چہرہ اس بری طرح مسخ ہو چکا تھا کہ اس کی شکل پہچاننی بھی ممکن نہیں رہا تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ایک روز رات کی تاریکی میں اس کی مسخ شدہ لاش اسرائیلی درندے مقبوضہ بیت المقدس میں اس کے گھر کے سامنے پھینک کر چلے گئے تھے۔

اس بدقسمت بستی کے مکینوں کے لئے یہ کوئی انہونی بات نہیں تھی یہ تو یہاں کا معمول تھا۔ آئے روز کسی نہ کسی مسلمان مرد عورت کو اغوا کر کے لے جانا اور پھر اس کو معذور یا مردہ حالت میں پھینک کر چلے جانا اسرائیلیوں کا وطیرہ تھا۔

کئی مرتبہ جان پر کھیل کر فلسطینیوں نے یہ واقعات شواہد کے ساتھ بین الاقوامی پریس تک پہنچائے تھے لیکن یا تو وہ شائع نہ ہو سکے۔ اگر کسی نے اپنی جان پر کھیل کر انہیں شائع کر ہی دیا تو مہذب اقوام کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔

خدا جانے اسرائیل کے حوالے سے فلسطینیوں پر بہیمیت کی کسی خبر کو مغربی پریس کیوں برداشت نہیں کرتا تھا؟

مہذب اقوام کی زبانوں پر تالے کیوں لگ جاتے تھے؟

انسانی حقوق کی علمبردار تنظیموں کی بیان بازی اور چیخ و پکار کا کوئی نوٹس کیوں نہیں لیا جاتا تھا؟

O

جب اسے شمعون کے سامنے پیش کیا گیا تو ابواحمد کی حالت ایسی تھی کہ اس کے پاؤں ڈھنگ سے زمین پر نہیں لگتے تھے۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہوا تھا۔ حسب معمول اس نے اپنے سامنے شیشے کے ایک بڑے جار میں مظلوموں کے جسموں سے نوچے گئے کان سجا رکھے تھے!!

''اگر تم فلسطینی ہو تو میرا نام ضرور جانتے ہو گے۔ بیت المقدس اور حیفہ کی مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے بعد سب سے پہلے میرے ظلم و ستم کی داستانیں سناتی ہیں۔'' اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے سگار سلگایا۔

سلگار کا دھواں اس کے منہ پر پھینکتے ہوئے وہ ابواحمد سے مخاطب ہوا۔ ''میں تم سے کسی صورت یہ وعدہ نہیں کروں گا کہ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر تم میرے دو سوالوں کا صحیح جواب دے دو تو تمہیں کچھ رعایت ضرور مل جائے گی۔''

ابواحمد کو اس کا مکروہ چہرہ ڈھنگ سے دکھائی اور سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ لوگ جو انہیں یہاں تک لائے تھے وحشیوں کی طرح بیت المقدس سے تل ابیب تک انہیں مارتے پیٹتے آئے تھے۔ اس دوران انہیں کسی ایک وقت بھی ڈھنگ کا کھانا نصیب نہیں ہوا تھا۔ انہیں اتنا ہی کھانا دیا جتنا ان کے زندہ رہنے کے لئے کافی ہو۔

''میرا پہلا سوال ہے کہ بیروت سے تمہارا جو ساتھی آیا تھا وہ کہاں ہے؟ اور میرا دوسرا سوال ہے کہ ہوٹل کو آگ کس نے لگائی؟ میں جانتا ہوں تم میری آواز سن رہے ہو اور اس وقت تک سوچنے سمجھنے سے عاری نہیں ہوئے۔ میں تم پر یہ واضح کر دوں کہ میرے سوالات کے جوابات تمہیں دینے ہوں گے۔ تمہاری زبان نہیں دے گی تو تمہاری ہڈیاں دیں گی۔ میں ایک ایک کر کے تمہارے جسم کی ساری ہڈیاں توڑ دوں گا۔ تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ میں تم سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی چھین لوں گا۔ کیا تم ایک مخبوط الحواس اپاہج کی زندگی گزارنا پسند کرو گے؟'' شمعون نے اس کے منہ کے قریب ایک مرتبہ پھر اپنے حلق میں موجود سگار کا دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔

''مجھے ان باتوں کا کچھ علم نہیں۔ میں تو ہوٹل میں حسب معمول قہوہ پینے گیا تھا کہ فوج نے ہوٹل کو گھیرے میں لے لیا۔ ہم لوگ باہر آنے لگے تو ہوٹل کو آگ لگ گئی۔'' ابواحمد کے قدم ضرور ڈگمگا رہے تھے لیکن عزائم نہیں۔

''ہوں ں ں.....'' شمعون کی ہوں خاصی لمبی تھی۔ ''تو یہ بات ہے۔'' اس نے کمرے میں موجود دو سپاہیوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے بجلی کی سی پھرتی سے ابواحمد کے دونوں ہاتھ لوہے کے مضبوط کنڈوں سے جکڑ کر اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔

اس کرسی نے آج تک نہ جانے کتنے بے گناہوں کا خون چوسا تھا۔

اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ اس کا جسم حرکت کرنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔

''کیوں نہ میں پہلے تمہارے جسم کا امتحان لے لوں۔'' اتنا کہتے ہوئے وہ گھوم کر ابواحمد کی پشت پر پہنچا اور جلتا ہوا سگار اس کے دونوں کندھوں کے درمیان لگا دیا.....!

ابواحمد کی قمیص کیا مدافعت کرتی۔ آگ اس کے گوشت کو جلانے لگی تھی۔ وہ شدت کرب سے چلاتے ہوئے شمعون کو گالیاں دے رہا تھا لیکن جواب میں شمعون کے قہقہے کمرے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کے درودیوار ہلا رہے تھے۔ان قہقہوں میں اس کے دونوں جلاد سپاہی بھی اس کا ساتھ دے رہے تھے اور یوں لگتا تھا جیسے یہ ان لوگوں کا دل پسند مشغلہ رہا ہو۔جیسے جیسے ابواحمد کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں،اس کے ساتھ ان کے قہقہے بلند ہوتے تھے۔وہ بچوں کی طرح ناچتے ہوئے اس کی چیخوں پر اپنی بے پناہ مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔

شمعون چند سیکنڈ کے لئے اس کے جسم پر سگار سے آتشی ضرب لگاتا۔پھر سگار کا کش لے کر دھواں اس کی طرف اچھال دیتا۔

یہ شیطانی عمل کب تک جاری رہا.....!

اس کا احساس ابواحمد کو نہ ہو سکا۔اسے تو یہ علم بھی نہ ہو سکا کہ کب بے ہوش ہوا اور وہ درندے اسے اٹھا کر کوٹھڑی میں پھینک گئے۔

ابواحمد کو ہوش دوپہر کے بعد اس وقت آئی جب کسی نے اس کی کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر اس کے منہ پر پانی پھینکا۔آنے والے کی شکل بھی وہ دھندلکے سے نہ دیکھ پایا۔اس نے مٹی کے پیالے میں شوربہ نما کوئی چیز اس کے آگے اس طرح رکھی جیسے کتوں کے سامنے راتب پھینکا جاتا ہے اور عبرانی زبان میں بڑبڑاتا آگے بڑھ گیا۔

ابواحمد کو پانی کی طلب بڑی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔کوٹھڑی کے کونے میں موجود مٹی کی صراحی سے اس نے جیسے تیسے کچھ پانی اپنے حلق میں انڈیلا۔اسے اپنی پشت پر انگارے دھکتے محسوس ہو رہے تھے۔شمعون نے جسم ایسی جگہ سے جلایا تھا کہ وہ اپنا زخم بھی نہ دیکھ پائے اور اس کی کسک سے تڑپتا بھی رہے۔

ظلم دھانے کا یہ سائنٹیفک انداز ایک یہودی کے سوا اور کون جان سکتا تھا۔اسے انتہائی صبر کا مظاہرہ کرنا تھا۔

یہی اسے سکھایا اور سمجھا گیا تھا۔اسے بتایا گیا تھا کہ ظلم کی یہ رات بہت طویل ہے اور اس کا سویرا ابھی بہت دور.....انہیں بڑے حوصلے اور استقلال سے اس صبح امید کا انتظار ہے.....اس صبح امید کی راہ میں وہ اپنی جانوں کے نذرانے دیتے چلے آ رہے تھے۔جانے ان کے جسموں کو دم پیدائش ہی جبر سہنے کی عادت پڑ جاتی تھی۔

کون سی ایسی فلسطینی ماں تھی جس کی کوکھ سے جنم لینے والا بچہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس کی ماں

پر اس کے جنم سے پہلے تشدد کے پہاڑ توڑے گئے تھے.....وہ آہنی ارادوں والی ماؤں کے سپوت تھے.....!

جو ہاتھوں میں پتھر اٹھائے صیہونی آتش و آہن کے سیلاب کو روکنا چاہتے تھے.....!

O

حسن جنبلات کی گرفتاری ابواحمد کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی۔ایسا اکثر ہوتا تھا.....ان کا ایک گرفتار ہونے والا ساتھی اپنے پہلے سے گرفتار شدہ ساتھی کو چند دنوں یا چند گھنٹوں کی اذیت سے بچانے کے لئے اپنے کسی بھی ''جرم آزادی'' میں اس کا نام لے دیا کرتا تھا.....''

اس کے ساتھ ہی اسرائیلی انٹیلی جنس کے لوگ حرکت میں آتے اور اس کے ساتھی کو ''مذبح خانے'' میں لے آیا کرتے تھے تاکہ دونوں کی تفتیش اکٹھی کر کے مطلوبہ نتائج حاصل کر لیں۔

حسن جنبلات کے ساتھ مل کر ابواحمد نے اسرائیلی فوجیوں کو ناکوں چنے چبائے تھے اور حسن کوئی معمولی ''مجرم'' نہیں تھا۔جانے کتنے صبر آزما مراحل سے گزرنے کے بعد ان لوگوں نے اسے گرفتار کیا تھا.....!!

حسن جنبلات کو علم تھا کہ اس کا دوست گزشتہ ایک ہفتے سے شمعون درندے کے قبضے میں ہے اور اب اس کے جسم کو بھلے چند دنوں یا چند گھنٹوں ہی کے لئے سہی کچھ مہلت ضرور درکار ہے۔

O

رات ڈھلے تک کسی نے اسے کچھ نہیں کہا شاید اس درمیان شمعون اس کے ساتھی حمدان پر اپنا ستم آزما رہا تھا۔

اچانک ہی رات ایک پہر ڈھلنے کے بعد جب وہ اوندھے منہ لیٹا اپنے زخموں کی اذیت محسوس کر رہا تھا اس نے دو فوجیوں کو اپنی کوٹھڑی کی طرف بڑھتے دیکھا۔ابواحمد سمجھ گیا کہ اس کی باری پھر آ گئی ہے۔وہ ذہنی طور پر خود کو آنے والے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار کرنے لگا۔

''اٹھو!اٹھو!ایک سپاہی نے کوٹھڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

دوسرے سپاہی نے گالیاں بکتے ہوئے اس کی پسلیوں پر اپنے بوٹ کی ٹھوکر ماری اور

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اسے کھڑا ہونے کا حکم دیا۔

صبر و رضا کا پیکر..... فلسطین کا سپوت..... اپنے قدموں پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھوں کو پیچھے کی سمت ہتھکڑی لگا کر کس دیا گیا۔ آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی اور اس کے دونوں بازوؤں میں ہاتھ دے کر دونوں سپاہی اسے بھگاتے ہوئے ایک جیپ تک لائے اور پھر جیپ میں پھینک دیا۔ اسے کچھ بتایا نہیں گیا تھا۔

لیکن.....!

وہ اندازہ کر سکتا تھا کہ ان کی منزل اس مرتبہ شمعون کا مکروہ چہرہ نہیں کوئی اور ہے۔

ایک گھنٹہ تک جیپ تل ابیب میں دوڑتی رہی پھر اس کے ہاتھ کھول دیئے گئے اور اسے جیپ سے نیچے اتار کر اس کی آنکھوں سے پٹی بھی کھول دی تھی۔

ابو احمد کی آنکھیں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اس نے خود کو مسلح فوجیوں کی ٹولی کے درمیان گھرے ہوئے پایا۔

ایک لمبے تڑنگے یہودی فوجی افسر کو اس نے اپنی طرف آتے دیکھا۔ جس نے اچانک ہی ٹارچ کی روشنی اس کے منہ پر ڈالی تھی۔ ابو احمد کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ فوجی افسر نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر اطمینان ظاہر کیا اور ایک مرتبہ پھر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔

ایک فوجی نے اس کا بازو پکڑا اور اسے اپنے ساتھ گھسیٹنے لگا۔ قریباً دس منٹ تک پیدل چلنے کے بعد ابو احمد کو جہاز کے انجن کی مانوس آواز سنائی دی۔ وہ کسی فوجی ہوائی اڈے پر موجود تھا اور اب اسے احساس ہوا تھا کہ اس کی منزل پھر کوئی دوسرا شہر ہے۔

شاید کوئی نیا ''عقوبت خانہ'' یا پھر اس کے کسی ساتھی کی طرف سے اس کو چند گھنٹوں یا چند دنوں کے لئے شمعون کے دست خباثت سے بچائے رکھنے کی تدبیر..... بات کچھ بھی رہی ہو۔ یہ لمحات غنیمت تھے۔

اس کی آنکھوں سے اب پٹی اتار دی گئی تھی اور اسے ایک جیپ میں بٹھا کر رن وے کے اس سرے کی طرف لے جایا جا رہا تھا جہاں ایک کونے میں ایک چھوٹا فوجی جہاز کھڑا تھا۔

بندوق کی زد پر اسے جہاز میں سوار کروایا گیا۔ جہاز میں اس کی سیٹ کے گرداگرد مسلح اسرائیلی کمانڈوز موجود تھے۔

شاید وہ یروشلم جا رہے تھے.....!

O

ابو احمد نے جو سوچا وہی سچ تھا۔ ان کی منزل یروشلم تھی۔ ابھی تک کسی سپاہی نے اس سے بات نہیں کی تھی کسی نے اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔ وہ لوگ عربی کی بجائے اپنی زبان عبرانی میں بات چیت کر رہے تھے۔ کبھی کبھی ان میں سے کوئی انگریزی کا فقرہ بھی بول دیتا۔ آپس میں خوش گپیاں کرتے انہوں نے اپنے پاس پہلے سے موجود شراب کی بوتلیں کھول لی تھیں اور گلاسوں کا بھی تکلف نہیں کیا تھا۔

اس کی سیٹ بیلٹ باندھنے کے بعد ابو احمد کو صرف یہ ہدایت کی گئی تھی کہ اس نے سیٹ بیلٹ کو ہاتھ نہیں لگانا اور اپنی نظریں بھی سامنے رکھنی ہیں۔ اس کی سیٹ والی کھڑکی بند تھی۔ اگر کھلی بھی ہوتی تو رات کے اندھیرے میں وہ باہر کیا دیکھ پاتا۔

وقت کا احساس کہیں کھو گیا تھا.....!

اس کے جسم میں ابھی تک شمعون کی سلگائی ہوئی برقی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ بھوک اور پیاس سے وہ بے حال ہوا جاتا تھا لیکن اس کی قومی غیرت نے ان موزیوں سے کچھ مانگنا گوارا نہ کیا اور چپکا ہو کر بیٹھ رہا۔

جانے کتنی دیر تک اس کا سفر جاری رہا۔

جب جہاز نے مشرقی یروشلم کے اس چھوٹے سے عارضی فوجی ہوائی اڈے پر لینڈ کیا تو رات بہت گہری ہونے لگی تھی۔ صحرا کی وہ رات ستاروں کے بغیر زمین پر اتری تھی۔ شاید بادلوں نے اس کے لئے ابر رحمت بننا تھا۔ شاید قدرت کو اس کے صبر پر رحم آ گیا تھا۔

جہاز سے اتارنے کے بعد اس کی آنکھوں پر دوبارہ پٹی باندھ دی گئی اور اسے جیپ میں بٹھا کر وہ لوگ اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس مرتبہ اس کے ہاتھوں کو باندھا نہیں گیا تھا۔ البتہ انہیں اپنے گھٹنوں پر رکھ کر بیٹھنے کا حکم ملا تھا۔

O

آسمان پہلی مرتبہ زور سے دھاڑا تو کمانڈر اسد نے بے اختیار آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا دیں۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

''الحمدللہ!''اس نے کلمہ تشکر ادا کیا۔

ہوائی اڈے سے فوجی انٹروگیشن سنٹر کی طرف آنے والی واحد سڑک پر انہوں نے گھات لگا رکھی تھی۔ جہاز کی آواز سے انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ جہاز آ گیا ہے۔ کمانڈر اسد نے اپنے پاس موجود واحد نائٹ ویژن (رات کے اندھیرے میں دیکھنے والی عینک) اپنی آنکھوں سے لگا رکھی تھی اور اس کی آنکھیں سڑک پر دور تک دن کے اجالے کی طرح دیکھ رہی تھیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بیقراری بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

اچانک ہی اس کی مراد بر آئی۔ جب اسے دور سے ایک فوجی ٹرک آتا دکھائی دیا۔ اپنے ساتھ موجود مجاہد کے کندھے پر ہاتھ مار کر اس نے مخصوص سگنل دیا اور اسے نائٹ ویژن تھما دی۔

مجاہد نے اپنی آنکھوں سے نائٹ ویژن لگا کر چند سیکنڈ بعد اتار دی اور وہ بجلی کی سی پھرتی سے اپنی جگہ سے غائب ہو گیا۔

کمانڈر اسد کے ساتھیوں نے اشارہ ملتے ہی اپنی پوزیشنیں سنبھال لی تھیں۔ اسرائیلی فوجی اپنی فوجی تربیت کے مطابق چل رہے تھے۔ آگے مسلح فوجیوں کا ایک ٹرک تھا جس کے پیچھے جیپ میں اس کا گروپ کمانڈر اور اس کے ساتھی ابواحمد کو قابو کئے بیٹھے تھے۔

جنگی تربیت کے مطابق دونوں اپنے درمیان میں بیس پچیس گز کا فاصلہ رکھ کر چل رہے تھے۔

جیسے ہی ٹرک ایک مخصوص مقام پر پہنچا۔ کمانڈر اسد کے ہاتھ میں پکڑے ریموٹ کنٹرول کا بٹن دب گیا۔ زمین میں دبا بم ٹرک کے عین درمیانی حصے کے نیچے پھٹا۔ اس کے ساتھ ہی ٹرک کے اپنے سواروں سمیت پرخچے اڑ گئے۔ گو کہ ایک ہی دھماکہ کافی تھا لیکن احتیاطاً اس نے چند گز آگے دبے دوسرے زمینی دوز بم کا بٹن بھی دبا دیا تھا۔

یکے بعد دیگرے دو زوردار دھماکوں اور اگلے ٹرک کے اڑنے والے پرخچوں نے جیپ کے ڈرائیور کو چند ثانیے کے لئے بوکھلا کر ہی رکھ دیا تھا۔ اس کا پاؤں پوری قوت سے بریک پر پڑا۔ جیپ کو زوردار جھٹکا لگا اور اسرائیلی فوجیوں سے پہلے اس جیپ سے باہر گرنے والا ابواحمد تھا۔ اس کے کانوں نے دونوں زوردار دھماکوں کی آواز اور اب جیپ کو لگنے والے جھٹکے سے اندازہ لگا لیا تھا

کہ اس کے اپنے اس کی مدد کو آ گئے ہیں۔

اپنے وجود میں بچی کھچی تمام تر توانائیوں کو سمیٹ کر اس نے اپنی بائیں سمت چھلانگ لگائی تھی۔ ہاتھوں کا کھلا ہونا اس کے لئے عطیہ خداوندی ثابت ہوا۔ زمین پر گرتے ہی اس نے ریت میں لوٹنیاں لگانی شروع کیں اور لڑھکتا ہی چلا گیا۔ اپنے جسم کا توازن قائم ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے اپنی آنکھوں سے بندھی پٹی اتار کر پھینکی اور وہیں زمین سے چپک کر رہ گیا۔

اس کے جسم کی ساری تکلیف جانے کہاں ہوا ہو گئی تھی۔

بھوک پیاس کا احساس دم توڑ گیا تھا.....!

اپنے تعاقب میں اسے زوردار دھماکہ سنائی دیا۔ یہ اس ہینڈ گرنیڈ کی آواز تھی جو ان کے ساتھیوں میں سے کسی نے جیپ پر پھینکا تھا۔ پر فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ شاید اس کے ساتھیوں اور اسرائیلی محفوظ سپاہیوں کے درمیان ٹھن گئی تھی۔

ابواحمد کو چند سیکنڈ بعد ہی اپنی پشت پر مہربان ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا اس نے زمین سے شتر مرغ کی طرح گردن موڑ کر دیکھا۔ آنکھوں سے نائٹ ویژن لگائے بیروت سے آنے والا ان کا ساتھی کمانڈر اسد اس کے پیچھے موجود تھا۔

دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے۔

یہ خوشی کے لمحات چند ثانیوں پر ہی محیط تھے۔ کمانڈر اسد اسے اپنے ساتھ قریباً گھسیٹتا ہوا درختوں کے جھنڈ کی طرف لے جا رہا تھا جہاں تازہ دم اونٹ ان کے منتظر تھے۔ یہاں پہنچنے کے بعد اس نے سب سے پہلے پانی کی چھاگل ابواحمد کی طرف بڑھائی۔ جس نے بڑے صبر سے گھونٹ گھونٹ پانی حلق سے اتارا پھر جَو کی روٹی میں لپٹا گوشت کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

ابھی انہوں نے اپنے سفر کا آغاز ہی کیا تھا جب اچانک ابر رحمت جوش میں آ گیا۔ ان کے باقی ساتھی الگ الگ ہو کر اپنی منزل کو چلے تھے۔ اب دونوں نے اکٹھے محفوظ مقام تک جانا تھا جہاں جانے کے لئے کتنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے ان کی سلامتی کے لئے دعا گو تھے۔

یہ ان کی خوش قسمتی کی انتہا تھی کہ بارش شروع ہو گئی۔ ورنہ شاید انہیں پندرہ بیس منٹ کی یہ مہلت بھی میسر نہ آتی اور اپنی طاقتور سرچ لائٹوں کے ساتھ اسرائیلی فوجی ہیلی کاپٹر ان کے شکار کو نکل آتے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

صحرا کی بارش ان کے اونٹوں کے قدموں کے نشانات بھی مٹاتی چلی جارہی تھی۔جسم میں پانی اور غذا جانے سے ابواحمد کو نئی زندگی کا احساس ہوا تھا۔اس کی توانائیاں آزادی کا احساس ہوتے ہی واپس لوٹنے لگی تھیں۔بارش کے قطرے اس کے جسم کی دہکتی آگ پر پھاہار کھتے چلے جا رہے تھے۔

بارش جاری تھی جب وہ اپنے محفوظ ٹھکانے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

☆☆☆

انتقام!

دریائے اُردن کو کسی محفوظ مقام سے انہوں نے اسی رات عبور کر لیا تھا.....!

پندرہ بیس روز تک اس کے جسم کے زخموں کا علاج ہوتا رہا۔اس کے جسمانی زخم آہستہ آہستہ مندمل ہوتے گئے لیکن روحانی گھاؤ بڑھتے چلے جارہے تھے۔

اسی کیمپ میں اسے علم ہوا کہ شمعون نے اس کے فرار کا انتقام اس کے ساتھی حمدان سے لیا تھا اور اس کی لاش جب حیفہ میں اس کے گھر کے باہر پھینکی گئی تو اس کے بدن کی قریباً ساری ہڈیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔اس کا چہرہ جلا کر مسخ کر دیا گیا تھا۔

لیکن.....!

اتنا نہیں کہ اس کی شناخت نہ ہو پاتی۔

حسن جنبلات کو اسرائیلی فوجیوں نے اسی طرح اذیتیں دے دے کر مار ڈالا تھا۔وہ لوگ جاننا چاہتے تھے کہ اس نے تل ابیب سے ابواحمد کی اطلاع اپنے ساتھیوں تک کس طرح پہنچائی ہے.....!!

حسن جنبلات کے زخم زخم جسم میں گولیاں اتار کر وہ لوگ اسے بھی ایک روز فلسطینیوں کی ایک بستی کے باہر پھینک کر چلے گئے تھے۔

ابواحمد کے دل میں شمعون کے لئے پہلے سے موجود نفرت دوچند ہو گئی تھی۔اس نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تھا' شمعون کو موت کی گہری نیند سلانا۔

وہ تل ابیب واپس جا کر ہزاروں بے گناہ فلسطینیوں کا انتقام اس موذی کو مار کر لینا چاہتا تھا۔

لیکن.....!

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

یہاں سب کچھ اس کی مرضی پر منحصر نہیں تھا۔ وہ ایک تنظیم سے بندھا تھا۔ ایک نظم کا پابند تھا اور اس کی تنظیم کی طرف سے پہلی ترجیح اس کی تعلیم کو دی جا رہی تھی۔ ان لوگوں کو تربیت یافتہ انجینئر اور ڈاکٹروں کی ضرورت تھی اور ابو احمد میں ایک شاندار انجینئر بننے کے تمام جوہر موجود تھے۔

ایک روز اسے فلسطینیوں کی اس بستی سے لندن کے سکول آف انجینئرنگ میں منتقل ہونا پڑا۔ جہاں اس نے انجینئرنگ کی اعلیٰ ڈگری کے ساتھ ساتھ یہاں کی شہریت بھی حاصل کر لی۔ اس درمیان وہ تحریک آزادی سے جڑا رہا' پھر اسے مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ جانا پڑا جہاں اس کی ملاقات ابو حماد سے کروائی گئی۔ جو یہاں میڈیکل کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا تھا۔

O

یہ اس کی زندگی کا خوشگوار ترین لمحہ تھا جب اسے بتایا گیا کہ انہوں نے نیویارک کے ہوائی اڈے پر ''موساد'' کے قصائی اور فلسطینیوں کے قاتل شمعون کو موت کی گہری نیند سلا کر اپنے دل و دماغ پر سالوں سے پڑا بوجھ اتارنا ہے.....!

شمعون کی خدمات ''موساد'' نے اسرائیلی وزارت خارجہ کو سونپ دی تھیں۔ وہ آج کل امریکہ میں موجود اسرائیلی سفارت خانے میں اہم خدمات سرانجام دے رہا تھا۔

ان خدمات کی نوعیت سے سی آئی اے اور ایف بی آئی سے زیادہ خود فلسطینی آگاہ تھے۔

وہ جانتے تھے کہ بظاہر تخریب کاروں کی گرفتاری میں مدد دینے کے پروگرام کی آڑ میں شمعون دراصل امریکہ میں موجود فلسطینی طالب علموں کے خلاف جعلی ثبوت اکٹھے کر کے امریکی حکام کو گمراہ کرنے کے مشن پر آیا تھا۔ اس کی امریکہ میں آمد کے بعد سے فلسطینیوں کی حمایت میں رسوا ہونے والے دو غیر ملکی دانشور اب تک اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

اٹلی کے ایک سکالر کو جو اپنی یہودی دشمنی کے لئے مشہور تھے ایک روز لاس اینجلس میں ایک تیز رفتار کار نے عین اس وقت اپنے ٹائروں تلے کچل ڈالا جب وہ معمول کے مطابق گھر سے سیر کرنے قریبی پارک کی طرف جا رہے تھے۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ پولیس کو اس قتل کا کوئی بھی عینی شاہد نہ مل سکا۔ انہیں علم ہی نہ ہو سکا کہ کار کس سمت سے آئی اور پروفیسر کو مار کر کس طرف نکل گئی۔ صرف ان کی لاش پوسٹ مارٹم

سے اندازہ ہوا کہ انہیں کار کے ٹائروں تلے کچل کر مارا گیا ہے۔

پولیس نے اسے اتفاقی حادثہ قرار دیا تھا اور مارنے والے مغرور کار سوار کی تلاش میں ناکامی کا اعتراف کر لیا تھا۔

دوسری موت جرمنی کے ایک سفارت کار کی تھی جس کے متعلق ''موساد'' کو شک تھا کہ وہ فلسطینی تحریک آزادی کا معاون ہے اور جرمنی میں اس کی مدد سے فلسطینیوں نے دوستوں کا ایک گروپ جمع کر لیا ہے۔ اس سفارت کار کو جس پراسرار طریقے سے موت کی گہری نیند سلایا گیا تھا۔ وہ طریقہ صرف ''موساد'' ہی اپنا سکتی تھی۔

ایک اور جرمن سفارت کار نیویارک کے ڈاؤن ٹاؤن کسی کام کے لئے گئے تھے۔ جب وہ 43 ایونیو میں واقعہ ایک بلڈنگ کی لفٹ سے باہر نکلے تو چند قدم آگے چلنے کے بعد ہی گر پڑے۔ انہیں ہسپتال لے جایا گیا تو معلوم ہوا کہ دل کے دورے سے ان کی موت واقع ہو گئی ہے۔

فلسطینی جانتے تھے کہ ایسا گھناؤنا ہتھیار صرف ''موساد'' ہی اپناتی ہے.....!

''موساد'' کے کسی ایجنٹ نے سفارت کار کے جسم میں نامحسوس طریقے سے وہ سرنج لفٹ میں لگا دی ہو گی جس میں موجود زہر ایک لمحے کے اندر جسم میں سرایت کر جاتا تھا اور محض دو یا تین منٹ بعد اس شخص کی موت واقع ہو جاتی تھی۔

کمال کی بات تو یہ تھی کہ اس زہر کے شکار کی پوسٹ مارٹم رپورٹ یہی بتایا کرتی تھی کہ اس کی موت دل کا دورہ پڑنے سے واقع ہوئی ہے۔

دنیا بھر میں موجود زہریلے مادوں کا اتنا گھناؤنا استعمال ''موساد'' کا خاصا تھا۔

O

''موساد'' میں موجود ''دہشت گردی'' کا مخصوص سیل انسانی ہلاکت کے نت نئے طریقے جاننے کے لئے مسلسل تجربات کرتا رہتا تھا۔ ان طریقوں میں یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھی جاتی تھی کہ مرنے والے کی موت بالکل طبعی لگے۔

پانچ فلسطینی نوجوانوں کو اب تک شمعون جعلی ثبوتوں کے ساتھ امریکی جیل خانوں میں پہنچا چکا تھا اور اسرائیل کے بعد اب امریکہ میں فلسطینیوں اور ان کے حمایتیوں کے لئے دہشت کی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

علامت بنتا جارہا تھا۔

امریکی انٹیلی جنس حکام اب اسے اپنے ملک کے لاء اینڈ آرڈر میں مداخلت جاننے لگے تھے۔ خصوصاً جرمن سفارت کار کی موت کے بعد جب سفارتی محاذ پر امریکہ اور جرمن کے درمیان سرد جنگ کا آغاز ہوا تو ''پنٹاگان'' کو اس معاملے کا سیریس نوٹس لینا پڑا۔

امریکہ اور اسرائیل کے درمیان یہ معاہدہ کسی سطح پر موجود ہے کہ وہ ایک دوسرے کے سفارت کار کو ''نان گریٹا پرسن'' (این جی پی) قرار دیئے بغیر اندر خانے ہی معاملات طے کرلیا کرتے تھے۔

ایسا ہی ہوا.....

ایک روز اسرائیلی وزیر کارجہ کو امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ کی یہ درخواست موصول ہوئی کہ واشنگٹن میں موجود اپنے تھرڈ سیکرٹری شمعون کی خدمات فی الوقت کسی اور ملک کو منتقل کردی جائیں کیونکہ جرمن کا دباؤ امریکہ پر مسلسل بڑھ رہا ہے اور اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں یہ معاملہ پریس میں نہ چلا جائے۔

اسرائیل وزارت خارجہ نے پہلے تو حسب روایت اس بات پر زبردست ناراضگی کا اظہار کیا پھر شمعون کو واپس اسرائیل بلانے کے بجائے اس کا تبادلہ لندن میں اپنے سفارت خانے میں کردیا۔

اپنے دوستوں کی مدد سے فلسطینیوں کی انٹیلی جنس نے شمعون کی مصروفیات پر مکمل نظر رکھی ہوئی تھی۔ وہ لوگ شمعون کو امریکہ میں کئے گئے اس کے جرائم کی سزا امریکہ ہی میں دینا چاہتے تھے۔

انہوں نے بڑی احتیاط سے منصوبہ تیار کیا تھا اور اب ابواحمد بھی برٹش ایئرویز کی اس پرواز کے ذریعے سفر کررہا تھا جس میں شمعون کو لندن جانا تھا۔

O

شمعون چپ چاپ اپنا بیگ تھامے فسٹ کلاس کی لائن میں کھڑا ہوگیا۔ اسے احساس ہی نہ ہوسکا کہ ابواحمد اس کے پیچھے کھڑا ہے۔

یوں بھی وہ ابواحمد کو اب شاید کبھی پہچان نہ پاتا کیونکہ اس نے اپنا نام اور حلیہ تبدیل کرلیا

تھا اور وہ برطانوی شہریت کے ساتھ لندن میں زندگی گزار رہا تھا۔ اس کی طرف ایک نظر دیکھنے یا اس سے گفتگو کرنے کے بعد بھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ عربی نوجوان ہے۔

ابواحمد نے اپنی بات چیت' چال ڈھال سب کچھ مغربی سانچے میں ڈھال لیا تھا۔ ایک اس کا دل تھا جو ابھی تک فلسطینی تھا..... یا پھر اس کا ایمان جو سلامت تھا۔ اس عزم کے ساتھ کہ ایک روز اس طویل اور تھکا دینے والی جنگ کا خاتمہ ہوگا اور وہ اپنے ہم وطنوں کے ساتھ اپنی آزاد سرزمین پر سانس لے گا۔

ابوحماد نے صرف ایک نظر اس طرف ڈالی تھی۔ وہ دوبارہ واپس آیا اور جب اس نے ابو احمد کو شمعون کے پیچھے قطار میں لگتے دیکھا تو چپ چاپ اپنی اسی جگہ واپس چلا گیا جہاں سے وہ شمعون کو نشانہ بنا سکتا تھا۔

اپنے کام کے خاتمے پر اس نے فرار کے سارے راستے دل ہی دل میں دہرائے اور اب وہ ابواحمد اور شمعون کی آمد کا منتظر تھا۔

O

ابواحمد اور شمعون نے قریباً ایک ساتھ ہی سیٹ نمبر لیا تھا۔ اپنے بورڈنگ کارڈز ہاتھوں میں پکڑے پہلے شمعون اور پھر ابواحمد لائن سے باہر نکلے تھے۔

فسٹ کلاس مسافروں کی حیثیت سے ان کے ساتھ ابھی سے خصوصی سلوک شروع ہو گیا تھا اور ایک مؤدب خاتون نے ان سے فرسٹ کلاس ویٹنگ روم میں شراب نوشی کی درخواست کی تھی۔ شمعون نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے فرسٹ کلاس ویٹنگ روم کا رخ کیا تھا جب کہ ابواحمد نے کسی دوست کی آمد کے پیش نظر وہیں ٹھہرنے کو ترجیح دی تھی۔

''جناب والا کسی بھی خدمت کے لئے ہچکچاہٹ محسوس نہ کیجئے۔'' کہہ کر وہی خاتون شمعون کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

اس درمیان بمشکل ایک دفعہ شمعون کی نظریں اس سے ٹکرائیں۔

تھوڑی دیر بعد ہی جہاز میں چیک ان کا اعلان ہوگیا اور اس نے شمعون کو فسٹ کلاس ویٹنگ روم سے باہر نکلتے دیکھا۔

اس کا دل ایک مرتبہ پھر زور سے دھڑکا اور وہ شمعون کا غیر محسوس انداز میں تعاقب

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کرنے لگا پھر کچھ سوچتے ہوئے وہ اس سے آگے نکل گیا۔

اگلی سائفر مشین پر وہ شمعون سے پہلے کلیئر ہوا تھا اور اب بظاہر ڈیپارچر لاؤنج میں سجی دکانوں کو دیکھ رہا تھا۔ جب شمعون کلیئر ہو کر آ گیا تو وہ اس سے چپک گیا۔ اب شمعون کو اس نے اپنی ہمراہی میں موت کے منہ میں لے جانا تھا۔

O

حماد کی نظریں برٹش ایئرویز کے مسافروں پر جمی ہوئی تھیں جو گیٹ نمبر 22 کے سامنے رک کر وہاں کاؤنٹر پر موجود شخص کو اپنا پاسپورٹ اور بورڈنگ کارڈ دکھاتے اور آگے بڑھ کر جہاز کی طرف جانے والی سرنگ میں داخل ہو جاتے تھے۔

اچانک ہی اسے ابواحمد کی شکل دکھائی دی جس نے اپنے آگے جانے والے یہودی کی نشاندہی ایک خاص انداز سے کر کے حماد کی طرف دیکھا تھا۔ پھر یہ دیکھ کر کہ حماد نے اس کا اشارہ سمجھ لیا ہے مطمئن ہو کر گردن جھکالی۔

حماد نے ڈھلتی عمر لیکن وحشت ناک چہرے والے یہودی شمعون کو جس نے اپنے سر پر گول ٹوپی جما رکھی تھی، دیکھ لیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

اس کی رگوں میں بجلیاں کوندنے لگی تھیں۔

اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے لمبے کوٹ کی جیب میں رینگ گیا۔

یہ وہی شخص تھا جس نے اسے یتیم کیا۔ شمعون نے اس کے باپ کو تل ابیب میں اذیتیں دے دے کر موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اس کی بہن کو بے آبرو کر کے خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کی ماں کو ساری زندگی سسکنے کے لئے زندہ چھوڑ دیا تھا۔

اس نے شمعون کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔

لیکن .....!

اس کے دل میں اس شخص کے خلاف نفرت بھی اس کے ساتھ ساتھ پل کر جوان ہوئی تھی اور اس نے بہت چھوٹی عمر میں اپنے باپ کی لاش پر قسم کھائی تھی کہ وہ شمعون کو موقعہ ملنے پر کتے کی موت مار ڈالے گا۔

آج جب حالات نے اسے اپنا عہد وفا کرنے کی مہلت دی تھی تو اسے رہ رہ کر اس بات کا افسوس ہو رہا تھا کہ وہ شمعون کو ایسی موت کیوں نہیں دے سکتا جو اس کے تصورات میں آج تک پلتی رہی تھی۔

وہ اس درندے کو اسی طرح سسکا سسکا کر مارنا چاہتا تھا جس طرح شمعون نے سینکڑوں فلسطینیوں کو مارا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں اس کے وجود کا انگ انگ توڑ کر اسے مرنے کے لئے تل ابیب کی گلیوں میں پھینکنے کی آرزو رکھتا تھا۔

لیکن .....!

یہ اس کی مجبوری تھی یا پھر شمعون کی خوش قسمتی کہ وہ ایسی اذیت ناک موت سے محفوظ رہتا۔

ابواحمد نے شمعون کے پیچھے اس طرح پوزیشن لے لی تھی کہ اگر وہ بھاگنے کی کوشش بھی کرے تو بھاگ نہ پائے۔ حماد نے کوشش یہی کرنی تھی کہ وہ اس معرکے کو اکیلا ہی سر کر دے اور کسی بھی طرح کا شک ابواحمد پر نہ ہونے پائے لیکن اگر حالات کوئی دوسرا ہی رخ اختیار کر لیں تو پھر بادل نخواستہ ابواحمد کو بھی میدان میں اترنا تھا کیونکہ انہوں نے اس موذی کا خاتمہ بہرصورت کرنا تھا۔

O

تل ابیب کے مذبح خانے کا سابقہ انچارج!!

آزادی پسند فلسطینیوں کے لئے دہشت اور موت کی علامت!!

اسرائیل کا نام نہاد سفارت کار!!

''موساد'' کے ڈیتھ سکواڈ کا اعلیٰ افسر جو اپنے شکار کو زہریلی موت دینے میں یکتائے روزگار تھا۔

جیسے ہی حماد کی رینج میں آیا۔ اچانک حماد نے پستول نکال کر اس کی طرف سیدھا کر لیا۔

دونوں کے درمیان بمشکل پانچ گز کا فاصلہ تھا۔

بزدل یہودی نے موت کو سامنے دیکھ کر اپنے دائیں طرف کھڑے مسافر بچوں کی آڑ

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

میں خود کو محفوظ کرنے کے لئے اچانک اپنا رخ بدلا تھا.....اپنی دانست میں شمعون نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا لیکن موت اسے مہلت دینے کو تیار نہیں تھی۔ زہر میں بجھی دو گولیاں ایک دوسری سے بمشکل دو انچ کے فاصلے سے اس کے پہلو میں اتر گئیں۔

حماد نے جوش غضب میں سارا پستول چند لمحوں میں اس کے جسم پر خالی کر دیا تھا۔ اس کے مردہ جسم کو زوردار ٹھوکر رسید کر کے وہ دیوانہ وار اسی راستے کی طرف بھاگا' جس سے وہ اندر آیا تھا۔

بائیں ہاتھ مڑتے ہوئے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ دہشت زدہ مسافر اور برٹش ایئرویز کا عملہ ابھی تک زمین سے نہیں اٹھ سکا.....!

یہ لوگ فائرنگ سے بچنے کے لئے زمین پر لیٹ گئے تھے۔ کسی نے مجمع میں سے چلا کر انہیں ایسا کرنے کی تلقین کی پیروی سب سے پہلے ابوحامد نے کی پھر اس کے دیکھا دیکھی سب لوگ زمین بوس ہو گئے۔

بائیں طرف مڑنے کے بعد حماد تھوڑا آگے گیا اور پھر دائیں ہاتھ ''ریسٹ روم'' میں داخل ہو گیا۔ یہ اس کی خوش قسمتی کی انتہا تھی کہ ''ریسٹ روم'' خالی تھا۔ ایک ٹائلٹ میں گھس کر اس نے دروازے کو اندر سے کنڈی لگائی اور بمشکل ایک منٹ میں اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے بیگ کو خالی کر دیا۔

قریباً ڈیڑھ دو منٹ بعد جب ڈیپارچر لاؤنج سکیورٹی کے سائرن اور بھاگتے قدموں کی آواز سے گونجنے لگا تھا تو وہ مقامی ایئرپورٹ ملازمین کے لباس میں باہر نکل رہا تھا' بیگ کا رنگ تبدیل ہو چکا تھا۔ اس کے جسم پر موجود لمبا کوٹ تبدیل شدہ رنگ والے بیگ میں پستول سمیت منتقل ہو گیا تھا۔ نیلے رنگ کی ڈانگری جو ایئرپورٹ ملازمین پہنا کرتے تھے اس نے اپنے لباس کے اوپر ہی پہن لی تھی اور چہرے پر موجود مونچھیں اس نے ٹائلٹ میں بہا دی تھیں.....سر پر موجود بالوں کی وگ بھی اسی بیگ میں منتقل کر لی تھی۔ سفید رنگ کے شیشوں والی عینک اس نے اپنی آنکھوں سے لگا رکھی تھی۔

اور اب وہ خوفزدہ مسافروں اور عملے کی بھیڑ میں ان برقی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا جو اسے واپس اسی جگہ لے جاتیں جہاں سے وہ بس کے ذریعے اتر کر ہال کمرے میں داخل ہوا

تھا۔

ہال کمرے میں پہنچ کر اس نے باہر جانے کی بجائے ''فلائیٹ ارائیول''.....کا رخ کیا اور ایک منٹ بعد وہ ٹرمینل کے اس حصے میں موجود تھا جہاں برٹش ایئرویز کی فلائٹیں اترا کرتی تھیں۔

مہمانوں کو لینے آئے میزبانوں کی بھیڑ ابھی تک پرسکون تھی کیونکہ ٹرمینل کے اس طرف ابھی دوسری سمت ٹوٹنے والی قیامت کی اطلاع نہیں پہنچی تھی۔

پھر جانے کیسے یہ اطلاع اس طرف بھی آ گئی اور اس کے دیکھتے ہی دیکھتے یہاں بھی مسافروں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ شاید اس کی وجہ اس طرف سکیورٹی والوں کی یلغار تھی۔ پانچ چھ سکیورٹی والے جنہوں نے ہاتھوں میں ''واکی ٹاکی'' پکڑ رکھے تھے' اچانک ہی یہاں چلے آئے تھے۔ گو کہ انہوں نے اپنی زبان میں کچھ نہیں کہا تھا لیکن دوسری طرف سے آنے والے ایک مقامی ملازم نے شاید یہ خبر مجمع کو منتقل کر دی تھی۔ جس کے بعد یہاں افراتفری فطری بات تھی۔

حماد ان سب باتوں سے لاپرواہ بڑے اطمینان سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کار پارکنگ لاؤنج کی طرف جا رہا تھا۔

عارضی پارکنگ کی قطار میں اس نے چھوٹی سی نیلے رنگ کی ڈاج گاڑی پہچان لی تھی اور اب ادھر کا رخ کیا تھا۔

''ہائے مائیکل'' کار کی اگلی نشست پر بیٹھی لڑکی نے اس کی شکل پر نظر پڑتے ہی دروازہ کھولا اور دیوانہ وار اس کی طرف لپکی۔

''ہائے ڈیبی'' حماد نے بالکل امریکی لہجے میں اسے جواب دیا۔

دونوں نے خالصتاً امریکی انداز میں ایک دوسرے سے چمٹ کر معانقہ کیا اور تب تک ایک دوسرے سے چمٹے رہے جب تک پچھلی کار والے نے ہارن دے کر انہیں وقت گزرنے کا احساس نہ دلا دیا۔

دونوں نے معذرت خواہانہ انداز میں ادھر دیکھا لیکن دوسری طرف سے مسکراہٹ ان کی منتظر تھی۔

O

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ڈیبی نے ڈرائیونگ سیٹ خود سنبھال لی تھی اور وہ کار کو اڑاتی ہوئی پارکن سٹریٹ تک لائی تھی۔ جہاں کار کھڑی کر کے اس نے حماد کا ہاتھ تھاما اور اسے قریباً کھینچتی ہوئی اپنے پارٹمنٹ تک لائی..... یہاں پہنچ کر اس نے فون پر اپارٹمنٹس کی بوڑھی انچارج خاتون کو بلا لیا تھا۔ دو بڑے اٹیچی کیس پہلے سے بندھے پڑے تھے۔ آج وہ اپارٹمنٹ خالی کر کے جا رہی تھی کیونکہ اسے کیلیفورنیا یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا تھا اور اب وہ کیلیفورنیا جا رہی تھی۔

اپارٹمنٹ کی بوڑھی انچارج مسز مارتھا کے آنے تک حماد اپنے کپڑے اور حلیہ تبدیل کر چکا تھا۔

بوڑھی میزبان خاتون نے دعاؤں' نیک تمناؤں اور ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ ڈیبی اور اس کے بوائے فرینڈ کو رخصت کیا۔ دونوں نے ایک ایک اٹیچی کیس اٹھا رکھا تھا۔ جب کہ حماد کے دوسرے ہاتھ میں ایک ٹریش بیگ بھی تھا۔ جس میں وہ سارے گھر کی فالتو چیزیں اور وہ وردی بھی موجود تھی جو ابھی تک اس کے جسم کا حصہ بنی رہی تھی۔

دونوں دوبارہ کار تک آئے۔ اٹیچی کیس انہوں نے کار کی ڈگی میں رکھ دیئے تھے جو بڑی مشکل سے پورے آئے تھے۔ ٹریش بیگ انہوں نے پچھلی سیٹ پر رکھ دیا۔

اپنے اپارٹمنٹ سے قریباً پانچ میل کے فاصلے پر ٹریش بیگ ایک بڑے ''بن'' میں پھینک کر وہ ''لوگاڈیا ایئرپورٹ'' کی طرف چل دیئے۔ ''ڈیلٹا ایئرلائن'' کے ٹرمینل کے سامنے رک کر انہوں نے سامان اتارا۔ اس درمیان حماد ایک ریڑھی ڈالر مشین میں ڈال کر نکال چکا تھا۔ دونوں اٹیچی کیس اور ہینڈ بیگ انہوں نے ٹرالی پر رکھ لئے۔

ڈیبی دوبارہ کار میں واپس آئی۔

حماد وہیں کھڑا رہا جب کہ اس کی ساتھی ایئرپورٹ ہی کے دوسرے پارکنگ لاؤنج کی طرف روانہ ہو گئی۔

یہاں پہنچ کر اس نے ''رینٹ اے کار'' والے حصے میں گاڑی پارک کر دی۔ چند منٹ بعد وہ کار مالکان کو کار کا کرایہ ادا کر کے انہیں مطمئن کرنے کے بعد ''پارکنگ چینل سروس'' کی بس کے ذریعے ڈیلٹا ایئرلائن کے ٹرمینل کی طرف جا رہی تھی۔

اس کے وہاں پہنچنے تک حماد نے دونوں اٹیچی کیس ''چیک ان'' کروا دیئے تھے۔ دونوں

بورڈنگ کارڈ ہاتھ میں پکڑے وہ ڈیبی کا منتظر تھا۔ ایک مرتبہ پھر انہوں نے امریکی انداز میں ایک دوسرے کا استقبال کیا اور ایک دوسرے کا بازوؤں کا سہارا لیتے اس گیٹ کی طرف روانہ ہو گئے جہاں سے انہوں نے جہاز میں سوار ہونا تھا.....!

پندرہ بیس منٹ بعد ڈیلٹا ایئرلائن کی ایک بوئنگ پرواز میں وہ کیلیفورنیا کے شہر سیکرامنٹو کی طرف محو پرواز تھے۔ ''ڈیلاس'' پر انہوں نے جہاز تبدیل کر لیا اور جب آٹھ گھنٹے کے طویل سفر کے بعد وہ سیکرامنٹو پہنچے تو یہاں صبح طلوع ہو رہی تھی۔

O

جہاز حسب روایت بروقت ایئرپورٹ پر پہنچا تھا۔

دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس ہال کمرے میں آئے تھے جہاں جہاز کے بقیہ مسافر اپنا اپنا سامان وصول کر رہے تھے۔ ہال کمرے پر طائرانہ نظریں دوڑانے کے بعد حماد اور ڈیبی اس خالی فوم کے بنچ پر جا بیٹھے جس کے بالکل سامنے باہر جانے کے دروازے کھلتے تھے۔ ان کے دائیں ہاتھ مختلف ایئرلائنوں کے ٹکٹ کاؤنٹر موجود تھے۔ قریباً ہر کاؤنٹر اس وقت مصروف نظر آ رہا تھا۔

دونوں کبھی کبھی کن انکھیوں سے انہی کاؤنٹر کی طرف دیکھ لیتے تھے۔ شاید انہیں کسی کا انتظار تھا۔ اچانک ہی ڈیبی نے حماد کے کندھے پر ہاتھ کا دباؤ بڑھایا۔ انہوں نے امریکن ایئرائن والے کاؤنٹر سے ایک مسافر کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ حماد کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔

آنے والے نے اپنے سر پر یہودیوں کے انداز میں ہیٹ سجا رکھا تھا۔ اس کی گھنی ڈاڑھی اور لمبا کوٹ اس کے یہودی ہونے کی چغلی کھا رہے تھے۔

یہ حسن تھا.....!!

حسن طلال ..... ان کا مقامی ساتھی۔ حماد نے حسن طلال کے بنائے منصوبے کے مطابق ہی عمل کیا تھا اور کامیاب واپس لوٹا تھا۔

''الحمدللہ مبارک باد'' حسن نے ان کے نزدیک پہنچ کر بے تکلفی سے سلام کرنے کے بعد بالکل یہودیوں کے سے انداز میں بغل گیر ہو کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اس نے ڈیبی کی طرف دیکھ کر بطور خاص اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ ڈیبی نے جواب میں صرف کندھے اچکانے پر اکتفا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کیا۔اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے تھے اور اب وہ شکل سے ایک کھلنڈری طالبہ دکھائی دے رہی تھی۔

حسن ان کے درمیان بیٹھ گیا تھا۔اس نے وہاں بیٹھے بیٹھے بڑے نامحسوس انداز میں اپنے چھوٹے سے بیگ سے ایک لفافہ نکال کر حماد کی طرف بڑھا دیا۔حماد جانتا تھا۔اس لفافے میں کیا ہے۔

''ہمیں چلنا چاہئے۔'' حسن نے سامنے دیوار سے لگی الیکٹرک واچ پر نظریں ڈالتے ہوئے کہا۔

''فی امان اللہ'' حماد نے آہستہ سے سرگوشی کی۔

''گڈ لک'' ڈیبی نے اس سے گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد حسن اور ڈیبی سامنے والے ایگزٹ سے باہر جا رہے تھے جبکہ حماد اپنی جگہ آرام سے بیٹھا رہا۔حسن اپنے ساتھ جو چھوٹا سا سوٹ کیس لایا تھا وہ اس کے قدموں میں دھرا تھا۔اسی طرح اس کا بیگ بھی بدل چکا تھا اور حسن اس کا بیگ لے جا کر اپنا بیگ یہاں چھوڑ گیا تھا۔

دونوں کی روانگی سے چند منٹ بعد ہی اس نے لفافے میں موجود ڈالروں کے اوپر رکھی امریکن ایئر لائن کی ٹکٹ دیکھی۔اس کی فلائیٹ آدھ گھنٹہ بعد اسی ایئر پورٹ سے روانہ ہونے والی تھی۔اس مرتبہ اس کی منزل لاس اینجلس تھی۔

O

کچھ سوچتے ہوئے وہ اٹھ کر امریکن ایئر لائن کے کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔اپنا اٹیچی کیس اس نے ''چیک ان'' کر دیا اور بورڈنگ کارڈ لے کر انہی برقی سیڑھیوں کی طرف چل دیا۔جن کے ذریعے دونوں تھوڑی دیر پہلے نیچے آئے تھے۔سات گھنٹے کے مسلسل سفر نے اسے تھکا دیا تھا لیکن کیا مجال جو اس کے چہرے سے تھکاوٹ کے آثار ظاہر ہوتے ہوں۔وہ ہشاش بشاش نوجوانوں کی طرح بے فکری سے مخالف سمت کی برقی سیڑھیوں پر تیز تیز قدم دھرتا ایئر پورٹ ٹرمینل بلڈنگ میں دوبارہ داخل ہو گیا۔اس مرتبہ وہ بارہ نمبر گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔گیٹ کے سامنے موجود کرسیوں پر اس پرواز سے جانے والے کچھ مسافر بیٹھے تھے۔حماد نے ادھر کا رخ کرنے کے بجائے گیٹ نمبر بارہ سے ملحقہ چھوٹی سی بار کا رخ کیا اور وہاں سے سوڈے کا بڑا کپ اور ایک

شوگر لیس چاکلیٹ لے کر گیٹ کے سامنے والی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔امریکی نوجوانوں کے انداز میں اس نے چاکلیٹ کے ساتھ سوڈے سے لطف اندوز ہونا شروع کر دیا۔

امریکن ایئر لائن کے کاؤنٹر پر موجود مستعد عملے نے جہاز کی بروقت روانگی کا اعلان کر کے اب مسافروں سے جہاز میں جانے کی درخواست کر دی تھی۔وہ جہاز میں داخل ہونے والا شاید یہاں موجود آخری مسافر تھا۔کیونکہ اس کے بعد آنے والے قریباً بھاگتے ہوئے یہاں تک آئے اور پھر جہاز میں داخل ہوئے تھے۔

سوا گھنٹے کی فلائیٹ نے اسے لاس اینجلس پہنچا دیا۔

اپنا بیگ وصول کرنے کے بعد وہ بڑے اطمینان سے باہر آ گیا۔دروازے کے سامنے بنی سڑک کی پٹڑی پر کھڑے ہو کر اس نے پارکنگ چینل سروس کی بس کا انتظار شروع کیا۔چند منٹ بعد ہی وہ پارکنگ چینل سروس کے ذریعے پارکنگ لاٹ کے ڈی ایریا میں پہنچ گیا تھا۔

ڈی ایریا میں اتر کر اس نے حسن کے بیگ کی اگلی جیب سے چابیاں اور پارکنگ ٹکٹ نکالا اور بڑے اطمینان سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ڈی ایریا کے شمال کی سمت میں موجود کاروں کی لائن تک پہنچ گیا۔مٹیالے رنگ کی شیورلیٹ کار ایک کونے میں موجود تھی۔

یہ اس کی اپنی کار تھی جسے حسن یہاں چھوڑ گیا تھا اور سیکرامنٹو ایئر پورٹ پر اسے اگلے پلان سے مطلع کرنے کے بعد اس سے الگ ہوا تھا۔اس نے اپنا سامان کار کی ڈگی میں رکھا اور کار اسٹارٹ کر کے باہر آ گیا۔قاعدے کے مطابق اس نے پارکنگ فیس ادا کی اور ایکسپریس وے سے گزرتا ہوا اب ہائی وے پر آ گیا۔اس کی منزل نزدیکی شہر پوماناتھی۔

☆☆☆

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

موساد

پوما نا کے ایسٹ ایرو میں اس نے پانچویں ایونیو پر اپنی گاڑی پارک کی۔ یہ اس کی مخصوص پارکنگ تھی اور اپنے فلیٹ میں پہنچ گیا۔ سب کچھ جوں کا توں موجود تھا۔ بالکل یوں ہی جیسے وہ معمول کے مطابق ویک اینڈ گزار کر آیا ہے۔ اپنے فون سے اس نے سان فرانسسکو کا ایک نمبر ملایا۔ فون سننے والے نے اس کی خیریت معمول کے مطابق دریافت کرنے کے بعد اسے جاگنگ کرنے کا مشورہ دیا اور فون بند کر دیا۔

حماد نے ''جاگنگ'' کے اس مشورے پر چند منٹ بعد ہی عمل کیا اور ٹریک سوٹ پہن کر باہر آ گیا۔ بھاگتا ہوا وہ گھر کے نزدیک اس فون بوتھ پر پہنچا۔ جہاں وہ اکثر آیا کرتا تھا۔ اسی بوتھ میں کارڈ ڈال کر اس نے سان فرانسسکو کا نمبر ملایا لیکن یہ کسی گھر کا نہیں بلکہ ایسے ہی ایک ٹیلی فون بوتھ کا نمبر تھا جو سان فرانسسکو کے بی ایریا میں نصب تھا۔

فون اس شخص نے ریسیو کیا جس نے حماد کو جاگنگ کا مشورہ دیا تھا۔

''لندن والے مہمان خیریت سے گھر پہنچ گئے ہیں۔'' اس نے حماد کو مطلع کیا۔ ''لیکن ان لوگوں نے نیویارک اور واشنگٹن میں دوستوں پر کڑی نظر رکھی ہوئی ہے۔ فی الوقت کسی سے رابطے کی ضرورت نہیں۔ لائن کلیئر ہونے پر تمہیں مطلع کر دوں گا۔''

دونوں پندرہ بیس منٹ باتوں میں مصروف رہے۔ حماد نے خدا حافظ کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا کیونکہ ایک خاتون اب اس بوتھ کی طرف آ رہی تھی۔

اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں حماد کے ساتھی کا فون ''بگ'' نہ کیا جا رہا ہو، وہ لوگ ضروری گفتگو کے لئے یہی محفوظ طریقہ استعمال کرتے تھے۔ حماد گھر واپس آ گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ رات کی خبروں میں نیویارک ایئرپورٹ پر اسرائیلی سفارتی مشن کے نمائندے مسٹر شمعون کے

قتل کی خبر سن رہا تھا۔

خبریں پڑھنے والی خاتون کہہ رہی تھی کہ امریکہ کی گزشتہ بیس سالہ تاریخ میں کسی نے پہلی مرتبہ اتنی دیدہ دلیری سے امریکی سکیورٹی سسٹم کو چیلنج کرنے کی جرأت کی تھی۔ ایف بی آئی کو شک تھا کہ مقامی ایئرپورٹ انتظامیہ میں قاتل کا ساتھی ضرور موجود ہے جس کی مدد سے اس نے قتل کی واردات کی اور جس محفوظ راستے سے وہ آیا اور پھر فرار ہوا ہے وہ بھی کسی عام شخص کے تصور میں نہیں آ سکتا۔ خبروں میں ہوائی جہاز کے کچھ مسافروں کے انٹرویوز بھی نشر کئے گئے تھے اور بتایا گیا تھا کہ ایک گھنٹے بعد برٹش ایئرویز کی اس پرواز کو روانگی کی اجازت مل گئی تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے ٹی وی کا سوئچ آف کیا اور لمبی تان کر سو گیا۔

O

یکم جولائی 48ء کی ایک شام کا ذکر ہے ابھی ''موساد'' (اسرائیلی انٹیلی جنس) کا باقاعدہ قیام عمل میں نہیں آیا تھا جب یروشلم سے تل ابیب جانے والی شاہراہ پر واقع ایک گاؤں ''بیت جیز'' کے مکینوں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ گزشتہ تین روز سے گاؤں کے مکین جنگ کی تباہ کاریوں کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اس گاؤں پر یہودی قابض تھے اور عربی فوجیں یہاں اکثر حملہ کرتی تھیں۔

گاؤں کے ایک کونے میں موجود چار سو سال پرانے زیتون کے درخت کے سامنے ایک ٹرک آ کر رکا۔ یہ زاہل اسرائیلی ڈیفنس فورس کے لوگ تھے۔ کچھ نے خاکی وردی پہن رکھی تھی اور باقی معمول کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان کی مشترکہ شناخت یہی تھی کہ یہ یہودی تھے۔ وگرنہ ان سات میں سے ہر ایک کا تعلق الگ الگ ملک سے تھا صرف دو مقامی یہودی تھے۔

14 مئی کو اس گاؤں کے لوگوں کو یہودی فوج نے مطلع کیا تھا کہ گاؤں پر اسرائیلی فوج نے قبضہ کر لیا ہے جس کا مقابلہ اب اُردن، شام، عراق، مصر اور لبنان کی مشترکہ فوج سے ہو رہا تھا۔ فلسطینی ''یہودیوں کے لئے موت'' کے نعرے کے ساتھ اس جہاد میں شامل تھے۔

16 مئی سے یہاں باقاعدہ جنگ جاری تھی۔ 11 جون کو جب وقتی طور پر سیز فائر کا اعلان ہوا تو گاؤں کے مکینوں نے سکھ کا سانس لیا لیکن یہ سیز فائر شاید تھکا دینے والی دوڑ کے بعد ایک لمبا سانس لینے کی مہلت تھی۔ عرب خود کو آرگنائز کر کے ایک مرتبہ پھر بن گوریان کی کمان میں

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

موجود اسرائیلی فوجوں پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہے تھے۔

دوسری طرف بن گوریان کے ساتھی نازی کیمپوں سے بچنے والے یہودی فوجیوں کو دھڑا دھڑ اسرائیل پہنچا کر اسرائیل کی فوجی قوت کو مضبوط کر رہے تھے۔

تل ابیب اور یروشلم کے درمیان پہاڑی علاقے میں جنگ ایک لمحے کے لئے بھی نہیں رکی اور بالآخر اُردن کے شاہ عبداللہ کی کمان میں موجود ہاشمی فوج کے جیالوں نے یہودی افواج کے پنجہ استبداد سے یروشلم کے پرانے شہر کو آزاد کروالیا۔ اب یہاں اُردن کا پرچم لہرا رہا تھا۔

یروشلم شہر کے ایک حصے میں محصور یہودی فوجیوں کے لئے تل ابیب سے کمک روانہ کی جا رہی تھی لیکن یہودی کمانڈر چکرا کر رہ جاتا۔ وہ لوگ جب بھی کسی محفوظ راستے سے کمک یروشلم پہنچانے کی کوشش کرتے اچانک کسی پہاڑی سے عرب گوریلے نمودار ہوتے اور یہودی کنوائے کو تہس نہس کر کے رکھ دیتے۔

مقامی کمانڈر کو اب یقین ہو چلا تھا کہ ان کی صفوں میں کوئی آستین کا سانپ ضرور موجود ہے۔

لیکن.....!

وہ کون ہے؟

یہی تھا وہ سوال جس کا جواب انہیں نہیں مل رہا تھا۔ بالآخر فوجی انٹیلی جنس میں ''ہگانہ'' (یہودی انٹیلی جنس یونٹ) نے اس گھر کے بھیدی کا سراغ لگا لیا۔

یہ کیپٹن میئر ٹوبینکی تھا۔

اسرائیلی فوج کا مایہ ناز کمانڈو۔ جس نے برٹش آرمی میں قابل قدر خدمات انجام دی تھیں اور جو ''ہگانہ آرمی'' میں احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ کیپٹن ٹوبینکی پر ''ہگانہ'' کی نگاہ کیوں ٹھہری؟ اس کا کوئی واضح سبب کبھی کسی کے سامنے نہ آ سکا۔ ٹرک میں سوار فوجیوں نے کیپٹن کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے درخت کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی مقامی کمانڈر نمودار ہوا۔ اس نے فائرنگ سکواڈ کو ٹوبینکی کو ختم کر دینے کا حکم دے دیا۔

ایک قطار میں کھڑے چھ یہودی فوجیوں نے ایک ساتھ گولیاں چلائیں اور کئی گولیاں کیپٹن ٹوبینکی کے جسم میں داخل ہو گئیں۔ اس کے جسم سے خون فوارے کی طرف ابلا اور وہ بغیر کوئی

آواز نکالے کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین بوس ہو گیا۔

گاؤں کے عرب اور یہودی مکین بڑی حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کسی اسرائیلی غدار کو شاید پہلی مرتبہ سزائے موت پاتے دیکھا تھا۔ فوجیوں نے اس کے مردہ جسم کو گھسیٹ کر ایک ترپال میں لپیٹا اور ٹرک میں پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی ٹرک دوبارہ سٹارٹ ہوا اور جس طرف سے وہ لوگ آئے تھے اسی طرف چل دیئے۔

کیپٹن ٹوبینکی کی موت کی خبر جب آئزر بیری تک پہنچی تو اس نے اپنی ''ڈائری'' میں ''مشن مکمل ہوا'' کے الفاظ لکھے اور کیپٹن ٹوبینکی کی فائل پر ریمارکس لکھ کر فائل ایک طرف رکھ دی۔

یہ آئزر بیری تھا جس کے حکم پر کیپٹن ٹوبینکی کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

O

پولینڈ نژاد یہودی آئزر بیری 20 سال کی عمر میں 1901ء میں پہلی مرتبہ فلسطین آیا۔ وہ اس یہودی تحریک کا خفیہ جانثار تھا جو بڑی خاموشی سے ایک سازش کے تحت دنیا بھر سے یہودیوں کو فلسطین پہنچ کر آباد ہونے کا مشورہ دیا کرتی اور پھر اس کا بندوبست بھی کرتی تھی۔

آئزر بیری نے حیفہ سے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک راج مستری کی حیثیت سے کیا' جلد ہی اس نے اپنی کنسٹرکشن کمپنی قائم کر لی لیکن چند سالوں میں اس کا دیوالیہ نکل گیا تو آئزر بیری پولینڈ واپس آ گیا۔

یکا یک اس کی زندگی میں انقلاب آیا اور 1938ء میں جب وہ دوبارہ اسرائیل آیا تو وہ یہودیوں کی خفیہ فوج کا جانثار سپاہی تھا۔ 1948ء میں جب اسرائیل کا ناپاک وجود قائم ہوا تو آئزر بیری لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پر ترقی پا چکا تھا اور ''ہگانہ'' (یہودی فوج) کی انٹیلی جنس سروسز ''شائی'' کا چیف بن گیا۔ مکاری میں یکتائے روزگار ہونے کے سبب وہ خفیہ امور کا چیمپئن سمجھا جاتا تھا اور اس کا شمار ہگانہ کے معزز ترین افسران میں ہوتا تھا۔

اسرائیل کے قیام کے ساتھ ہی جنگ کا آغاز ہو گیا تو اسرائیل کی بقا کی ذمہ داری بھی ایک طرح سے آئزر کے کندھوں پر آن پڑی۔ اس پر ہر طرف سے دباؤ بڑھ رہا تھا۔ ''شائی'' کے چیف ہونے کی حیثیت سے اس کی ذمہ داریوں میں بے پناہ اضافہ ہو چکا تھا' لیکن دبلے پتلے اور لمبے قد کے آئزر بیری نے جیسے حالات سے شکست کھانا سیکھا ہی نہیں تھا۔ اس نے چند دنوں کے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اندر ہی اندر اپنے ایجنٹوں کا جال دور دور تک پھیلا دیا۔

یروشلم پر قبضے کے بعد سے یہودی یہاں سے اُردنی افواج کو نکالنے کے لئے جان توڑ کوششیں کر رہے تھے لیکن جیسے ہی وہاں محصور اسرائیلی فوجیوں کو کمک پہنچانے کی کوشش کی جاتی اُردنی توپ خانہ حرکت میں آ جاتا۔ رات کے اندھیرے میں بھی جب بظاہر بہت محفوظ اور یہودیوں کے زیر تسلط علاقے سے کوئی یہودی کنوائے گزرنے کی کوشش کرتا تو اُردنی توپوں کے گولے بلائے ناگہانی کی طرح ان پر گرنے لگتے۔

اس کا مطلب یہی تھا کہ اسرائیلی لائنز میں کوئی جاسوس موجود ہے جو عربوں کو یہودی فوج کی نقل و حرکت سے آگاہ کر رہا ہے۔ اس صورت حال نے بن گوریان کو پریشان کر رکھا تھا۔ ایک روز تنگ آ کر اس نے آئزر بیری کو اپنے دفتر میں طلب کیا۔

''تم کیا جھک مار رہے ہو جاؤ اور سب کام چھوڑ کر پہلے اس غدار کو تلاش کرو جس کی وجہ سے ہمیں ذلت کا سامنا ہو رہا ہے۔''

اس نے غصیلے لہجے میں آئزر بیری کو حکم دیا تھا۔

آئزر کے ایجنٹوں نے جلد ہی کیپٹن ٹوبینکی کی نشاندہی کر دی۔ کیپٹن کے متعلق ان لوگوں کو بتایا گیا کہ وہ برٹش آرمی میں سروس کے دوران بھی بلا کا شرابی تھا اور عین ممکن ہے کہ اب بھی یہی عادت یہودیوں کی تباہی کا باعث بن رہی ہو۔ برٹش آرمی کے ذریعے اسرائیلی فوج کے راز عربوں تک پہنچ رہے تھے۔

30 جون کو آئزر بیری نے اپنے ایک قابل اعتماد ساتھی کے ذریعے سے جب ٹوبینکی کے متعلق اطلاعات حاصل کر لیں اور اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ جاسوس ہے تو اس نے ٹوبینکی کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔

O

''شائی'' کے ایجنٹوں نے ٹوبینکی کو اس کے گھر سے اس کی بیوی ''لینا'' کی موجودگی میں اغوا کیا اور اسے بتایا کہ وہ کیپٹن ٹوبینکی کو تھوڑی دیر کے لئے لے جا رہے ہیں۔

یہ میاں بیوی کی آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد ''لینا'' کو کبھی علم نہ ہو سکا کہ اس کے خاوند پر کیا گزری۔ اس نے پولیس میں خاوند کے اغوا کی رپورٹ درج کرائی اور پولیس سے مدد

مانگی لیکن پولیس بھی اس معاملے میں بے بس تھی۔

بالآخر ایک روز سرکاری طور پر اس کے خاوند کی موت کی تصدیق کر دی گئی اور اخبارات نے خبریں شائع کیں کہ اسے جاسوسی کے الزام میں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

ٹوبینکی کی بیوی ایک کٹر یہودن تھی اور اس داغ کو اپنے دل پر لے کر مرنا نہیں چاہتی تھی کہ وہ ایک غدار یہودی افسر کی بیوی ہے جس نے ایک بیٹے کو بھی جنم دیا ہے۔ اسے یقین تھا کہ اس کا خاوند بے گناہ ہے وہ کبھی اپنے وطن سے غداری نہیں کر سکتا۔ لینا نے ایک ایک کر کے اپنے آنجہانی خاوند کے دوستوں کی مدد سے عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانے شروع کئے۔ اس ضمن میں اس نے وزیر اعظم بن گوریان سے ملاقات کی اور اسے قائل کر لیا کہ اس کے خاوند کو افراتفری میں سزاوار ٹھہرایا گیا اور صفائی کا موقع بھی نہیں دیا گیا۔

بن گوریان نے ذاتی طور پر اس معاملے میں دلچسپی لی اور اسے لینا کی بات کا قائل ہونا پڑا اور اس نے لینا اور اس کے بیٹوں کو نہ صرف سرکاری مراعات دینے کا اعلان کیا بلکہ اس کی درخواست پر ایک اعلیٰ عدالت میں اس مقدمے کو پھر سے زندہ بھی کروا دیا۔

آئزر بیری اس مقدمے میں ملزم کی حیثیت سے پیش ہوتا رہا۔ اس نے عدالت کو بتایا کہ جن حالات میں یہ سزا دی گئی ہے وہ بڑے ہنگامی حالات تھے اور عین ممکن ہے کہ اس نے اندازے کی غلطی کی ہو لیکن اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔

عدالت نے اس کی بے رحمی پر ریمارکس دیتے ہوئے کہا کہ جب مرنے سے پہلے کیپٹن ٹوبینکی نے اپنی آخری خواہش ظاہر کی کہ آخر وہ 20 سال سے ''ہگانہ'' کی خدمت کر رہا ہے کم از کم ایک خط اس کے بیٹے کو لکھنے کی اجازت تو دی جائے لیکن آئزر نے اس کی یہ خواہش بھی پوری نہ کی۔

عدالت نے آئزر بیری کو قصوروار ٹھہراتے ہوئے غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک قید کا حکم سنایا۔

لیکن.....

اس حکم پر عمل درآمد کبھی نہ ہو سکا کیونکہ اس وقت کے اسرائیل صدر چیم ویزمین نے صیہونیت کے لئے اس کی عظیم خدمات کے عوض نہ صرف اس کی سزا معاف کر دی بلکہ اس کی سروسز

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

بھی بحال رہیں۔

بات کچھ بھی رہی ہو اس کی پبلک لائف ختم ہوگئی تھی اور 1958ء میں وہ بڑی پژمردہ زندگی گزارنے کے بعد بالآخر ایک روز دل کے دورے سے مر گیا۔

O

آئزبیری کی موت ''موساد'' کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے لیکن اسے حسن اتفاق کہئے کہ اس کے ہم نام آئزر ہیرل نے اس کے بعد ''موساد'' کی کمان سنبھال لی اور اپنے پیشرو کی طرح اسرائیلی انٹیلی جنس کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

پانچ فٹ آٹھ انچ لمبے آگاتھا کرسٹی کے ناولوں کے شوقین آئزر ہیرل نے 1930ء میں روسی ریاست لٹویا سے راہ فرار اختیار کی اور اسرائیل میں آباد ہوا۔ وہ اتنی چالاکی اور معصومیت سے برٹش کسٹم کے راستے اسلحہ اسرائیل میں یہودی فوج کو سمگل کرتا رہا کہ آج بھی برٹش سوچ کر پریشان ہو جاتے ہیں۔

یورپی اور امریکن انٹیلی جنس کے لوگ اسے ''آئزر دی لٹل'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آئزر ہیرل نے اپنی سروس کا آغاز اسرائیل کی کاؤنٹر انٹیلی جنس ''شن بیتھ'' سے کیا اور جب اسے ''موساد'' کے چیف کی ذمہ داریاں سونپی گئیں تو وہ ''شن بیتھ'' کا چیف تھا جس کی ترقی یافتہ شکل الیا بیتھ "Aliyah Beth" کا وہ بانی ہے جسے اس نے ''کے جی بی'' کی طرز پر کاؤنٹر جاسوسی کے لئے قائم کیا تھا۔

آئزر دی لٹل نے موساد کی کمانڈ سنبھالتے ہی اس میں انقلابی تبدیلیاں کیں اور مروجہ جاسوسی نظریات کو یکسر رد کر کے الگ سے ''جاسوسی سکول آف تھاٹ'' قائم کیا۔ اس نے نہ صرف موساد کو اسرائیل سے نکال کر دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا بلکہ اس میں باقاعدہ ایسے ''ڈیتھ سکواڈ'' قائم کئے جو دنیا کے کسی بھی حصے میں دہشت گردی پھیلانے میں ماہر اور فلسطینی حریت پسندوں کو دنیا بھر میں چن چن کر قتل کرنے میں شہرت رکھتے ہیں۔ موساد کے ایک ایسے ہی ڈیتھ سکواد کی کمانڈ کیپٹن ٹوبینکی کے بیٹے الفریڈ کے ہاتھ میں تھی جو آئزر دی لٹل کی خصوصی ''چوائس'' تھا اور جسے اس نے اپنے زیر سایہ بے گناہ اور معصوم فلسطینیوں کے قتل عام کی خصوصی تربیت دی تھی۔

الفریڈ نے شمعون کی کمانڈ میں اپنی سروس کا آغاز کیا تھا اور ترقی کرتے کرتے اس کے

نائب کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ شمعون کی موت کی خبر اسے حیفہ میں اپنے امریکہ میں موجود خصوصی ایجنٹ کے ذریعے موصول ہوئی تھی اور اس نے قسم کھائی تھی کہ اپنے سابقہ آنجہانی استاد شمعون کی موت کا بدلہ ضرور لے گا۔

O

''موساد'' کے ہیڈ کوارٹر میں وہ اس وقت بریگیڈیئر شمیر کے سامنے بیٹھا تھا۔ اسے امریکہ سے وطن واپس لوٹے ابھی صرف ایک ماہ ہی گزرا تھا جب شمعون کے ساتھ یہ حادثہ گزر گیا۔ کسی حد تک وہ خود کو شمعون کی موت کا ذمہ دار قرار دے رہا تھا کیونکہ اس کی امریکہ میں غیر موجودگی کے دوران یہ حادثہ پیش آیا تھا۔

بریگیڈیئر شمیر ڈیتھ سکواڈ کا سربراہ تھا۔ دنیا بھر میں موجود موساد کے تربیت یافتہ قاتل اسرائیلی وزیراعظم کے بعد صرف اس کو اپنے کسی بھی عمل کے لئے جوابدہ تھے ورنہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں تھے۔

''شمعون کی موت ایسا واقعہ نہیں جسے آسانی سے نظر انداز کیا جا سکے۔'' بریگیڈیئر شمیر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''میں جانتا ہوں سر! وہ میرے استاد اور محسن بھی تھے۔'' الفریڈ کو ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس کی آنکھوں میں براہ راست جھانک کر بات کر سکے۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ تمہارے لڑکے وہاں جھک مارتے رہے اور اک معمولی سا لونڈا ہاتھ دکھا گیا۔'' شمیر کا پارہ آسمان کو چھو رہا تھا۔ ''غضب خداوند کا کہ اتنا اہم آدمی جس فلائیٹ سے سفر کر رہا ہو اس پر کسی کو نگران مقرر نہیں کیا گیا۔''

''سر! انہوں نے پہلی مرتبہ ایل۔ اَل (اسرائیلی ایئر لائن) کے بجائے کسی دوسری ایئر لائن سے سفر کیا تھا۔ میں نے بات کی ہے اور سر! ہائی کمیشن نے ہمیں مطلع بھی نہیں کیا تھا۔ شاید وہ کسی ایمرجنسی مشن پر جا رہے تھے اور انہیں پہلی مطلوبہ فلائیٹ سے فوری طور پر لندن پہنچنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اس میں ہمارا قصور نہیں ہے سر! ہم نے سختی سے یہ ہدایت کر رکھی ہے کہ کوئی بھی ''سفارت کار'' ایل۔ اَل کے علاوہ کسی دوسری ایئر لائن سے سفر نہ کرے۔ اگر ایسا ناگزیر ہو تو ہمیں اطلاع دے کر سفر کیا جائے۔ آپ جانتے ہیں اندرون امریکہ ہمارے فضائی دفاع کا نظام کتنا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

مضبوط ہے لیکن یہ ہمارے لوگ.....سی آئی اے اور ایف بی آئی کو اعتماد میں لینا ضروری سمجھتے ہیں۔'' الفریڈ نے تصویر کا دوسرا رخ بریگیڈیئر کو دکھانا چاہا۔

''بات کچھ بھی رہی ہو۔ یہ عظیم اسرائیل کی عزت کا مسئلہ ہے۔ اپنے ہر ممکن ذرائع سے قاتل کو تلاش کرو اور مار ڈالو۔ ان لوگوں نے لمبے عرصے کی خاموشی کے بعد یہ وار کیا ہے اور وہ بھی اتنا جان لیوا.....معلوم ہوتا ہے کمبخت دوبارہ صف بندی کر کے میدان میں آئے ہیں۔'' بریگیڈیئر صرف مطلب کی بات سننے کا عادی تھا۔

''آل رائٹ سر! میں کل ہی واپس جا رہا ہوں۔''

''وش یو آل دا بیسٹ بوائے۔'' بریگیڈیئر شمیر نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے تھپکی دینے کے انداز میں کہا۔

اگلے روز رات کو تل ابیب سے جانے والی ایل اَل کی جمبو پرواز کے ذریعے الفریڈ نیویارک کی طرف عازم سفر تھا۔

O

نیویارک کے پارک ایونیو پر واقع اس ٹریڈنگ کمپنی کے دفتر میں الفریڈ ڈائریکٹر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں سنبھالے بیٹھا تھا۔ وہ لوگ اپنے مخصوص میٹنگ روم میں اکٹھے ہوئے تھے۔ ٹریڈنگ کمپنی کی آڑ میں الفریڈ نے یہاں ''ڈیتھ سکواڈ'' کا مقامی یونٹ قائم کر رکھا تھا۔ جس کے ذریعے وہ امریکہ کے کونے کونے میں موجود اپنے ایجنٹوں کو کنٹرول کرتا تھا۔

اسرائیلی ہائی کمیشن نے اپنے اثر و رسوخ سے اب تک ایف بی آئی سے جو تفتیشی رپورٹیں حاصل کی تھیں وہ سب الفریڈ کے سامنے موجود تھیں۔

''جھک مار رہے ہیں یہ امریکی گدھے' اُلو کے پٹھے' ان کی تفتیش کی بنیاد ہی غلط ہے۔'' اس نے اپنے بائیں ہاتھ کی پشت سے فائلوں کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے وہاں موجود اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''یہ لوگ اس مفروضے کو بنیاد بنا کر تفتیش کر رہے ہیں کہ قاتل کوئی مقامی شخص ہے .....اور مقامی فلسطینی طلباء تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کسی فلسطینی نے ہی یہ حرکت کی ہے تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ نیویارک کا ہی مکین رہا ہو۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس کا تعلق کسی اور ریاست سے ہو۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ کسی دوسرے ملک سے آیا ہو اور اپنا کام کر

کے چلا گیا ہو۔ جن لوگوں کو ایف بی آئی نے انڈر ابزرویشن رکھا ہوا ہے۔ وہ تمام کے تمام قتل کے وقت کسی نہ کسی جگہ اپنی موجودگی کا ثبوت رکھتے ہیں اور یہ ثبوت بڑے مضبوط ہیں۔''

''سر! یہی تو شبے والی بات ہے۔ عین ممکن ہے کہ آپ کی یہ بات صحیح ہو اور قاتل کا تعلق نیویارک سے نہ ہو' لیکن ایک بات تو کسی حد تک واضح ہے کہ یہاں کسی نہ کسی کو اس بات کا علم رہا ہو گا۔ آپ ان رپورٹوں کو ایک مرتبہ پھر غور سے ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو علم ہو گا کہ پندرہ بیس مشتبہ فلسطینی نوجوان جو ایف بی آئی کی لسٹ پر موجود ہیں انہوں نے عین حادثے کے وقت اپنی کسی اور جگہ موجودگی ثابت کرنے کے لئے بڑے مضبوط ثبوت تیار کر رکھے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے انہیں بطور خاص ہدایت کی گئی ہو کہ وہ حادثے کے وقت اپنی مقام حادثہ سے غیر موجودگی کا ثبوت حاصل کر کے رکھیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان سب کو اعتماد میں لیا گیا ہو گا' لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ ان میں کسی نہ کسی کو اس منصوبے میں راز دار ضرور بنایا گیا ہو گا۔'' ایک ایجنٹ نے اپنی رائے پیش کی۔

O

الفریڈ نے چند ثانیے اس کے چہرے پر نظریں جمائیں شاید وہاں کوئی گمشدہ چیز تلاش کر رہا ہو۔

''ونڈر فل۔'' اچانک ہی وہ اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ''شاباش واقعی میرا ذہن اس طرف گیا ہی نہیں تھا۔ آل رائٹ! تم لوگ ایکٹو ہو جاؤ۔ اپنے اپنے کونٹکٹس استعمال کرو ہمیں اگلے اڑتالیس گھنٹے تک کوئی نہ کوئی رزلٹ حاصل کرنا ہے بہر صورت۔''

اپنی بات کے خاتمے پر اس نے ''ڈِس مس'' کہا اور سب لوگ ایک ایک کر کے دفتر کے مختلف دروازوں سے باہر نکل گئے۔

الفریڈ نے ان کی روانگی کے بعد ایک فون نمبر ملایا۔ دوسری طرف سے کوئی زنانہ آواز سنائی دی۔

''ہائے کیتھرائن کیسی ہو بھئی کہاں غائب ہو؟'' اس نے فون پر لڑکی کی آواز سنتے ہی پہچان لیا۔

''خیریت سر! کوئی خاص کام آن پڑا ہے کیا؟'' دوسری طرف سے استفسار کیا گیا۔

''ہاں۔ بہت خاص اور مجھے اسی وقت تمہاری ضرورت ہے۔'' الفریڈ نے فیصلہ کن

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

لہجے میں کہا۔

''آل رائٹ۔ میں کہاں آؤں۔''

''گھر پر چلی آؤ گپ شپ بھی رہے گی اور کام بھی''..... کہہ کر الفریڈ نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

O

کیتھرائن مقامی یہودن لڑکی تھی اور ایک بار میں بارٹنڈ کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ یہ تو اس کی اضافی جاب تھی۔ اصل تنخواہ اسے کسی اور کام کی ملتی تھی۔ کیتھرائن پہلے یہودن اور پھر امریکی تھی۔ اسے الفریڈ نے اعتماد میں لے کر ''موساد'' کے لئے کام کرنے پر رضامند کر لیا تھا اور کیتھرائن نے بڑی خوش دلی سے اسے قبول کر لیا تھا۔

اسے الفریڈ خاص مواقع پر ہی استعمال کرتا تھا۔ آج کل الفریڈ کے حکم پر ہی اس نے ایک شامی سٹوڈنٹ عبدل سے تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ عبدل کا آنا جانا فلسطینی نوجوانوں کے ہاں لگا رہتا تھا۔ یوں بھی اپنے انقلابی خیالات کی وجہ سے وہ فلسطینی نوجوانوں کے حلقے میں خاصا مقبول تھا۔ کیتھرائن اس سے اچانک ہی ''سب وے'' میں ٹکرا گئی تھی اور یہ ''اتفاقیہ ٹکراؤ'' پہلے دوستی پھر ناجائز مراسم اور اب محبت میں تبدیل ہو چکا تھا۔

اس نے عبدل سے اپنا تعارف ایک کرسچین لڑکی کی حیثیت سے کروایا تھا۔ جس کا باپ لبنانی اور ماں مقامی عورت تھی۔ عبدل کیتھرائن کو فلسطینیوں کی سب سے بڑی ہمدرد خیال کرتا تھا۔ اس نے بڑے فخر سے اس کا تعارف اپنے فلسطینی دوستوں سے کروایا تھا۔ گو کہ یہ سب محتاط لوگ تھے لیکن کیتھرائن نے انہیں بھی کسی حد تک شیشے میں اتار رکھا تھا۔ حالانکہ فلسطینی نوجوان اس سے زیادہ گھلتے ملتے نہیں تھے لیکن وہ اسے بائیں بازو کی ایک انقلابی اور بگڑی ہوئی لڑکی ضرور سمجھنے لگے تھے۔

عبدل سے گزشتہ پانچ روز سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ کل ''ویک اینڈ'' شروع ہو رہا تھا جس پر دونوں کو آپس میں بہرصورت ملنا تھا۔

یہی حکم اسے الفریڈ کی طرف سے ملا تھا۔

اس نے اپنی ہر ممکن کوشش سے اس سازش کا پتہ چلانا تھا جس کے تحت شمعون کو قتل کیا

گیا۔

''موساد'' کے ڈیتھ سکواڈ کو ہر صورت وہ شخص درکار تھا جس نے اتنا بڑا کارنامہ اتنی خاموشی سے انجام دے ڈالا اور وہ منہ ہی دیکھتے رہ گئے۔

O

یوں تو عبدل گزشتہ آٹھ ماہ سے کیتھرائن سے ملتا چلا آ رہا تھا لیکن آج جس بھرپور اور والہانہ انداز میں اس نے عبدل کا خیر مقدم کیا تھا وہ اس کے لئے واقعی نیا تھا۔

اتنی گرمجوشی کا مظاہرہ اس سے پہلے شاید ہی کیتھرائن نے کیا ہو۔

''مبارک ہو ایک موذی تو اپنے انجام کو پہنچا۔'' اس نے عبدل کے گلے کا ہار بنتے ہوئے اسے مبارک باد دی۔

''ارے ہاں! وہ خبر میں نے بھی سنی ہے۔ سنا ہے کوئی خاص آدمی تھا یہودیوں کا۔'' عبدل نے اس کی گرم جوشی کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''ایک نمبر کا حرامی تھا۔ میری ایک لبنانی دوست نے مجھے بتایا کہ یہ شخص اسرائیلی انٹیلی جنس کا کوئی افسر تھا اور انقلابیوں کا جانی دشمن۔ میں نے سنا ہے اس نے کئی انقلابیوں کو اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارا۔ مر گیا سالا..... اچھا ہوا..... ایسے بورژوائی درندوں کو خواہ ان کا تعلق کسی بھی قوم سے ہو، مر ہی جانا چاہئے۔'' وہ عبدل کے لئے پیگ تیار کرنے لگی۔

دونوں ایک دوسرے کے جسم کا حصہ بنے کیتھرائن کے گھر میں شراب نوشی کر رہے تھے اور شراب کے نشے میں دھت عبدل سے ابھی تک وہ کوئی ڈھنگ کی بات نہیں اگلوا سکی تھی۔

''میں نے سنا ہے آج کل یہ لوگ پھر ایکٹو ہوتے جا رہے ہیں۔'' اس نے ہوا میں تیر چلایا جو عین نشانے پر لگا۔

''ہاں کیلے فورنیا سے دو نوجوان آئے ہوئے تھے پچھلے دنوں۔ وہ یہاں پچھلا ویک اینڈ گزار کر گئے تھے۔'' عبدل نے نشے سے ڈگمگاتی آواز میں کہا۔

''اور اگلے ویک اینڈ پر وہ کتے کا بچہ مارا گیا۔'' کیتھرائن کے ہوش و حواس مکمل قائم تھے۔

''اور کیا۔'' عبدل نے ہچکی لی۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اس کے ساتھ ہی دونوں نے قہقہہ لگایا۔

اس سے زیادہ عبدل اسے کچھ نہ بتا سکا۔ لیکن کیتھرائن کے لئے یہ اطلاع بڑی دھماکہ خیز تھی۔

اس کا مشن کامیاب رہا۔

ساری رات وہ اس اہم اطلاع کے حصول پر عبدل کو اپنے جسم کی نذر بطور شکریہ گزارتی رہی۔

بائیں بازو کا انقلابی بے چارہ شامی نوجوان ساری رات کیتھرائن کے پہلو سے چمٹا اپنے انقلابی نظریات اس کے ذہن میں ٹھونسنے کے لئے کوشاں رہا۔ صبح دیر گئے وہ بیدار ہوئے۔ یہ ان کا پرانا معمول تھا۔ وہ اکثر ہفتے کی رات ایسے ہی گزارا کرتے تھے۔

عبدل کو رخصت کرنے وہ اس کی کار تک آئی تھی اور جس گرمجوشی سے اس نے عبدل کا استقبال کیا تھا' اس سے کچھ زیادہ ہی گرمجوشی سے اسے رخصت کر دیا۔

O

تھوڑی دیر بعد الفریڈ کے سامنے بیٹھی وہ اپنی رات کی کارگزاری پر اس سے شاباش وصول کر رہی تھی۔ اس اہم اطلاع پر کہ کیلیفورنیا کے دو نوجوانوں نے گزشتہ ویک اینڈ پر نیویارک میں فلسطینی نوجوانوں سے میٹنگ کی ہے۔ الفریڈ نے کیتھرائن کا بطور خاص اس انداز میں شکریہ ادا کیا تھا' جس طرح کیتھرائن نے عبدل کا۔

رخصت ہوتے وقت ڈالروں سے بھرا ایک لفافہ اس نے کیتھرائن کے ہینڈ بیگ میں اپنے ہاتھ سے ڈالا تھا اور اسے عبدل سے مزید تعلقات بڑھاتے چلے جانے کی تلقین کی تھی۔

کیتھرائن کے جانے کے بعد اس نے ٹیلی فون پر ایک نمبر ملایا۔

''ہائے ڈیوڈ! کیسے ہو بھئی؟''.....الفریڈ نے دوسری طرف سے ''ہائے'' سننے پر ہی ڈیوڈ کو پہچان لیا تھا۔

ڈیوڈ یہودی نژاد ایف بی آئی آفیسر اور ''موساد'' کا خصوصی ایجنٹ تھا۔ امریکہ کے ہر اہم محکمے اور پوسٹ پر ''موساد'' کے ''ہمدرد اور سورس'' موجود تھے۔ کسی بھی امریکی کے متعلق یہ اطلاع مل جانے پر کہ وہ یہودی ہے اور ''موساد'' کے کام کا آدمی ہے ''موساد'' کے لوگ فوراً اس

سے رابطہ قائم کرتے تھے اور آج تک ایسا شاید ہی کبھی ہوا کہ ان کی مراد بر نہ آئی ہو۔ یہودی کرہ ارض کے جس کونے میں بھی موجود تھا' اسرائیل کی فوج کا سپاہی تھا۔

ان لوگوں کے لئے اسرائیل اول اور باقی سب کچھ آخر تھا۔

ان میں بڑے بڑے سفارتکار' ذمہ دار اور ماہرین حرب وضرب بھی شامل تھے لیکن سب کے سب بڑی خوشی سے ''موساد'' کے لئے خدمات انجام دینے پر تیار رہتے تھے۔

ایف بی آئی اور سی آئی اے کے موساد سے تعلقات مثالی تھے اور یہ لوگ اسرائیل کے لئے ہر ممکن خدمت انجام دے رہے تھے لیکن اسرائیلی جانتے تھے کہ صد فی صد اطلاعات امریکی ان تک منتقل نہیں کرتے تھے یوں بھی بطور یہودی ان کی بقا کا راز یہی تھا کہ وہ کسی پر اعتبار نہ کریں سوائے اپنے آپ کے بلکہ بعض معاملات میں تو اپنے آپ پر بھی نہیں.....!

O

ڈیوڈ تک الفریڈ نے وہ اطلاع پہنچائی تھی جو اسے کیتھرائن کے ذریعے حاصل ہوئی تھی اور ڈیوڈ کو اس نے تلقین کی تھی کہ اسے جتنی جلدی ممکن ہو ان لوگوں کے نام اور ایڈریس سے مطلع کرے جو کیلیفورنیا سے میٹنگ کرنے یہاں آئے تھے۔

اس کے ساتھ ہی سان فرانسسکو' سیکرامنٹو' سٹاکٹن' لاس اینجلس اور لاس ویگاس میں موجود اپنے ایجنٹوں کو اس نے فوری طور پر فلسطینی اور ان کے ہمدردوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے اور ان لوگوں کے گزشتہ دو ہفتے کی مصروفیات کی اطلاعات حاصل کرنے کی ہدایات دی تھیں۔

الفریڈ بڑی کامیابی سے اپنا جال بن رہا تھا۔

الفریڈ ٹوبینکی نے اپنے بے گناہ یہودی باپ کے نام کو جو اپنے یہودی آقاؤں کے ہاتھوں مارا گیا تھا' چار چاند لگانے کا عزم کر رکھا تھا.....!!

اس کی ماں نے اسے اس نصیحت کے ساتھ انٹیلی جنس میں بھیجا تھا کہ روئے زمین پر موجود یہودیوں کے تمام دشمنوں کو چن چن کر مار ڈالے۔

اور وہ بڑے خلوص اور جانثاری سے اپنی ماں کے حکم پر عمل پیرا تھا۔

☆☆☆

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

حملہ

اگلے روز شام ڈھلے تک الفریڈ کے سامنے مختلف رپورٹوں کے ڈھیر لگے تھے۔

اس کے دو مستعد ماتحت ''انتہائی اہم'' اور ''اہم'' رپورٹیں الگ سے سجا کر اس کے سامنے پیش کر رہے تھے۔

ایف بی آئی آفیسر ڈیوڈ فرانک نے اسے شام ڈھلنے تک ایک شخص حسن طلال کا نام اور ایڈریس پہنچا دیا تھا۔ جو سیکرامنٹو کا رہنے والا مقامی یونیورسٹی کا پروفیسر اور فلسطینی تھا گو کہ اس شخص کے متعلق ایف بی آئی کے ہاتھ کبھی کوئی ثبوت نہیں لگا تھا لیکن حسن طلال کو ان لوگوں نے مشتبہ لوگوں کی فہرست میں رکھا ہوا تھا۔

الفریڈ نے سرخ پنسل سے اس نام اور ایڈریس کے سامنے دائرہ لگا دیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے اس نے سیکرامنٹو، سٹاکٹن، ٹریسی اور سان فرانسسکو میں اپنے ایجنٹوں کو اس نام اور پتے کی نشاندہی کرنے کے بعد ان سب کو حکم دیا تھا کہ اپنے تمام تر ذرائع اطلاعات کو بروئے کار لا کر گزشتہ ایک ماہ سے آج تک حسن طلال کے روزانہ کے معمولات کا شیڈول اس کو روانہ کر دیں۔

''موساد'' کے ایجنٹ اس حکم کے ساتھ ہی حرکت میں آ گئے تھے۔ ان لوگوں نے سیکرامنٹو کے پولیس اور سیکورٹی ڈیپارٹمنٹ میں موجود اپنے تمام ذرائع استعمال کر کے مقدور بھر اطلاعات حسن طلال سے متعلق حاصل کر لی تھیں اور جیسے ہی اطلاعات انہیں مل رہی تھیں وہ الفریڈ تک پہنچ رہی تھیں۔

ایک کمپیوٹر اس خدمت پر متعین تھا۔ اگلے چوبیس گھنٹے میں حسن طلال سے متعلق اطلاعات کا مجموعہ کمپیوٹر کے پیٹ میں سما گیا تھا اور جب الفریڈ رات کے دوسرے پہر کمپیوٹر پر بیٹھا بٹن دبا دبا کر سکرین پر ابھرنے والی معمولات پڑھ رہا تھا تو حیرت سے اس کی آنکھیں مزید کھلتی جا

رہی تھیں۔ اس کے سامنے تین اہم ترین خبریں موجود تھیں۔

پہلی یہ کہ حسن طلال تل ابیب میں پیدا ہوا اور ایک دھماکہ کرنے کے شبے میں ''شن بیتھ'' کے ہاتھوں ریمانڈ بھی بھگت چکا تھا۔

دوسری اہم بات یہ کہ وہ یہاں کیمسٹری کا استاد تھا اور اس کے تعلقات آئرش ریپبلک آرمی سے بھی بتائے جاتے تھے۔

تیسری سب سے اہم اور چونکا دینے والی بات یہ تھی کہ ڈیبی نام کی ایک آئرش طالبہ کو اس نے حال ہی میں سیکرامنٹو یونیورسٹی میں داخلہ دلوایا تھا اور چند روز پہلے ہی یہ لڑکی اس کے ہاں مقیم ہوئی تھی۔ تین چار روز وہ حسن طلال کے گھر رہی جس کے بعد اس نے ڈیبی کو کوشش کر کے یونیورسٹی ہوسٹل میں کمرہ دلا دیا۔

''ڈیبی کی مکمل ہسٹری فوراً درکار ہے؟''

الفریڈ نے آدھی رات کو اگلا حکم اپنے مستعد ایجنٹوں کو پہنچایا اور اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ صبح تک ایک پرسکون نیند نے اس کے سارے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے کر دیئے تھے۔ اسے یقین ہو چلا تھا کہ ایف بی آئی کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہو گا جب اس کی ''صیہونی فورس'' کڑی سے کڑی ملا کر سارے معاملات اس پر منکشف کر دے گی۔

معاملہ اس کی توقع سے بڑھ کر خطرناک تھا۔

یہ سلسلہ تو خاصا دور تک جاتا دکھائی دے رہا تھا۔ آئی آر اے (آئرش ری پبلک آرمی) سے فلسطینیوں کے تعلقات گو کہ یورپی اور امریکی انٹیلی جنس کے لئے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی تھی لیکن امریکہ میں اس ''نیٹ ورک'' کو تلاش کرنے کا سہرا الفریڈ اپنے سر باندھنے پر تلا تھا۔

''ڈیبی''.....وہ زیر لب بڑبڑایا۔

باتھ روم میں اس نے فون کال اٹنڈ کی۔ ڈیبی کے متعلق پہلے ایجنٹ کی رپورٹ آئی تھی کہ اس نے حال ہی میں نیویارک سے کیلیفورنیا کی طرف رخت سفر باندھا ہے۔ نیویارک میں اس کے کالج کا نام اور ڈیبی سے متعلق ضروری تفصیلات کمپیوٹر تک منتقل ہو گئی تھیں۔

الفریڈ ناشتہ کرنا بھول گیا تھا.....!

اس نے ایف بی آئی میں اپنے سورس آفیسر ڈیوڈ کو نیند سے فون کر کے جگایا اور ڈیبی کا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ایڈریس بتا کر فوری طور پر اس کی نیویارک سے کیلیفورنیا روانگی کی تاریخ اور آخری رہائش گاہ کا ایڈریس پوچھا تھا۔

دوپہر تک ''موساد'' کے ایجنٹ نیویارک کے اس پلازہ تک رسائی حاصل کر چکے تھے جہاں ڈیبی کا آخری دنوں میں قیام رہا تھا۔ اس کے سابقہ فلیٹ کی نگران نے ڈیبی کے ساتھ آخری ملاقات کی ایک ایک تفصیل ان لوگوں کو بتا دی تھی۔ جس میں پہلی مرتبہ ایک اجنبی نوجوان سے اس کی ملاقات اور دونوں کے اکٹھے روانہ ہونے کی کہانی موجود تھی۔

''موساد'' کے ایجنٹ کرید کرید کر اس نوجوان کے نین نقش تراشتے رہے..... سہ پہر تک الفریڈ کے علم میں یہ بات آ چکی تھی کہ ڈیبی نے ایک عربی نقش و نگار کے حامل نوجوان کے ساتھ یونائیٹڈ ایئر لائن سے اسی دن سفر کیا تھا جس روز شمعون کو گولی ماری گئی اور مزید پریشان کن بات یہ تھی کہ قتل کے صرف ڈیڑھ گھنٹہ بعد فلائیٹ روانہ ہوئی جبکہ ٹکٹوں کی ریزرویشن پہلے ہی سے فون پر کروائی گئی تھی۔

ڈیبی کے ساتھ سفر کرنے والے نوجوان کا نام مسافروں کی فہرست میں مائیکل درج تھا۔

لیکن.....!

الفریڈ جانتا تھا کہ یہ نقلی نام ہے۔ اصلی نام کچھ اور ہے اور دراصل یہی شخص ان کے لئے کام کا آدمی تھا۔

اس کے سامنے فی الوقت مائیکل، ڈیبی اور حسن طلال کے نام موجود تھے۔ اگر کوئی سازش تھی تو ان تینوں کے درمیان کہیں موجود تھی۔ جس کا سراغ لگا کر ''ڈیتھ سکواڈ'' نے حرکت میں آنا تھا۔

O

ورجینیا میں سی آئی اے کا لینگلے آفس معمول کی زندگی جی رہا تھا۔ جب اچانک ایک ہلچل سی مچ گئی۔ ڈپٹی ڈائریکٹر سٹیفن نائٹ کے سامنے اسرائیلی قونصلیٹ واشنگٹن سے جاری ہونے والے خفیہ پیغام کی نقل موجود تھی۔

یہ پیغام ''موساد'' کے ڈیتھ سکواڈ ڈائریکٹر بریگیڈیئر شمیر کے نام بھیجا گیا تھا جس میں

شمعون کے قتل کے متعلق موساد کی رپورٹ کے بعد بریگیڈیئر شمیر سے اجازت طلب کی گئی تھی کہ اس ضمن میں جن پانچ چھ افراد کو مشتبہ خیال کیا جا رہا ہے انہیں فوری طور پر سزا دی جائے یا ابھی انتظار کیا جائے۔

اس خفیہ رپورٹ کی مکمل نقل سی آئی اے کے ''ای سی ایم'' الیکٹرونک کاؤنٹر میژرز سسٹم کے ذریعے حاصل کی گئی تھی۔ سی آئی اے اس بات پر مکمل قدرت رکھتی تھی کہ اپنے دوست اور دشمن دونوں سفارت خانوں سے نشر ہونے والے سگنل ریکارڈ کر سکے۔ یہ بات ان کی پالیسی میں شامل تھی انہیں بہرصورت چوکنا رہنا پڑتا تھا۔ سی آئی اے کو علم تھا کہ ''موساد'' کے درجنوں ہمدرد یہاں موجود ہیں۔ وہ لوگ اس بات کا بھی ادراک رکھتے تھے کہ اگر موساد امریکہ کی سرزمین پر کوئی بھی غیر قانونی کارروائی کرنے چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

لیکن.....!

وہ اپنے ملک میں کسی کو بھی کھل کھیلنے کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں تھے۔ اِلّا یہ کہ ایک سطح پر پھر ان لوگوں میں ''کچھ لو کچھ دو'' کے اصول پر معاملہ طے نہ پا جائے۔

''جناب والا ڈیبی ہمارا سورس ہے۔ آئی آر اے میں ہمارا بہترین سورس۔ اگر اسے نقصان پہنچایا گیا تو ایجنسی کو زبردست دھچکا لگے گا''..... ڈپٹی ڈائریکٹر سٹیفن کے سامنے کھڑے ایجنٹ جوزف نے کہا۔

سٹیفن خود خاصا پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ ابھی تک وہ لوگ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے اور ''موساد'' کے لوگ معاملات کی تہہ تک پہنچ گئے تھے۔ کیا ''موساد'' اب امریکہ میں ایف بی آئی اور سی آئی اے سے زیادہ طاقتور اور وسائل کی مالک ایجنسی بن چکی ہے؟ کیا ان لوگوں کا کام کٹھ پتلیوں کی طرح صرف ''موساد'' کے اشاروں پر ناچنا ہی رہ گیا ہے؟

ایجنسی کی ساکھ داؤ پر لگ جائے گی.....! اس نے سوچا۔ اگر معاملہ صدر تک چلا گیا تو کم از کم اس معاملے میں زبردستی سبکی کا سامنا کرنا پڑے گا کہ ایک غیر ملکی جاسوسی ادارے نے اس سازش کو بے نقاب کر دیا جو امریکہ کی سرزمین پر کی گئی اور جس کی ابھی ایک بھی کڑی امریکن ایجنسیاں تلاش نہیں کر سکیں۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کیا ہم واقعی نااہل ہیں؟

ایجنسی پر امریکن میڈیا کی تنقید کسی حد تک تو صحیح تھی۔

''آفیسر جوزف تم خود اس کیس کو سنبھالو۔ ڈیبی ہی نہیں کسی کو بھی ''موساد'' کچھ نہیں کہہ سکتی۔ امریکی سرزمین پر ہونے والے کرائم سے نمٹنا امریکن حکومت کی ذمہ داری ہے..... آخر کچھ تو حفظِ مراتب کا خیال رکھنا ہوگا..... میں اوپر بات کرتا ہوں۔ تم ان لوگوں پر نظر رکھو.....'' اس نے فیصلہ کن لہجے میں جوزف سے کہا۔

''لیکن سر ایف بی آئی.....''

''جہنم میں گئی ایف بی آئی۔'' اس نے غصے سے تلملا کر جوزف کی بات کاٹی۔ ''اگر وہ گدھے کسی قابل ہوتے تو ہمیں ہر معاملے میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی۔ کیا کر لیا ہے ایف بی آئی نے..... تل ابیب میں بیٹھ کر بریگیڈیئر شمیر نے جس بات کا سراغ لگا لیا۔ یہ لوگ نیویارک میں بیٹھ کر نہیں لگا سکے۔''

''رائٹ سر!'' جوزف نے مزید کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ ایجنسی سے گزشتہ پندرہ سال سے وابستہ تھا اور یہاں کے آداب سمجھتا تھا۔

اپنے مخصوص کمرے میں پہنچتے ہی اس نے ایجنسی کے متعلقہ لوگوں کو ''ریڈ الرٹ'' دے دیا۔ ڈیبی چونکہ اس کا سورس تھی اس لئے اس کی حفاظت کا جوزف نے بطور خاص بندوبست کیا تھا۔ باقی لوگوں کے گرد بھی سی آئی اے نے حصار باندھ لیا تھا۔ مائیکل چونکہ ابھی ناقابل شناخت تھا۔ اس لئے وہ لوگ اپنے ذرائع سے اسے بھی ڈھونڈ رہے تھے..... تمام ایجنٹوں کو سختی سے ہدایت کی گئی تھی کہ ان لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کی جائے۔

ایف بی آئی نے سی آئی اے کی طرف سے ہونے والی اس کارروائی کا معمول کے مطابق نوٹس ضرور لیا تھا لیکن اس بات کا علم اسے بھی تھا کہ اس ادارے کو ملنے والے بے شمار اختیارات نے اسے شتر بے مہار بنا رکھا ہے اور بعض معاملات میں تو یہ لوگ پینٹاگان کو بھی اعتماد میں لینا گوارا نہیں کرتے تھے۔

O

اسرائیلی قونصل جنرل کی میز پر امریکن وزارت خارجہ کی طرف سے موصول شدہ تازہ

ترین احتجاج کی کاپی موجود تھی۔ یہ احتجاج براہ راست اسرائیلی وزارت خارجہ سے کیا گیا تھا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ امریکی معاملات میں اسرائیل کی بے جا مداخلت صدر کو بالکل پسند نہیں آ رہی اور دونوں ممالک کی دوستی کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ''اقتدار اعلیٰ'' کا احترام کریں۔ احتجاج میں اسرائیلی سفارت کار شمعون کے قتل کے ضمن میں اسرائیلی انٹیلی جنس کی طرف سے کسی بھی کارروائی کو غیر قانونی اور امریکی معاملات میں مداخلت قرار دیتے ہوئے درخواست کی گئی تھی کہ امریکی سرزمین پر ہونے والے کسی بھی کرائم کے لئے امریکی انتظامیہ خود ذمہ دار ہے اور انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس ہے۔

قونصلیٹ نے ایک نگاہ غلط کاغذ کے اس حقیر پُرزے پر ڈالتے ہوئے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کاغذ الفریڈ کو تھما دیا جسے اس نے آج ہی ملاقات کے لئے طلب کیا تھا۔

الفریڈ نے خط پڑھ کر قہقہہ بلند کیا اور اسے دوبارہ اسی میز پر پھینک دیا۔

بریگیڈیئر شمیر کا سائفر انہیں مل چکا تھا جس پر لکھا تھا۔

''عظیم اسرائیل کے دشمنوں کو خواہ وہ کسی بھی خطے میں موجود ہوں' مار ڈالو۔ انہیں مرنا ہی ہوگا..... دنیا کے کسی بھی خطے میں اسرائیل کے خلاف کئے جانے والے جرم کی سزا ہم خود دیں گے۔'' الفریڈ کا لہجہ بڑا خونخوار تھا۔

''عظیم اسرائیل کے دشمن نیست و نابود ہو جائیں گے۔'' قونصلیٹ اس سے زیادہ جوش و خروش کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

دونوں نے آپس میں جام ٹکرائے اور آنے والے حالات کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔

O

سیکرامنٹو اولڈ سٹی دیکھنے کے لئے امریکہ کے کونے کونے سے لوگ آتے تھے۔ خصوصاً کیلیفورنیا کے رہنے والوں کے لئے دلچسپی کا مکمل سامان موجود تھا۔ سیکرامنٹو یونیورسٹی میں داخلہ لئے ڈیبی کو آج پندرہ بیس روز ہونے کو آ رہے تھے اور ابھی تک اس نے شہر بھی صحیح طور سے نہیں دیکھا تھا۔

تاریخ اس کا ہمیشہ سے دلچسپ مضمون رہا تھا اور وہ خاص طور سے سیکرامنٹو کے اس حصے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کو دیکھنا چاہتی تھی جسے یہاں کی انتظامیہ نے اپنی آنے والی نسلوں کے ذریعے محفوظ کرلیا تھا۔

ڈیبی عموماً اکیلی ہی ایسی جگہیں دیکھنے جایا کرتی تھی۔ اس مرتبہ بھی جب ویک اینڈ شروع ہوا تو اس نے گلے میں کیمرہ لٹکایا اور اپنے کمرے سے باہر آ گئی۔ اس کا رخ یونیورسٹی کے پارکنگ ایریا کی طرف تھا جہاں اس کی چھوٹی سی سپورٹس کار موجود تھی۔ ڈیبی نے جیسے ہی قدم باہر نکالا۔ اس کے کمرے کے سامنے لان میں موجود سی آئی اے کے ایجنٹ نے اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ اس نے ڈیبی کو کار پارکنگ کی طرف جاتے اور گلے میں کیمرہ لٹکائے دیکھ لیا تھا۔

ایک محفوظ جگہ کھڑے ہو کر اس نے اپنے پاس موجود وائرلیس کی ٹاکی سے دوسرے ایجنٹوں کو خبردار کیا اور خود یونیورسٹی سے باہر جانے والے راستے پر ایک محفوظ جگہ اپنی کار کی طرف چل دیا۔ جب تک ڈیبی اپنی کار اسٹارٹ کرتی' ایجنٹ اپنی کار میں بیٹھ چکا تھا۔

ڈیبی بڑے اطمینان سے کار چلاتی یونیورسٹی سے باہر آئی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اس وقت کتنی کاریں اس کے تعاقب میں ہیں۔

سی آئی اے' ایف بی آئی اور موساد کے لوگ الگ الگ کاروں میں اس کا پیچھا کر رہے تھے۔

اولڈسٹی کے کار پارکنگ میں جب وہ داخل ہوئی تو یہاں تل دھرنے کو جگہ موجود نہیں تھی۔ داخلے کا ٹکٹ مشین سے حاصل کرنے کے بعد اس نے کار کو محفوظ پارکنگ کے لئے مختلف منزلوں پر گھمانا شروع کر دیا۔ تین چار منٹ کی جدوجہد کے بعد بالآخر اسے تیسری منزل پر ایک جگہ خالی نظر آ ہی گئی۔

اپنی گاڑی کھڑی کر کے جب وہ لفٹ کی طرف جا رہی تھی تو یکے بعد دیگرے تین اور کاریں بھی اسی جگہ پارک ہوئی تھیں اور اس کے لفٹ میں پہنچنے تک ایک اور کار سے برآمد ہونے والے دو نوجوان بھی اس کے ساتھ ہی لفٹ کے ذریعے نیچے آئے تھے۔

ڈیبی نے کار پارکنگ سے باہر آ کر اب اس راستے کی طرف چلنا شروع کر دیا تھا جو اولڈسٹی کے ریلوے پلیٹ فارم کو جا رہا تھا۔

کیلے فورنیا ریلوے کے ایک پرانے ڈبے کے نزدیک رک کر اس نے اپنے کیمرے سے کچھ تصویریں اتاریں اور اب چہل قدمی کے انداز میں چلتی ہوئی اس پھر کے بنچ کی طرف جا

رہی تھی جس پر بیٹھ کر وہ سیکرامنٹو اولڈسٹی کے حسن سے لطف اندوز ہو سکتی تھی۔

ڈیبی کی مخالف سمت اس کی پشت والی سیٹ پر ایک اور خاتون بالکل اسی طرح لاابالی انداز میں چلتی ہوئی آ کر بیٹھ گئی۔

اچانک ہی ایک نوجوان کسی دوسری طرف سے برآمد ہوا اور ڈیبی کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ ایسا ہی ایک اور نوجوان پھر دوسری سمت اس طرح لاپرواہی سے بیٹھا کہ اب وہ دونوں کے درمیان پھنس کر رہ گئی تھی۔

اس مرتبہ آنے والے نوجوان نے اچانک ہی اپنی جیکٹ میں ہاتھ ڈالا اور جب اس کا ہاتھ برآمد ہوا تو اس میں پستول موجود تھا۔ شاید وہ پستول ڈیبی کے پہلو سے لگا کر اسے اغوا کرنے کے موڈ میں تھا۔ لیکن اچانک ہی بجلی کی سی پھرتی کے ساتھ ان کی پشت والے بنچ پر بیٹھی خاتون نے ماہر مارشل آرٹ کی طرح اپنی جگہ سے جست لگائی اور قریباً اڑتی ہوئی اس نوجوان پر اس طرح آن گری کہ پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔

اس اچانک صورت حال نے اغوا کرنے والے کو بوکھلا کر رکھ دیا۔ اس کے دوسرے ساتھی نے جو ڈیبی کی بائیں سمت بیٹھا تھا' پستول نکالا اور اس خاتون پر گولی چلا دی جس نے اس کے ساتھی پر حملہ کیا تھا۔

بے چارے کو بمشکل ایک فائر کرنے کی مہلت ملی تھی جب اچانک پانچ چھ گولیاں اس کے جسم کے آر پار ہو گئیں۔

ڈیبی کے لئے یہ ساری صورت حال اتنی غیر متوقع اور ہولناک تھی کہ مضبوط اعصاب رکھنے کے باوجود اس کی چیخ نکل گئی اور اس نے دیوانہ وار مارکیٹ کی سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ اسے اپنے پیچھے فائرنگ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

لیکن.....!

یہ فائرنگ اس پر نہیں کی جا رہی تھی یوں لگتا تھا جیسے دو پارٹیوں کی آپس میں ٹھن گئی ہو۔

ڈیبی اپنی دانست میں اس بگھی کی طرف بھاگی تھی جو سیاحوں کو سیر کروانے کے لئے اولڈسٹی میں رکھی گئی تھی۔ جب اچانک ہی ایک کار اس کے نزدیک آ کر رکی۔

"کم آن ڈیبی" ..... کسی نے پکارا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ڈیبی کے لئے سوچنے کو ایک لمحے کی فرصت نہیں تھی۔ اس نے کار سواروں کو اپنا ہمدرد اور ایجنسی کے لوگ جان کر فوراً ان کی آفر قبول کر لی لیکن پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہی اسے احساس ہو گیا کہ اس نے زندگی کی سب سے بھیانک غلطی کا ارتکاب کر لیا ہے۔

''چپ چاپ اور نارمل بیٹھی رہو''..... پچھلی سیٹ پر موجود نوجوان نے اس کے پہلو میں پستول کی نالی لگاتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب ہے؟ کون لوگ ہو تم؟''..... ڈیبی کے لئے یہ صورت حال غیر متوقع تھی لیکن وہ جس میدان کی کھلاڑی تھی وہاں ایسے واقعات کو معمول کے واقعات ہی سمجھا جاتا تھا۔

اس نے اپنے آپ کو قدرے نارمل کر لیا تھا۔

''اگلا سوال پوچھا تو گولی تمہارے حلق میں اتار دوں گا۔'' سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے اس نوجوان نے کہا۔

ڈیبی جانتی تھی وہ اسے گولی تو نہیں ماریں گے۔ البتہ اس کے کسی سوال کا جواب نہیں ملے گا۔ اگر وہ اسے مارنا ہی چاہتے تو وہیں مار ڈالتے۔ اس کے تعاقب میں جو اتنی گولیاں چلی تھیں وہ بآسانی اس تک پہنچ جاتیں۔ ایک آدمی کو تو اس نے اپنی آنکھوں سے دم توڑتے دیکھا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کو اغوا کرنے والے جو کوئی بھی تھے وہ اسے زندہ اغوا کرنا چاہتے تھے۔

اسے اس بات کی بھی سمجھ آ گئی تھی کہ اغوا کرنے والے کون ہو سکتے ہیں؟ شاید ''موساد'' کو شمعون کے قتل کا کوئی کلو مل گیا تھا اور سی آئی اے کو بھی جن کے لئے وہ کام کر رہی تھی۔ ایجنسی کے لوگ اس کی حفاظت کر رہے تھے اور موساد اسے اغوا کر کے لے جا رہی تھی۔ یہ تو وہ جانتی تھی کہ جلد یا بدیر ایجنسی کے لوگ اسے زمین کی ساتویں تہہ سے بھی تلاش کر لیں گے۔

لیکن.....!

وہ اندازے کی غلطی کا شکار ہو گئی تھی۔ ڈیبی نہیں جانتی تھی کہ موساد کے لوگ اس کی توقع سے بڑھ کر چالاک ہیں۔ اس کے سفر کا خاتمہ بمشکل پانچ منٹ بعد ہی ہو گیا تھا۔ اس درمیان وہ لوگ اولڈسٹی سے باہر نہیں گئے تھے کیونکہ جیسے ہی وہ باہر نکلتے' ایجنسی کے لوگ انہیں قابو کر لیتے۔

اولڈسٹی کے تھیٹر ہال کی پشت پر گاڑی ایک منٹ کے لئے ہی رکی تھی۔ جب اچانک تھیٹر سے دو ہٹے کٹے نیگرو برآمد ہوئے۔ شو کا ٹائم نہ ہونے کی وجہ سے نزدیک دور کوئی نظر نہیں آ رہا

تھا۔

کار رکتے ہی پچھلی سیٹ والے نے ڈیبی پر گرتے ہوئے اس کی سمت کا دروازہ کھولا اور اسے باہر دھکا دیا۔ ڈیبی کے قدم زمین پر لگنے سے پہلے ہی اسے نیگروز کے مضبوط ہاتھوں نے تھام لیا۔ دونوں نیگرو اس کے بازوؤں میں ہاتھ ڈالتے اسے بھاگتے ہوئے تھیٹر میں داخل ہوئے تھے۔ ڈیبی کو یقین تھا کہ کسی نے انہیں نہیں دیکھا ہو گا۔ کار سوار اسے دھکا دیتے ہی ہوا ہو گئے تھے۔

O

تھیٹر ہال میں وہ اسے ڈنڈا ڈولی کرتے لائے تھے۔ اب وہ لوگ ہال کمرے میں داخل ہو گئے تھے اور تماشائیوں کی سب سے اگلی قطار کے سامنے چار نوجوان اور ایک لڑکی اس کے منتظر تھے۔

ان میں سے ایک نے ڈیبی کی شکل پر نظر پڑتے ہی استقبالیہ انداز میں تالی بجائی۔ تالی کی گونج خالی ہال کمرے میں پھیل کر عجیب سا وحشت ناک تاثر پیدا کر رہی تھی۔

یہ الفریڈ تھا.....!

امریکہ میں موساد کے ''ڈیتھ سکواڈ'' کا انچارج۔ جو اس کے اغوا کے آپریشن کی کمانڈ خود کر رہا تھا۔

''ویل ڈن''..... اس نے ڈیبی کی شکل پر نظر پڑتے ہی مسکراتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر اسے خوش آمدید کہا۔

دونوں نیگروز نے اسے سب سے آگے والی کرسی پر دھکا دے کر اس کو سیٹ سے نائلن کی رسی کے ساتھ چند سیکنڈ میں اس طرح باندھ دیا تھا کہ جسم کو معمولی جنبش دینے پر بھی یہ رسیاں اسے اپنے گوشت میں اترتی محسوس ہوتی تھیں۔

''امید ہے تم اچھے بچوں کی طرح کوئی سوال نہیں کرو گی۔ ہاں ہمارے سوالات کے جوابات ضرور دینا۔ میں تم پر یہ واضح کر دوں کہ اگر تم شمعون کے قتل میں براہ راست ملوث نہیں تو ہم تمہیں موت کی سزا نہیں دیں گے..... بصورت دیگر تمہیں بھی مرنا ہو گا.....'' الفریڈ نے اس کے بال پکڑ کر اس کا منہ اونچا کرتے ہوئے کہا۔

''مائیکل کون ہے؟''..... اس کے ساتھ ہی اس نے پہلا سوال کیا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ڈیبی کوئی عام لڑکی نہیں تھی۔ آئی آر اے کی طرف سے اس نے اب تک پانچ کامیاب آپریشن کئے تھے۔ سی آئی اے سے اس کے روابط تھے اور فلسطین کی تنظیم آزادی سے اپنی تنظیم کے حکم پر وہ تعاون کر رہی تھی۔

وہ بڑے مضبوط اعصاب کی لڑکی تھی۔ جسمانی تربیت کے بڑے کڑے مراحل اس نے طے کئے تھے۔

''مجھے نہیں معلوم''..... ڈیبی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

الفریڈ نے اپنے دائیں ہاتھ کھڑی درمیانی عمر کی اس عورت کی طرف دیکھا جس کی رال ڈیبی کو دیکھتے ہی ٹپکنے لگی تھی۔

''ٹھیک ہے مارتھا تمہیں کچھ یاد دلا دے۔'' اس نے درمیانی عمر کی عورت کی طرف دیکھ کر اپنی بات مکمل کی۔

مارتھا نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ سے اس کے خوبصورت بالوں کو اس طرح قابو کیا کہ ڈیبی کے سر میں انگارے تیرنے لگے۔ دوسرے ہاتھ سے ڈیبی کے گال پر اتنا زوردار تھپڑ مارا تھا کہ ایک ہی تھپڑ سے اس کا منہ خون سے بھر گیا لیکن وہ ضبط کئے بیٹھی رہی۔

مارتھا ایک سرور اور نشے کی کیفیت میں رکے بغیر اپنا کام کر رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے اذیت دے کر مارتھا اپنی خاص حس کو تسکین پہنچا رہی ہو۔ اس نے یکے بعد دیگرے تین چار تھپڑ اس کے منہ پر مارے تھے۔ ڈیبی کو اپنے کان بہرے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ڈیبی کا گریبان چاک کر دیا تھا۔ پھر اچانک ہی اس نے اپنی پتلون کی جیب سے ایک چھوٹا سا لکڑی کا رول نکالا۔ خدا جانے یہ کس لکڑی کا بنا ایک فٹ کا ٹکڑا تھا۔ جس سے وہ ڈیبی کے جسم پر ضربات لگا رہی تھی۔ ہر ضرب پر ڈیبی کو اپنے بدن کی ہڈیاں تڑختی محسوس ہو رہی تھیں۔ جیسے ہی اس کے منہ سے کراہ نکلتی' ایک سسکاری سی مارتھا کے منہ سے برآمد ہوتی۔ وہ پہلے سے زیادہ جوش و خروش سے اپنا کام شروع کر دیتی۔

ڈیبی کی چیخوں اور وہاں موجود موساد کے درندوں کے قہقہوں سے سارا ہال گونجنے لگا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی بہت ڈراؤنی فلم چل رہی ہے۔ مارتھا نے دیوانہ وار قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے نازک اعضاء پر طبع آزمائی شروع کر دی تھی۔ ڈیبی سمجھ گئی کہ یہ ''نان سٹاپ تشدد'' اس پر

اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ وہ ان لوگوں کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔

اس نے تین چار منٹ کی جان لیوا اذیت کے بعد محض چند سیکنڈ جان چھڑانے کے لئے ''بتاتی ہوں' بتاتی ہوں'' چلانا شروع کر دیا تھا۔ لیکن مارتھا ماہر سرجن کی طرح اپنے کام میں مصروف رہی۔ جب تک کہ الفریڈ نے اسے رکنے کا اشارہ نہیں کر دیا۔

''اچھا تمہاری مرضی..... میں نے تو تمہارے پہلے بیان کو ہی صحیح سمجھ لیا تھا.....'' الفریڈ نے قہقہہ لگایا۔

''مجھے اس کے صحیح نام کا علم نہیں۔ میں نے ایک لمبی رقم کے عوض صرف اتنا کام کرنا تھا کہ مائیکل نام کے ایک شخص کے ساتھ نیویارک سے سیکرامنٹو تک سفر کروں۔'' اس نے رک رک کر بتایا۔

ڈیبی کے جسم کا رواں رواں درد کی شدت سے پھڑک رہا تھا۔

''جھوٹ بولتی ہو تم''..... الفریڈ نے دیوانہ وار قہقہہ لگایا۔

اس کے ساتھ ہی مارتھا بھوکی شیرنی کی طرح اس پر پل پڑی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی وحشی اور پاگل بچے کے ہاتھ کوئی نازک سا کھلونا لگ گیا ہو۔ اس نے رسیوں سے جکڑی ڈیبی کے ساتھ غیر انسانی تشدد کا بھیانک عمل جاری رکھا..... ڈیبی نے اس وقت تک اذیت برداشت کی جب تک کہ وہ بے ہوش نہ ہو گئی۔

بے ہوش ہونے سے پہلے جو آوازیں اس کے کانوں میں پڑیں۔ وہ اس کے لئے حیات نو کا پیغام بن گئی تھیں۔

شاید ایجنسی کے لوگ اس تک پہنچ چکے تھے کیونکہ اس نے دروازوں سے کچھ لوگوں کو اندر بھاگتے اور ''فریز' فریز'' (ٹھہر جاؤ' اپنی جگہ جمے رہو) کی آوازیں بلند کرتے سنا تھا..... پھر شاید فائرنگ ہونے لگی تھی' اچانک ہی اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

O

ڈیبی کی خوش قسمتی تھی کہ اس کی جان اتنی جلدی چھوٹ گئی۔ آفیسر جوزف نے اچانک ہی اولڈسٹی کو چیک کرنے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ ان لوگوں نے جنہیں جوزف نے باہر جانے والے راستوں کی نگرانی پر مامور کیا تھا ان کی اطلاع کے مطابق ابھی تک ڈیبی کو سیکرامنٹو اولڈسٹی سے باہر

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

نہیں لے جایا گیا تھا۔

ایک معمولی اندیشے کے سہارے آفیسر جوزف نے تھیٹر پر قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ الگ بات کہ پہلے ہی ہلے میں اس کی مراد بر آئی اور جیسے ہی اس کے ایک ماتحت نے تھیٹر کے ایک دروازے کو کھولنا چاہا تو اسے احساس ہو گیا کہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ اس کے ساتھ ہی جوزف کے ساتھی حرکت میں آ گئے۔ ایف بی آئی والوں کو بھی اب معاملے کی سنگینی کا احساس ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے ایجنسی کے لوگوں کی ہر ممکن مدد کا فیصلہ کر لیا تھا۔

سی آئی اے اور ایف بی آئی کے ایجنٹوں نے آفیسر جوزف کی کمان میں چھوٹے سے تھیٹر کے چاروں دروازوں پر ''چارج'' کیا تھا۔ تمام لوگ چلاتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے۔ جوزف اور ایف بی آئی کے مقامی چیف نے ہوائی فائرنگ بھی کی تھی لیکن دوسری طرف سے خودکار اسلحے کی پہلی باڑ نے ان لوگوں کو زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ایک لمحے کے لئے بھی اگر وہ چوکتے تو کم از کم وہ تینوں ایجنٹ مارے جاتے۔ جو آخری دروازے سے اندر داخل ہوئے تھے۔

اچانک ہی روشنیاں گل ہو گئیں۔

''دروازے پر جمے رہو۔'' جوزف زمین پر لیٹا لیٹا چلایا۔

مزاحمت میں ہونے والی جوابی فائرنگ کا سارا زور آخری دروازے پر تھا۔ تینوں ایجنٹ جنہوں نے اس دروازے پر ''چارج'' کیا تھا' رینگتے ہوئے کسی نہ کسی طرح ہال کمرے میں کرسیوں کے نیچے جان بچانے کے لئے جا گھسے تھے۔ ان میں سے ایک کے بازو میں گولی لگی تھی جبکہ دوسرے کی خوش قسمتی کہ گولی اس کے بالوں کو چھوتی گزر گئی تھی۔

جوزف کو احساس ہی نہ ہو سکا کہ وہ لوگ کب اور کیسے فرار ہوئے۔ اسے تو ہوس اس ہیلی کاپٹر کی آواز سن کر آیا تھا جو تھیٹر کی چھت پر منڈلا رہا تھا۔ ہال میں صرف ان لوگوں کے پستولوں سے نکلنے والی گولیاں ہی ڈراؤنی آوازیں پیدا کر رہی تھیں۔ جواب میں فائرنگ بند ہوئی تو جوزف چونکا۔

''دروازے کھول دو' روشنی اندر آنے دو۔'' اس نے چلاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔

چاروں دروازے ایک ساتھ کھلنے سے خاصی روشنی اندر گھس آئی تھی۔ اس روشنی میں جوزف نے سب سے پہلے ڈیبی کو دیکھا جو کرسی کے ساتھ بندھی تھی اور اس کے جسم کے نازک اعضاء تشدد سے نیلے پڑنے لگے تھے۔

''تھینک گارڈ۔'' اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا جب اس نے جھک کر اس کی نبض دیکھی اور محسوس کیا کہ ڈیبی زندہ ہے۔

جوزف کے دو ماتحت اس کے اشارے پر ڈیبی کی رسیاں کھولنے اور اسے طبی امداد دینے میں مصروف تھے جب کہ باقی لوگ ہال میں چاروں طرف بھاگتے ہوئے ملزموں کو کھوج رہے تھے۔

جوزف ایف بی آئی کے مقامی چیف کے تعاقب میں پستول ہاتھ میں لہراتا تھیٹر کی سٹیج پر چڑھ گیا تھا۔ پردے کے پیچھے کوئی ہلچل نہیں تھی لیکن دونوں بڑی احتیاط سے پردے کے دونوں کونوں کی طرف پستولیں تھامے قدم بہ قدم آگے بڑھ رہے تھے۔ تین چار ایجنٹ ان کو اپنی دانست میں ''کور'' مہیا کرتے ہوئے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

اس اثنا میں ان لوگوں نے مین سوئچ تلاش کر کے لائٹ جلا لی تھی۔ سارا ہال روشنی میں نہا گیا۔

اچانک ہی پردے کے پیچھے جوزف اور ایف بی آئی کا چیف اپنی جگہ جم کر رہ گئے۔ ان کے سامنے ایک رسیوں کی سیڑھی لٹک رہی تھی۔ جس کا دوسرا سرا سٹیج کے اوپر چھت سے باہر اس روشندان کی طرف جاتا نظر آ رہا تھا جس کے راستے ''موساد'' کے لوگ چھت پر منڈلاتے ہوئے ہیلی کاپٹر تک پہنچے تھے۔

جاتے جاتے وہ فالتو بوجھ تین لاشوں کی صورت میں پھینک کر چلے گئے تھے۔ ان میں دو سیاہ فام تھے جنہیں مقامی طور پر ''کرائے پر'' حاصل کیا گیا تھا اور تیسرا ایک سفید فام جو ''موساد'' کا مقامی ''سورس'' تھا۔ باقی تمام لوگ فرار ہو چکے تھے۔

جوزف جانتا تھا کہ اب اس ہیلی کاپٹر کو تلاش کرنا آسان نہیں لیکن پھر بھی اس نے احتیاطاً اپنے ایک ماتحت کو فوراً اپنی کار ریڈیو سے سگنل اور اگلی ہدایات جاری کرنے کے حکم کے ساتھ باہر بھیج دیا تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

''سمارٹ گائیز'' ایف بی آئی کے چیف نے کہا اور دوبارہ اسی رسی کی سیڑھی کی طرف دیکھنے لگا جس کے ذریعے وہ لوگ چھت پر پہنچ کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے تھے۔

جوزف کا دل چاہا کہ اس گدھے کا ٹینٹوا دبا دے لیکن وہ بے بس تھا۔ ایف بی آئی کے ہاتھوں آج ان لوگوں کو یہ دن دیکھنے پڑے۔

''آفیسر جوزف ہمیں ڈیبی کی ضرورت ہے۔'' چیف کی اگلی بات نے اس کا خون کھولا دیا۔

''میری معذرت قبول کیجئے۔ میری درخواست ہے ڈیبی کے نزدیک بھی نہ پھٹکئے ورنہ معاملات بہت زیادہ بگڑ جائیں گے۔'' جوزف نے لفظ چباتے ہوئے ادا کئے۔

مقامی چیف نے چند ثانیے رک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا پھر اپنی بے بسی کا ماتم کرتا پرے ہٹ گیا۔ وہ جانتا تھا اس سلسلے سے اسے بہر حال جوزف کا حکم ماننا پڑے گا۔ کیونکہ سی آئی اے کے کاموں میں مداخلت کا انہیں ہمیشہ الٹا نقصان ہی اٹھانا پڑا تھا۔

اگلے روز صبح کی فلائٹ سے جب جوزف ورجینیا کی طرف محو پرواز تھا تو یہ خبر اسے مل چکی تھی کہ کیلے فورنیا میں دو اور نیویارک میں تین فلسطینیوں کو پراسرار طور پر قتل کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک سیکرامنٹو یونیورسٹی کا پروفیسر حسن طلال بھی تھا۔

''پراسرار مائیکل'' مرنے والوں میں شامل نہیں تھا۔ شاید موساد کے لوگ اس کی اصلیت کا پتہ لگانے میں ناکام رہے تھے۔

''اوہ میرے خدایا۔'' وہ ایک مرتبہ پھر چکرا کر رہ گیا کہ اب فلسطینی ان قاتلوں کا انتقام اور حساب لیں گے کیونکہ ان لوگوں کا تعلق فلسطینیوں کے انتہا پسند گروپ سے تھا۔

''لینگلے آفس'' میں اپنی رپورٹ فائل کرتے ہوئے اس نے موساد کے ''ڈیتھ سکواڈ'' کو امریکی سلامتی کے لئے چیلنج قرار دیتے ہوئے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ''ڈیتھ سکواڈ'' کی سرگرمیوں کو سختی سے کچل دینے کی تجویز بھی پیش کی تھی۔

☆☆☆

بلیک ستمبر

ابو احمد نے سی این این پر شہداء کی لاشیں دیکھیں اور پہچانی تھیں۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ان میں حماد موجود نہیں تھا۔

ڈبڈباتی آنکھوں اور بھرائے ہوئے دل سے اس نے اپنے شہید ساتھیوں کی مغفرت کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے تین ساتھیوں نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے۔

یہ ''بلیک ستمبر'' کے جانباز تھے۔

''خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم! ہم شہداء کا انتقام لیں گے۔'' ان میں سے ایک نے غصے اور غم سے کپکپاتی آواز میں کہا۔

''بے شک! ہم یہودی درندوں کا دنیا کے آخری کونے تک پیچھا کریں گے۔'' ابو احمد نے ان کی آرزوؤں کو بڑھاوا دیتے ہوئے کہا۔

چاروں اس وقت لندن کے نواحی علاقے ''ہنسلو'' میں واقع ابو احمد کے گھر میں بیٹھے تھے۔ اس کے باقی تینوں ساتھیوں کا تعلق جرمن سے تھا اور یہ لوگ وہاں مختلف فرموں میں کام کر رہے تھے۔ ان چاروں کی موجودگی میں انہیں فون پر اطلاع ملی تھی کہ الفریڈ ٹوبینکی نیویارک سے جرمن پہنچ گیا ہے۔

نیویارک میں اس کا کام ختم ہو چکا تھا اور ''ڈیتھ سکواڈ'' کے مقامی سربراہ کی حیثیت سے اس نے فی الوقت منظر سے ہٹ جانے کے لئے کچھ عرصہ اپنے جرمنی کے آفس میں گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ الفریڈ نے اپنے تجارتی دفاتر کا جال سارے یورپ میں پھیلا رکھا تھا۔ جس کی آڑ میں موساد کے درندے سرگرم عمل رہتے تھے۔

''امریکہ میں سارا آپریشن اسی درندے کی زیر کمان انجام پایا..... اور اب یہ ہمارے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

زخموں پر نمک پاشی کرنے جرمنی میں آن بیٹھا ہے۔'' علی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ وہ جرمنی سے آنے والے تینوں نوجوانوں کا شاید گروپ لیڈر تھا۔

''اسے مار ڈالو۔ اس درندے نے ہمارے آٹھ بہترین ساتھیوں کو یکے بعد دیگرے امریکہ کے مختلف حصوں میں مارا ہے۔ اب اسے اپنے باپ کیپٹن ٹوبینکی کے پاس جہنم میں پہنچنا ہی چاہئے۔'' دوسرے ساتھی نے کہا۔

حتمی فیصلہ ابو احمد ہی نے کرنا تھا اور وہ غم و غصے کی آگ میں جلنے کے باوجود یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ساتھی بے موت مارے جائیں۔ ان لوگوں نے شمعون کے قتل کی معمولی قیمت ادا نہیں کی تھی۔ گو کہ اسے امید تھی کہ امریکہ جیسے بڑے اور بظاہر مضبوط ملک میں ''موساد'' اپنی مرضی سے فلسطینیوں کا قتل عام نہیں کر سکتی۔

لیکن.....!

ایسا ہو کر رہا.....!!

''کتنے کھوکھلے اور کمزور ہیں یہ لوگ۔ بظاہر خود کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت کہلانے والے شاید انہوں نے اپنی ساری توانائیاں عالم اسلام کو تباہ کرنے کے لئے ہی اکٹھی کر رکھی ہیں۔ برادران عزیز! میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ یہ امریکی اسرائیل کے مقابلے میں اتنے کمزور ثابت ہوں گے۔ ہم نے سینکڑوں بے گناہ فلسطینیوں کے قاتل شمعون کو مار کر کوئی گناہ نہیں کیا تھا لیکن اس وحشی درندے الفریڈ ٹوبینکی نے ہمارے آٹھ ساتھیوں کو یکے بعد دیگرے شہید کیا ہے۔ بخدا ہم حسن طلال کے قاتلوں کا زمین کی ساتویں تہہ سے کھوج لگا لیں گے۔ خدا کی قسم تب تک ہم پر اپنی ماؤں کا دودھ حرام ہے جب تک ہم اس درندگی کا انتقام نہ لیں۔'' ابو احمد کے خون میں انگارے تڑپنے لگے تھے۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی انہیں اکیلا چھوڑ کر گھر سے باہر کچھ دیر کے لئے جا رہا تھا۔ گھر سے کچھ فاصلے پر ایک ٹیلی فون بوتھ سے اس نے ڈبلن کا ایک نمبر ملایا اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ آئرش ری پبلک آرمی کے ایک دوست سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ اپنے حریت پسند ساتھیوں کی مدد سے جرمنی میں ڈیتھ سکواڈ کے امریکی سربراہ الفریڈ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ یہ لوگ ایک دوسرے سے تعاون کرتے آئے تھے۔

پندرہ بیس منٹ کی گفتگو کے بعد وہ مطمئن ہو کر واپس آ گیا۔

رات دیر گئے تک وہ لوگ الفریڈ کے قتل کے منصوبے کی مختلف جزئیات کا جائزہ لیتے رہے۔

علی الصبح انہوں نے نماز ابو احمد کی امامت میں ادا کر کے آنسو بھری آنکھوں سے اپنے ہاتھ خدا قہار و جبار کے سامنے پھیلا کر اپنے ساتھیوں کی سلامتی، اپنی آزادی اور عالم اسلام کی بے حسی اور بے غیرتی کے خاتمے کی دعا کی، پھر اکٹھے ناشتہ کرنے کے بعد علی کی سربراہی میں ''بلیک ستمبر'' کے تینوں جانباز اپنی منزل کی طرف چل دیئے۔

انہوں نے حسب سابق لندن سے جرمنی تک کا سفر ''فیری'' سے کیا تھا۔

O

''بوریا'' کا ''ڈاؤن ٹاؤن'' یوں تو سارا دن ہی بہت مصروف رہتا تھا لیکن شام نزدیک آنے پر وہاں لوگوں کی آمد و رفت بہت بڑھ جاتی تھی۔ جرمنی کا یہ شہر تجارتی سرگرمیوں کا مرکز تھا اور یہاں دنیا کی بڑی بڑی ٹریڈ کمپنیوں کے دفاتر تھے۔

''شیواز ٹریڈرز'' نامی اس کمپنی کے دفتر سے الفریڈ شام ڈھلنے پر معمول کے مطابق لفٹ کے ذریعے باہر آیا تھا۔

اسے جرمنی میں آئے آٹھ دس روز ہونے کو آئے تھے۔ یہ ان لوگوں کا طریق کار تھا کہ دنیا کے کسی بھی ملک میں کوئی بڑا کرائم کرنے کے بعد وہ کچھ عرصہ کے لئے منظر سے غائب ہو جایا کرتے تھے۔ ''شیواز ٹریڈرز'' نامی فرم کی شاخیں امریکہ اور یورپ کے تمام ممالک میں قائم تھیں جبکہ اس کا ہیڈ کوارٹر تل ابیب میں تھا اور الفریڈ نے اس کمپنی کے ایک ڈائریکٹر کی حیثیت سے دنیا بھر میں ''ڈیتھ سکواڈ'' کا جال پھیلا رکھا تھا۔

جرمنی میں دس پندرہ روز مزید قیام کرنے کے بعد اس نے نیویارک میں بروکلین پر موجود اپنے آفس میں واپس لوٹ جانا تھا۔

علی اور اس کے دونوں ساتھی گزشتہ چار روز سے صرف الفریڈ کے معمولات نوٹ کر رہے تھے۔ آج جمعہ کی وجہ سے یہاں رش بہت زیادہ تھا اور انہوں نے آج کا دن خاص طور سے اس کام کے لئے منتخب کیا تھا۔ آئرش ری پبلک آرمی کے دوست ان کی مدد کے لئے موجود تھے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

آج جیسے ہی الفریڈ اپنے دفتر سے نکل کر نیچے جانے والی لفٹ کی طرف بڑھا۔ وہ تین اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہی اس طرح لفٹ کی طرف بڑھے جیسے وہ مختلف دفاتر سے نکل کر اس طرف آ رہے ہوں۔ ان تینوں میں ایک علی اور اس کا ساتھی جبکہ تیسرا آئی آر اے کا دوست تھا۔ لفٹ رکنے پر سب سے پہلے علی اس میں داخل ہوا۔ اس کے تعاقب میں الفریڈ اور پھر باقی دونوں بھی اندر آ گئے۔

لفٹ میں پہلے سے ایک جرمن جوڑا موجود تھا۔ دونوں اپنے آپ میں اتنے مگن تھے کہ انہوں نے اس منزل سے سوار ہونے والوں کا کوئی نوٹس لینے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کی۔ جرمن جوڑا ایک دوسرے میں پیوست تھا اور لفٹ پندرہویں منزل سے گراؤنڈ فلور کی طرف جا رہی تھی۔

جب اچانک الفریڈ کو اپنے پہلو میں یکے بعد دیگرے دو انگارے گھستے محسوس ہوئے۔

علی نے بالکل نامحسوس طریقے سے..... اپنے لمبے کوٹ کی جیب سے پستول نکال کر اس کے پہلو میں اس صفائی سے دو گولیاں اتاری تھیں کہ الفریڈ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

سائلنسر لگے پستول سے برآمد ہونے والی دونوں گولیاں اتنے خطرناک زہر میں بجھی تھیں کہ ان کا شکار اپنے منہ سے مرتے وقت کوئی آواز ہی نہ نکال سکا۔ ابھی وہ تیسری منزل تک پہنچے تھے جب اچانک اس کے دوسرے ساتھی نے لفٹ روک دی اور تینوں باہر نکل آئے۔

جرمن جوڑے کو حالات کی سنگینی کا احساس اس وقت ہوا جب انہوں نے ایک لمبے تڑنگے شخص کو دھڑام سے اپنے قدموں میں گرتے محسوس کیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی ردعمل کا اظہار کرتے' لفٹ دوبارہ چل پڑی تھی۔

دونوں نے جب الفریڈ کے پہلو سے خون فوارے کی طرح ابلتے دیکھا تو انہوں نے چیخنا شروع کر دیا اور اسی طرح چیختے چلاتے وہ لفٹ سے باہر آئے تھے۔

لفٹ کے منتظر نیچے کھڑے لوگوں کو اپنی بات سمجھانے میں انہیں کم از کم ایک ڈیڑھ منٹ لگا کیونکہ ابھی تک ان کے اوسان ہی بحال نہیں ہوئے تھے۔ ان کے گرد مجمع اکٹھا ہو گیا تھا جس میں جرمن پولیس کے دو سپاہی بھی موجود تھے۔ جنہوں نے اپنے ہاتھوں میں ''واکی ٹاکی'' پکڑ رکھے تھے۔ ان کا تعلق گشتی پولیس سے تھا اور ایک دوسرے سے یہ ''واکی ٹاکی'' کے ذریعے رابطہ رکھتے تھے۔

علی اور اس کے ساتھیوں نے اپنی دانست میں منصوبہ بڑا شاندار تیار کیا تھا کیونکہ انہوں نے لفٹ سے باہر نکلتے ہی اس کی واپسی کا بٹن دبا دیا تھا اور اس سے پہلے کہ لوگ لفٹ کو روکتے اس کا واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں دو الگ الگ لفٹوں کے بٹن دبا کر کھڑے ہو گئے۔

لیکن.....!!

رش کی وجہ سے لفٹیں نیچے آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔ صورت حال بڑی گھمبیر ہو چلی تھی۔ علی نے فوراً ہی سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اترنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور وہ اکیلا ہی سیڑھیوں کے راستے نیچے اترنے لگا۔ اس کے تعاقب میں اس کا فلسطینی ساتھی آ رہا تھا جب کہ آئی آر اے والا ساتھی وہیں کھڑا رہا اور وہ لفٹ کے ذریعے ہی نیچے اترا.....!!

علی اور اس کے ساتھی کی بدقسمتی کہ جیسے ہی انہوں نے سیڑھیوں کے راستے باہر نکلنا چاہا' پریشان حال اور گھبرائے ہوئے جرمن جوڑے کی نظریں سیدھی ان کی طرف اٹھیں۔ وہ ابھی تک لوگوں کو اپنی بات سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جیسے ہی انہوں نے علی اور اس کے ساتھی کو آتے دیکھا۔

''قاتل'' جرمن نوجوان اور اس کی ساتھی لڑکی نے چلاتے ہوئے ان کی طرف اشارہ کیا۔

دونوں سپاہیوں نے اپنے سروس ریوالور پھرتی سے نکال کر ان کو ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا۔ علی نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر انہوں نے مزاحمت کی تو دو تین بے گناہ ضرور مارے جائیں گے اور کسی بے گناہ کی موت کا داغ لے کر وہ اس دنیا سے نہیں جانا چاہتے تھے۔

دونوں کے ہاتھ اٹھتے چلے گئے۔ ان کا تیسرا ساتھی لفٹ کے ذریعے اطمینان سے اتر کر بھیڑ میں غائب ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب علی اور اس کے ساتھی کو جرمن پولیس اپنے حصار میں لئے کار کی طرف جا رہی تھی ان کا تیسرا ساتھی لندن میں ابو احمد کو فون کر کے الفریڈ کی موت اور دونوں دوستوں کی گرفتاری کی خبر دے رہا تھا۔

O

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کیپٹن والٹر کلاسن نے اپنے سامنے لگی مختلف گھڑیوں کے ڈائل پر نظریں دوڑائیں' سب کچھ نارمل تھا۔ قاہرہ کے ای ٹی سی (ایئر کنٹرول ٹاور) کو اس نے اپنی ڈائریکشن بتا کر ان سے موسمی حالات' درجہ حرارت اور دیگر تفصیلات طلب کیں پھر اپنے نائب کو کچھ ہدایات دینے کے بعد اس نے اپنے دائیں ہاتھ رایک لیور کو دبایا۔

جہاز کی بلندی آہستہ آہستہ کم ہونے لگی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے نائب نے سیٹ بیلٹ باندھنے کے سگنل جلا دیئے۔

جب بلندی دکھانے والی سوئی ایک خاص مقام پر پہنچ گئی تو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سامنے موجود سٹیئرنگ وہیل کو دائیں طرف ایک مخصوص زاویئے پر گھما دیا۔ اب اس کے سامنے والا قطب نما اور دیگر سوئیاں اس کی سمت اور روٹ کے صحیح ہونے کا اعلان کرنے لگی تھیں۔

''معزز خواتین و حضرات!

کیپٹن والٹر کلاسن آپ سے مخاطب ہے۔ ہم قاہرہ کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر لینڈ کرنے والے ہیں۔ یہاں درجہ حرارت 20 ڈگری سنٹی گریڈ اور موسم انتہائی خوشگوار ہے۔ مجھے امید ہے آپ کا سفر ہمارے ساتھ شاندار گزرا ہوگا''

اس کے ساتھ ہی ایئر ہوسٹس کی آواز بلند ہوئی۔

''معزز خواتین و حضرات!

جہاز کے کپتان نے سیٹ بیلٹ باندھنے کی بتیاں روشن کر دی ہیں۔ براہ کرم اپنے سگریٹ بجھا دیجئے۔ کرسی کی پشت سیدھی کر لیجئے۔ برائے مہربانی جہاز سے اترتے وقت اپنا سامان ساتھ لے جانا نہ بھولئے۔ ہمیں امید ہے آپ کا سفر ہمارے ساتھ خوشگوار ہوگا اور آئندہ بھی آپ لفتھانسا کے ذریعے سفر کرنا پسند کریں گے۔ ہم قاہرہ اترنے والے مسافروں کو خدا حافظ کہتے ہیں۔''

جہاز اب قاہرہ ایئرپورٹ پر چکر لگا رہا تھا۔ جہاز میں ہلکی ہلکی موسیقی کی مسحور کن آواز بلند ہونے لگی تھی۔ شاید کوئی عربی دھن بجائی جا رہی تھی۔ پھر جہاز کے پہیئے کھلے اور دو تین چکر لگانے کے بعد بالآخر وہ قاہرہ ایئرپورٹ پر لینڈ کر گیا۔

ایئر ہوسٹس مسافروں کو جہاز کے انجن بند ہو جانے تک اپنی جگہ بیٹھے رہنے کی تلقین کرنے لگی اور کیپٹن والٹر کلاسن نے سیٹ پر بیٹھے بیٹھے ایک طویل انگڑائی لے کر انجن بند کر دیئے۔

اس کا شمار لفتھانسا ایئر لائن کے چند گنے چنے پائلٹوں میں ہوتا تھا۔ خصوصاً مڈل ایسٹ سے یورپ کی طرف آنے جانے والے فضائی راستے اسے ازبر تھے اور دو تین مرتبہ تو اس نے اپنی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف سینکڑوں مسافروں کی جانیں بچائی تھیں بلکہ اپنے ہم پیشہ لوگوں کی نظروں میں بڑی قدر و منزلت بھی پائی تھی۔

بیشتر عرب تاجر تو اب اس کے ذاتی دوست بن گئے تھے۔ ان لوگوں کا آنا جانا یورپی ممالک میں لگا رہتا تھا۔ یہ عرب شیوخ بزنس کلاس میں سفر کرتے تھے جہاں والٹر کلاسن اکثر ان کے ساتھ بیٹھ کر ''ڈرنکس'' بھی شیئر کیا کرتا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔

بس اس کی یہی ایک عادت اس کے دوستوں کو پسند نہیں آتی تھی وگرنہ تو وہ اسے بڑا خوش مذاق اور یاروں کا یار سمجھتے تھے۔

جس تھکا دینے والی فلائٹ کے ذریعے وہ انقرہ پہنچا تھا۔ وہ دمشق سے شروع ہوئی تھی اور اسے بیروت' انقرہ اور میونخ ہوتے ہوئے فرینکفرٹ پہنچنا تھا۔ اس روٹ پر یہ اس کی پہلی پرواز نہیں تھی۔ گزشتہ تین سالوں سے وہ مسلسل اس روٹ پر جہاز اڑا رہا تھا۔

اس انتہائی مصروف روٹ پر اسے ایک منجھا ہوا پائلٹ ہونے کے سبب ایک نقصان کا سامنا بھی ہمیشہ رہا تھا کہ اسے کبھی بھی چھٹی نہیں ملی تھی۔ جب بھی وہ لمبی چھٹی کا مطالبہ کرتا' کمپنی کے اعلیٰ افسران معاملہ اگلے مہینے پر ٹال دیتے۔

لیکن.....!

اس مرتبہ اس کی چھٹی منظور ہو چکی تھی۔

ٹموتھی کو جب اس نے اطلاع دی تھی کہ اگلے ہفتے وہ ایک ماہ کی چھٹیاں لے کر یورپ اور امریکہ کے تفریحی دورے پر جا رہے ہیں تو اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

دونوں بچوں نے تو خوشی سے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا تھا۔

جب اس نے دمشق سے اپنے گھر فرینکفرٹ فون کیا تو بچوں نے باری باری اپنے عزائم سے آگاہ کرنے کے بعد ہی فون اپنی ماں کو دیا تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ٹموتھی کو اس نے کہا تھا کہ وہ کل تک سارے معاملات نمٹا لے کیونکہ پرسوں شام کو فرینکفرٹ سے لاس اینجلس جانے والی لفتھانسا کی فلائٹ پر ان کے لئے سیٹیں ریزرو کروالی گئی ہیں۔

اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ اتنے مختصر سے دنوں میں اپنی بیوی کی پندرہ سالہ رفاقت کا حق بھی ادا کر پائے گا یا نہیں.....!!

انہیں قاہرہ پر ایک گھنٹہ ٹھہرنا تھا۔ اس درمیان جہاز کی صفائی شروع ہو گئی تھی۔ اس کے ٹینکوں سے پٹرول کے پائپ لگا دیئے گئے تھے اور ایئرپورٹ پر لفتھانسا کا عملہ جہاز کے دیگر پرزوں کی چیکنگ میں مصروف تھا.....!!

اس سارے آپریشن کی نگرانی والٹر کلاسن خود کر رہا تھا۔ اس کی یہی خوبی اسے اپنے ساتھیوں میں ممتاز کرتی تھی کہ اس نے کبھی کسی معاملے کو اپنے ماتحتوں پر نہیں چھوڑا تھا۔

جہاز اب روانگی کے لئے تیار تھا اور مسافروں نے جہاز میں سوار ہونا شروع کر دیا تھا۔

O

لاؤنج میں فلائٹ نمبر 317 کی روانگی کے اعلان کے ساتھ ہی ہلچل مچ گئی تھی۔ فوم کے نرم گدوں والے صوفوں پر بیٹھے مسافروں کو سپرنگوں نے اچھال کر قدموں پر کھڑا کر دیا تھا۔ یہاں سے سوار ہونے والوں کی تعداد پندرہ تھی جبکہ جہاز کے باقی مسافر ٹرانزٹ لاؤنج سے واپس جہاز کی طرف آ رہے تھے۔

سکیورٹی حکام کو اس اعلان کے ساتھ ہی ایک بوکھلائے ہوئے نوجوان کی طرف متوجہ ہونا پڑا جو بڑی تیزی سے اور قریباً بھاگتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے جین کی پتلون پر ایک فضائی کمپنی کے چمڑے کی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ جس کی پشت پر فضائی کمپنی کا نشان اور نام کندہ تھے۔ ایسی جیکٹس عموماً اس فضائی کمپنی کے ملازمین کے استعمال میں رہتی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں ایک کینوس کا بیگ تھا۔ یہ بھی اسی فضائی کمپنی کا تھا.....!! پہلی نظر میں وہ اس کمپنی کا ملازم دکھائی دیتا تھا۔

''معاف کرنا دوستو! مجھے دیر ہو گئی۔ اوہ میرے خدایا! مجھے تو فرینکفرٹ سے ملحقہ پرواز لینی ہے۔ خدا جانے کبھی کبھی مصر کے ٹیکسی ڈرائیورز کو کیا ہو جاتا ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ

میں.....'' وہ مسلسل بول رہا تھا۔

سکیورٹی حکام سمجھ گئے کہ بے چارہ دیر ہونے کی وجہ سے بوکھلا گیا ہے۔ شاید اس کی نوکری خطرے میں تھی۔

ایک سکیورٹی انسپکٹر نے مسکراتے ہوئے اس کو تسلی دی اور حوصلہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ گھبراہٹ ختم کر دے کیونکہ اس کو مطلوبہ پرواز مل گئی ہے اور وہ بروقت فرینکفرٹ پہنچ جائے گا۔

نوجوان نے اتنے بھرپور انداز میں اور اتنے تسلسل کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا تھا کہ اب سکیورٹی افسر کو اس سے جان چھڑانا مشکل ہو رہی تھی۔ اس نے اپنی جان چھڑانے ہی میں عافیت جانی اور اس کا بیگ سائفر مشین سے گزرنے کے ساتھ ہی اسے تھما کر خدا حافظ کہہ دیا۔

نوجوان بھاگتا ہوا اس بس کی طرف جا رہا تھا جس پر فلائٹ نمبر 317 کے مسافر سوار ہو رہے تھے۔ بس میں سوار ہونے والا بھی وہ آخری مسافر تھا۔

بس میں بیٹھنے کے بعد اس نے طائرانہ نظروں سے اندر موجود مسافروں کا جائزہ لیا اور اس کی نظریں اگلی سیٹ پر بیٹھے اپنے ایک ساتھی پر ٹھہر گئیں جس نے گردن موڑ کر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اطمینان کا اظہار کر کے بس کی کھڑکی سے ہوائی اڈے کا جائزہ لینے لگا۔

اس نوجوان پر نظر پڑتے ہی اس نے اطمینان کا گہرا سانس لیا اور اپنا سر سیٹ کی پشت سے لگا کر مطمئن ہو گیا۔

بس انہیں مطلوبہ جہاز تک لے آئی تھی جس کے انجن پہلے سے اسٹارٹ تھے مسافر ایک ایک کر کے جہاز میں سوار ہو رہے تھے اور اگلے چند منٹ کے بعد جہاز روانگی کے لئے تیار تھا۔

اسے اکانومی کلاس کے اگلے حصے میں جگہ ملی تھی۔ جبکہ اس کا دوسرا ساتھی فسٹ کلاس کی طرف چلا گیا تھا۔ اس ہوائی اڈے سے دونوں کلاسوں کے مسافروں کو ایک ہی بس میں سوار کر کے یہاں لایا جاتا تھا۔

''معزز خواتین و حضرات!

لفتھانسا ایئرلائن کی فلائٹ نمبر 317 پر میں کیپٹن والٹر کلاسن اور ان کے عملے کی طرف

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

سے آپ کا خیر مقدم کرتی ہوں۔ جہاز روانگی کے لئے تیار ہے۔ ہم تھوڑی دیر بعد تیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے ہوئے انقرہ کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ اب حفاظتی اقدامات سے متعلق ایک فلم چلائی جا رہی ہے۔ براہ کرام اسے غور سے دیکھیں اگر آپ کو کسی بات کی سمجھ نہ آئے تو براہ کرم بغیر کسی ہچکچاہٹ کے متعلقہ عملے سے رجوع کیجئے۔ شکریہ۔"

اعلان کے خاتمے پر مسافروں کے سامنے سکرین پر فلم چلنے لگی۔ جس میں حفاظتی بند باندھنے اور ایمرجنسی کی صورت میں حفاظتی تدابیر اختیار کرنے سے متعلق ہدایات دی جا رہی تھیں۔ نوجوان کی توجہ سکرین کے بجائے اس راستے پر بھی جو اکانومی کلاس سے گزر کر فسٹ کلاس اور پھر کاک پٹ تک جاتا تھا۔ جہاز میں خاصی سیٹیں خالی تھیں۔ سکرین پر چلتی فلم اب ختم ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ہلکی ہلکی موسیقی پر جہاز کے انجنوں کی گڑگڑاہٹ غالب آنے لگی۔ کپتان کی طرف سے عملے کو جہاز کے "ٹیک آف" کرنے کی اطلاع دی گئی اور اس نے آہستہ آہستہ رن وے پر رینگنا شروع کر دیا پھر اس کی رفتار تیز ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد جہاز فضا میں بلند ہو گیا۔

ایک خاص بلندی پر پہنچنے کے بعد جب بتیاں گل ہوئیں تو مسافروں نے حفاظتی بند کھول دیئے۔ سب سے پہلے اپنی کلاس سے ٹائلٹ کی طرف جانے والا وہ پہلا مسافر تھا۔

ٹائلٹ میں داخل ہوتے ہی اس نے ٹائلٹ سے متعلقہ سامان والے ایک دراز کو کھولا اور ٹشو پیپرز کے ڈبوں کا جائزہ لینے لگا۔ یہاں درجنوں ڈبے بڑے سلیقے سے سجائے گئے تھے۔ ایسے ہی ایک ڈبے کو جس کا وزن کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہا تھا' اس نے کھولا اور ایک ننھا سا پستول اس میں سے نکال کر اپنی جیکٹ کی جیب میں رکھ لیا۔

قاہرہ میں صفائی کرنے والے عملے میں موجود ان کے ساتھی نے کامیابی سے اپنا فریضہ انجام دے لیا تھا۔

جب وہ ٹائلٹ سے باہر نکلا تو واپسی کے لئے اس نے فسٹ کلاس کا راستہ اختیار کیا۔ فسٹ کلاس کے سرے پر اس کا ساتھی استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنے سر کے مخصوص اشارے سے اسے کچھ بتایا تو وہ مطمئن ہو کر اپنی جگہ بیٹھا رہا۔

O

کیپٹن والٹر کلاسن مسافروں کو جہاز کی سمت اور ان علاقوں سے باخبر کر رہا تھا جن پر

سے وہ پرواز کرتے ہوئے انقرہ کی طرف جا رہے تھے۔ وہ مسافروں کو بتا رہا تھا کہ اس وقت جہاز قبرص سے شمال کی طرف تقریباً چالیس میل کی دوری سے گزر رہا ہے اور ان کے دائیں جناب وہ پہاڑی سلسلہ ہے جو ایک طرح سے ترکی اور قبرص کی سرحد بھی ہے۔

اس اعلان کے ساتھ ہی اکانومی کلاس میں بیٹھا نوجوان اپنی جگہ سے اٹھا' عین ان لمحات میں فسٹ کلاس والا نوجوان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں کا ٹکراؤ اکانومی کلاس کے آخری سرے پر ہوا تھا۔ اکانومی کلاس والے نے بڑی ہوشیاری سے چھوٹا سا پستول اپنے ساتھی کے کوٹ کی جیب میں منتقل کر دیا تھا اور اب وہ بڑی تیزی سے اپنی سیٹ کی طرف واپس جا رہا تھا۔ اپنے سر پر موجود بیگیج باکس کھول کر اس نے اپنا بیگ باہر نکالا اور اس میں سے چار چھوٹی چھوٹی ڈبیاں نکالیں اور جیکٹ کی دوسری جیب سے پہلے سے تیار شدہ کاغذ ان پر چڑھا دیئے۔

یہ چیونگم کی خالی ڈبیاں تھیں اور اب ان پر خاکی رنگ کے خول چڑھا کر اس نے انہیں ڈائنامیٹ کی ڈبیاں بنانے کا تاثر دیا تھا۔ خاکی رنگ کے ان خولوں پر اس نے سبز رنگ کے تار لپیٹ دیئے تھے۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس کے ساتھ والی سیٹ خالی تھی۔

اب ان جعلی ڈائنامائیٹ کی ڈبیوں کے ساتھ وہ اکانومی اور فسٹ کلاس کے درمیان جا کر کھڑا ہو گیا۔

کیپٹن والٹر کلاسن جہاز کے اندرونی سسٹم پر اپنے نائب کے ساتھ خوش گپیاں کر رہا تھا۔ وہ خوش آئند لمحات کے تصور سے نہ صرف خود محظوظ ہو رہا تھا بلکہ اپنے نائب کو اپنی خوشیوں میں شامل کرنا ضروری سمجھتا تھا۔

"ایک مہینہ تک آپ کو بہت مس کروں گا کیپٹن۔" اس کے نائب نے ٹھنڈی آہ بھری۔

جہاز کو اب انہوں نے انقرہ جانے والی فضائی راہ گزر پر ڈالنا تھا..... اچانک ہی کاک پٹ کا دروازہ کھلا۔ والٹر کلاسن نے یہی سمجھ کر گردن موڑی تھی کہ اس کے جہاز کی "فلائٹ پرسر" حسب معمول اس کے لئے کافی تیار کر کے لائی ہو گی۔

"کیا بات ہے' کون ہو تم؟" اس نے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ ایک مخصوص بٹن کی طرف لے جانا چاہا' جسے دبا کر وہ نزدیکی اے ٹی سی (ایئر ٹریفک کنٹرول) کو اپنے ہائی جیک ہونے کا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

سگنل دے سکتا تھا۔

''نہیں کیپٹن کسی بٹن کو ہاتھ نہ لگانا۔ مجھے افسوس ہے تمہیں بے وقت زحمت دی۔ یہ جہاز اغوا ہو چکا ہے۔ میرے تین ساتھی جہاز میں ڈائنامائیٹ لگا چکے ہیں۔ تمہاری اور مسافروں کی خیریت صرف ہمارے احکامات پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے میں ہے۔ تمہاری اطلاع کے لئے صرف اتنا عرض کر دوں کہ میرا نام ابوامل ہے اور ہمارا تعلق ''بلیک ستمبر'' سے ہے۔''

''آل رائٹ۔ تم جو کوئی بھی ہو پستول پرے ہٹاؤ۔'' والٹر کلاسن کو جہاز کے اغوا سے زیادہ افسوس اپنے خواب ٹوٹنے پر ہوا تھا۔

O

جہاز کے مسافر بڑی حیرت اور پریشانی کے عالم میں جہاز کے اندرونی سسٹم پر یہ اعلان سن رہے تھے۔

''خواتین و حضرات!

یہ جہاز اغوا ہو چکا ہے۔ ہمارا تعلق ''بلیک ستمبر'' سے ہے۔ میں ابوامل آپ سے مخاطب ہوں۔ میرے دو ساتھی جہاز میں ڈائنامائیٹ سمیت موجود ہیں اور میں کیپٹن کے ساتھ کاک پٹ میں ہینڈ گرنیڈ اور پستول سے مسلح بیٹھا ہوں۔ آپ سے درخواست ہے کہ اپنی سیٹوں پر چپ چاپ بیٹھے رہئے اور کوئی ایسی حرکت نہ کیجئے جس سے آپ کے ساتھ ساتھ جہاز کے ڈیڑھ دو سو مسافروں کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے۔''

اعلان کے خاتمے پر خوفزدہ آنکھوں سے جہاز کے مسافروں نے دیکھا کہ ایک نوجوان اکانومی اور فسٹ کلاس کے درمیان ڈائنامائیٹ کی ڈبیاں نصب کر رہا تھا جبکہ ان کا دوسرا ساتھی جہاز کے آخری سرے پر یہی عمل دہرا رہا تھا۔ دونوں نے بڑی تیزی سے اپنا کام مکمل کر لیا۔ ڈبیوں سے منسلک تاران کے ہاتھوں سے بندھے تھے۔ انہوں نے مسافروں کو مطلع کیا کہ اگر کسی مسافر نے بھی جوش میں آ کر کوئی غلط حرکت کی اور ان کی طرف بڑھا تو اپنی جگہ سے ایک خاص حد تک ہٹنے کی صورت میں ڈائنامائیٹ پھٹ جائے گا اور وہ کچھ نہیں کر سکیں گے۔

بڑے منجھے ہوئے ہائی جیکر تھے۔ انہوں نے مسافروں کے لئے خود پر قابو پانے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی اور نفسیاتی طور پر انہیں ان کی بے بسی کا مکمل احساس دلا دیا تھا۔

والٹر کلاسن کے سارے خواب ریزہ ریزہ ہو گئے تھے۔ اسے جہاز کے ہائی جیک ہونے سے زیادہ غصہ اس بات پر آ رہا تھا کہ ایک مرتبہ پھر اس کی چھٹیوں کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا اور ٹکٹوں کی بکنگ جو اس نے کروا رکھی تھی وہ بھی اب کینسل ہو جائے گی۔

ابوامل اس کے سر پر مسلط تھا اور بڑی گہری نظروں سے ڈائل کی مختلف سوئیوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ چانک ہی اس کے اگلے حکم نے والٹر کلاسن کو چونکا دیا۔

''جہاز کو یونان کی طرف موڑ لو۔''

''لیکن میں نے کبھی اس روٹ پر پرواز نہیں کی۔ ہمارے پاس اتنا تیل بھی نہیں۔'' اس نے اندھیرے میں تیر چلانا چاہا۔

''میرا بھی یہ پہلا تجربہ ہے۔ تم بھی کرو۔ آئندہ کے لئے تمہیں روٹ کی سمجھ آ جائے گی۔'' ابوامل نے پھنکارتی آواز میں اس کی کنپٹی پر دوبارہ پستول جماتے ہوئے کہا۔ ''قبرص کے کنٹرول ٹاور سے بات کرو۔ انہیں جہاز کے اغوا کی خبر نہ دینا کوئی بھی ایمرجنسی بتا کر لینڈ کر جاؤ۔''

''ٹھیک ہے۔'' بمشکل غصے سے لرزتی آواز میں کیپٹن والٹر کلاسن نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ قبرص کے کنٹرول ٹاور سے بات کر رہا تھا۔ اس نے کوئی تکنیکی مجبوری بتا کر جہاز کو لینڈ کرنے کی اجازت چاہی تھی۔ حالانکہ وہ جہاز کے ہائی جیک ہونے کا سگنل دے چکا تھا لیکن قبرص نے یہ سگنل وصول نہیں کیا تھا۔ شاید انقرہ میں وصول ہو گیا ہو۔

بڑی ردوقد کے بعد اسے جہاز اتارنے کی اجازت ملی تھی۔ جیسے ہی جہاز نے قبرص کے ہوائی اڈے پر لینڈ کیا۔ ابوامل نے کنٹرول سے بات کرنے والا مائیک خود تھام لیا۔

''میں فلائٹ نمبر 317 سے مخاطب ہوں' یہ جہاز اغوا ہو چکا ہے۔ ہمارا تعلق بلیک ستمبر تنظیم سے ہے۔ یہ جہاز ہم نے جرمنی میں موجود اپنے ساتھیوں کی رہائی کے لئے اغوا کیا ہے۔ ہم یہاں قیام نہیں کریں گے۔ صرف تیل لے کر اڑ جائیں گے۔ اگر کسی نے کوئی چالاکی دکھائی تو یاد رکھنا جہاز میں ڈائنامائیٹ نصب ہے۔ صرف پٹرول بھرنے والی گاڑی جہاز کے نزدیک آئے اس کے علاوہ کسی کو جہاز کے نزدیک پھٹکنے کی اجازت نہ دی جائے ورنہ یہ جہاز مسافروں سمیت بھک سے اڑ جائے گا۔''

یونان حکومت کے لئے سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ جتنی جلدی اس مصیبت سے جان

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

چھڑائی جائے کیونکہ جہاز پر جس تنظیم نے قبضہ کیا تھا اس سے کوئی چالبازی یا سودے بازی بے سود تھی۔ یوں بھی اس سے پہلے حکومت پر غیر ممالک خصوصاً اسرائیل کا دباؤ بڑھنے لگے یونان کی حکومت اس بلا سے چھٹکارا چاہتی تھی۔

ان لوگوں نے ابوامل کے ہر حکم کی تعمیل بلا چون و چراں کی اور جہاز کی ٹینکیاں تیل سے بھرنے کے بعد ان کو جانے کی اجازت دے دی۔

جہاز ایک مرتبہ پھر فضا میں پہنچ گیا تھا۔ فضا سے ہی ابوامل نے جرمنی حکومت کے لئے پیغام ریکارڈ کروایا کہ بوریا جیل میں موجود علی اور اس کے ساتھی کو رہا کر دیا جائے وگرنہ وہ لوگ جہاز کو فضا ہی میں تباہ کر دیں گے۔ اس کے پیغام کی ٹیپ شدہ کاپیاں چند منٹ میں اسرائیل اور امریکہ پہنچ گئی تھیں۔ جہاز اب یوگوسلاویہ کی طرف محوِ پرواز تھا۔ اس طرف جانے کا حکم بھی والٹر کلاسن کو ابوامل نے ہی دیا تھا۔

وہ اپنے آہنی ارادوں سمیت اس کے سر پر ڈٹا ہوا تھا۔ جہاز لینڈ کرتے وقت بھی اس نے حفاظتی اقدامات اپنانے کا تکلف نہیں کیا تھا۔ کیا مجال جو اس کے پائے ثبات میں معمولی سی لغزش بھی آئی ہو۔

والٹر کلاسن نے ایک بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ جو شخص اس کے سر پر جما کھڑا ہے وہ کوئی معمولی ہائی جیکر نہیں ہے۔ اسے نہ صرف اس جیٹ جہاز کے سارے سسٹم کا علم ہے بلکہ اس خطے کے فضائی راستے سے اسے ازبر ہیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ یہاں کافی عرصہ تک جہاز اڑاتا رہا ہو۔

O

بریگیڈیئر شمیر کی آنکھوں میں خون تیر رہا تھا۔

اس کی حالت اس بھوکے بھیڑیے جیسی تھی جس کے سامنے بھیڑیں موجود ہوں لیکن وہ شیر کے خوف سے ان کا شکار نہ کر سکتا ہو۔

الفریڈ کی موت کے حادثے سے وہ سنبھل نہیں پایا تھا کہ اب یونان میں اسرائیلی قونصلیٹ کی طرف سے آنے والے پیغام نے اس کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ فلسطینیوں کو یہ جرأت اتنے عرصے بعد کیسے ہو گئی۔ اپنی دانست میں ان لوگوں نے ایسے اقدامات کئے تھے کہ اب قیامت تک فلسطینی ہتھیار اٹھانے کا تصور بھی نہ کر سکیں۔

لیکن .....!!

بلیک ستمبر پھر ایکٹو ہو گئی تھی۔

ایک طرف وہ لوگ تھے جو گزشتہ پندرہ روز سے جرمن حکومت پر مسلسل دباؤ بڑھا رہے تھے کہ وہ الفرید کے قاتل دونوں فلسطینیوں کو ان کے حوالے کر دے۔ اس ضمن میں اسرائیل نے انٹرپول سے بھی رابطہ کیا تھا اور یہ بہانہ کر کے دونوں گرفتاروں کی ڈیمانڈ کی تھی کہ یہ دونوں تل ابیب اور حیفہ میں بہت سی تخریبی کارروائیوں میں ملوث رہے ہیں۔ جرمن حکومت نے اس ضمن میں کسی بھی دباؤ میں آنے سے صاف انکار کر دیا تھا اور قیدی ان کے حوالے نہیں کئے تھے۔

اب انٹرپول کی کوششوں سے امید کی کوئی کرن نظر آنے لگی تھی تو اس نئی مصیبت نے سر اٹھا لیا تھا۔ نہ صرف الفریڈ مارا گیا بلکہ یہ لوگ اس کے قاتلوں کو بھی چھین کر لے جانا چاہتے تھے۔

''ناممکن.....ناممکن۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا۔

''سر! ان لوگوں نے بڑا بھیانک طریقہ اپنایا ہے وہ جہاز کو مسلسل فضا میں چکر دے رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ جب تک ان کے ساتھیوں کی رہائی کا اعلان نہیں ہو جاتا وہ لوگ جہاز کو اس طرح فضا میں اڑاتے رہیں گے..... اِلّا یہ کہ جہاز تباہ ہو جائے۔'' ایک ماتحت نے لب کشائی کی۔

''یہ بلیک ستمبر کے لوگ بہت خطرناک ہیں اور کوئی حکومت ان کے مطالبات کے سامنے نہ جھکنے کا خطرہ مول نہیں لے گی۔ جہاز میں دو سو پندرہ مسافر اور عملے کے لوگ سوار ہیں۔ اتنی جانوں کا خطرہ جرمن تو مول نہیں لے سکتے۔'' دوسرے نے کہا۔

بریگیڈیئر شمیر کا پیمانہ صبر چھلک پڑا۔

''شٹ اپ۔'' اس نے چلاتے ہوئے ان لوگوں کو پھاڑ کھانے والی نظروں سے گھورا۔ ''وزیر خارجہ سے ملاؤ۔'' شمیر نے اپنے سیکرٹری کو حکم دیا۔

دوسرے ہی لمحے وہ وزیر خارجہ سے مصروف گفتگو تھا۔ دوران گفتگو اس کے منہ سے جھاگ اڑتی رہی۔ وزیر خارجہ اس سے زیادہ غصے اور نفرت کی آگ میں جھلس رہا تھا۔ اس نے بریگیڈیئر شمیر کو بتایا تھا کہ اسرائیل اور اس کے ''دوست ممالک'' کے دباؤ کے باوجود اس بات کا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

امکان ہے کہ جرمن حکومت ان لوگوں کے مطالبات کے سامنے جھک جائے۔"

فون کریڈل پر پٹختے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ اتنی زور سے میز پر مارا تھا کہ سارا کمرہ گونج اٹھا۔

"ٹھیک ہے ہر ممکن کوشش کرو کہ قیدی ان کے ہاتھ نہ لگیں۔ سفارتی دباؤ جاری ہے۔ اگر جرمن حکومت نے بادل نخواستہ ایسا فیصلہ کر ہی لیا تو ان لوگوں کو جیل ہی میں مار ڈالو۔ جرمن پولیس کی حراست سے چھین کر مار ڈالو۔ بہرصورت دونوں قیدی زندہ فلسطینیوں کے ہاتھ نہ لگنے چاہئیں۔ خواہ اس کے لئے کتنی ہی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ مجھے ان لوگوں کی موت کے علاوہ اور کوئی اطلاع نہ پہنچائی جائے۔" اس نے اپنے آدمیوں کو گھور کر دیکھا۔

دوسرے ہی لمحے "ڈیتھ سکواڈ" متحرک ہو گیا۔

جرمن میں ان کے ایجنٹوں کو ہدایات مل گئی تھیں اور فوری طور پر ان ہدایات پر عمل پیرا ہونے کا حکم بھی جاری ہو چکا تھا۔

O

ہم لوگ اس وقت یوگوسلاویہ پر پرواز کر رہے ہیں۔ جہاز کو "ذیگرب" کے ہوائی اڈے پر اتارو اور تیل بھرنے کا بندوبست کرو۔" ابوامل کی طرف سے کیپٹن والٹر کلاسن کو اگلا حکم موصول ہوا۔

"مجھے ساری زندگی مشرقی یورپ کے کسی فضائی مستقر پر اترنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ تم....." والٹر کلاسن نے جھلاتے ہوئے کہنا چاہا۔

"میں جو ہوں تمہیں بتانے اور سمجھانے کے لئے فکر کس بات کی؟" ابوامل نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

والٹر کلاسن ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔ خدا جانے یہ شخص کس مٹی کا بنا ہوا تھا۔ کیا مجال جو ایک منٹ کے لئے اس نے کسی بھی نفسیاتی یا ذہنی کمزوری کا مظاہرہ کیا ہو۔

انہیں فضا میں چکر کاٹتے تین گھنٹے ہو گئے تھے اور جہاز کی ٹینکیاں خالی ہونے لگی تھیں۔ شاید قبرص سے انہیں تیل ہی اتنا ملا تھا۔ اس صورت حال کا اندازہ والٹر کلاسن سے پہلے ابوامل نے لگا لیا تھا۔

اس دوران ان لوگوں نے جہاز کے مسافروں پر مکمل کنٹرول کیا ہوا تھا۔ اس کے ایک ساتھی نے سیٹورڈ کے فرائض سنبھال لئے تھے اور اپنی مدد کے لئے اکانومی کلاس سے دو عورتوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا جو مسافروں کو کھانے پینے کی اشیاء بہم پہنچا رہی تھیں۔

جہاز کے عملے کو ان لوگوں نے فسٹ کلاس میں چپ چاپ بیٹھے رہنے کی تلقین کر کے پابند کر دیا تھا۔

ذیگرب کے ہوائی اڈے پر اترنا والٹر کلاسن کی زندگی کا بھیانک تجربہ تھا۔

ایک گھنٹے تک وہ انتظامیہ کی منت سماجت کرتا رہا۔ اس درمیان اسے جہاز کے تین انجن بند کرنے پڑے اور صرف ایک انجن پر اس نے لینڈ کیا..... کوئی معمولی اعصاب کا پائلٹ ہوتا تو جہاز کریش ہو جاتا۔

یوگوسلاویہ کی حکومت نے انہیں صرف اس شرط پر اترنے کی اجازت دی تھی کہ وہ جہاز میں تیل بھرنے اور اشیائے خورد و نوش مہیا کرنے کے بعد اسے ایک لمحے کے لئے اپنی سرزمین پر رکنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

یہ سارا عمل آدھ گھنٹے میں پورا ہو گیا۔

اس درمیان ابوامل نے اپنی دھمکی پھر ریکارڈ کروائی تھی اور جرمن حکام کو باور کروایا تھا کہ وہ محض اسرائیلی حکومت کی خوشنودی کے لئے بے گناہ مسافروں کی جان سے کھیل رہے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ ان لوگوں نے جرمن حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور درخواست کی تھی کہ اسرائیل اور فلسطینیوں کی جنگ کے درمیان نہ آئے۔

جہاز ایک مرتبہ پھر یوگوسلاویہ کی فضا میں چکر کاٹ رہا تھا۔

ابوامل نے اسے ایک خاص ایریا ہی میں اڑتے رہنے کی ہدایت کی تھی۔ ابھی تک جرمن حکومت کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ اچانک ہی ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح والٹر کلاسن کے ذہن پر لپکا۔

اگلے ہی لمحے وہ لفتھانسا ایئر لائن کے چیئرمین ہربرٹ کلیمن سے مصروف گفتگو تھا۔

اس نے کلیمن کو باور کروا دیا تھا کہ ان لوگوں وک سوائے ان کے ساتھیوں کی رہائی کے اور کوئی عمل مطمئن نہیں کر سکے گا۔ اگر اس میں کوتاہی کی گئی تو جہاز فضا میں پھٹ جائے گا۔ اس نے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کلیمن پر زور دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اپنی کمپنی کی ساکھ داؤ پر نہ لگائے اور جرمن حکومت پر دباؤ ڈالے کہ وہ ان لوگوں کا مطالبہ تسلیم کریں۔

O

ہربرٹ کلیمن کا رابطہ بیک وقت والٹر کلاسن اور جرمنی حکومت کے ذمہ داروں سے قائم تھا۔

جرمن ایئر لائن کا چیف ہونے کے ناطے اس پر دوہری ذمہ داری عائد ہوگئی تھی۔ ایک تو اپنی ایئر لائن کی ساکھ داؤ پر لگی ہوئی تھی اور دوسری طرف جرمنی حکومت کے وقار کا سوال تھا۔

خدا جانے یہ کیسے ہائی جیکر تھے جو سوائے پٹرول لینے کے اور کسی بھی صورت جہاز زمین پر نہیں اترنے دیتے تھے۔ اگر وہ زمین پر کچھ دیر ٹھہرتے تو ان سے نمٹنے کے بہت سے چانسز ہو سکتے تھے۔

عین ممکن ہے کمانڈو کارروائی کا موقعہ مل جاتا یا پھر ان لوگوں سے سودے بازی کی جا سکتی تھی۔ کوئی نفسیاتی طریقہ اپنایا جا سکتا تھا۔ کچھ بھی ممکن تھا۔

لیکن .....!

یہ لوگ جانے کس مٹی کے بنے ہوئے تھے سوائے اپنا پیغام ایک مرتبہ نشر کرنے کے انہوں نے ابھی تک ذمہ دار حکام سے کسی بھی ملک میں بات کرنا گوارہ نہیں کی تھی۔ وہ صرف پائلٹوں کے ذریعے دباؤ ڈال رہے تھے۔

عجیب مصیبت تھی نہ تو یہ لوگ زمین پر اترتے تھے نہ کسی سے بات کرنے کو تیار تھے۔ انہیں ہر صورت مثبت جواب چاہئے تھا۔

''جناب والا! جہاز مسلسل چوبیس گھنٹے پرواز نہیں کر سکتا۔ اس کے انجن بھی جواب دے سکتے ہیں اور اب تو یوں لگتا ہے کہ وہ ہاں میں جواب سنے بغیر جہاز میں تیل ڈالنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے۔ اس سے پہلے ڈیگرب میں بھی جہاز کو ایک انجن پر اڑانا پڑا تھا۔ خدارا سینکڑوں انسانوں کی جان داؤ پر نہ لگائیے۔'' اس نے جرمن چانسلر سے آخر کہہ دیا۔

''ٹھیک ہے! ہمیں بہر حال مسافروں کی جان سب سے زیادہ عزیز ہے۔'' چانسلر نے بھی سانس لے کر کہا۔

کلیمن نے سکھ کا سانس لیا۔

دوسرے ہی لمحے وہ دوسری لائن پر والٹر کلاسن کے لئے پیغام دے رہا تھا کہ جرمنی حکومت نے دونوں قیدیوں کو رہا کرنے کا اصولی فیصلہ کر لیا ہے۔

O

اس وقت وہ اپنے آرام دہ آفس کے اس حصے میں موجود تھا جہاں کوئی اسے ڈسٹرب نہیں کیا کرتا تھا۔ وہ یہاں پانچ منٹ رک کر اپنے اوسان بحال کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے تھوڑی دیر بعد بوریا سے قیدیوں کے ہمراہ ایک دوسرے جہاز پر اس جگہ جانا تھا جہاں ہائی جیکروں کی طرف سے ان قیدیوں کو پہنچانے کا حکم ملا تھا۔

وہسکی کے ایک پیگ نے اسے خاصا سکون دیا تھا اور اب وہ اپنے ریٹائرنگ روم کا بغلی دروازہ کھول کر اس طرف موجود باغ کی کھلی ہوا میں چند لمبے لمبے سانس لے کر اپنا ذہنی دباؤ دور کر کے خود کو آنے والے حالات کے لئے تیار کرنا چاہتا تھا۔

بون سے اسے اپنے نجی چھوٹے جہاز میں بوریا جانا تھا جہاں ایک اور جہاز پہلے سے تیار تھا جس میں قیدیوں کو لے کر جانے کا منصوبہ طے پایا تھا۔

ابھی اس نے اپنے دفتر سے قدم باہر نکالا ہی تھا کہ اس کی سیکرٹری ہاتھ میں کارڈلیس فون پکڑے اسے اپنی طرف آتی دکھائی دی۔ شاید کوئی اہم کال تھی۔ ورنہ اسے کم از کم اس وقت ڈسٹرب نہ کیا جاتا۔

''مسٹر کلیمن!'' دوسری طرف سے آواز کے بجائے سانپ کی پھنکار سنائی دے رہی تھی۔ خدا جانے آواز میں کیسا قہر چھپا تھا کہ ایک مرتبہ تو کلیمن کا دل زور سے دھڑک کر رہ گیا۔

''کون ہو تم؟'' اس نے فوراً اپنی حالت پر قابو پا کر پوچھا۔

''میں جو کوئی بھی ہوں' ایک بات کان کھول کر سن لیتا۔ اگر قیدیوں کی رہائی میں تمہارا ہاتھ شامل ہوا تو دنیا کے کسی بھی کونے میں تم ہماری دسترس سے بچ نہیں سکو گے۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو؟ کون ہو تم؟''

''کلیمن! ہم موت کے فرشتے ہیں ڈیتھ سکواڈ۔'' اس کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔

اپنی سیکرٹری کو فون واپس تھماتے ہوئے ہربرٹ کلیمن کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی کی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ایک لہر دوڑ گئی۔

''ڈیتھ سکواڈ کی دھمکی خالی خولی دھمکی نہیں تھی۔ وہ یہودیوں کی اس خونخوار تنظیم سے بخوبی آگاہ تھا اور جانتا تھا کہ یہ لوگ کبھی اپنے مجرموں کو معاف نہیں کرتے۔

لیکن.....!

اس نے سوچا وہ تو ان کا مجرم نہیں۔ اس نے فلسطینیوں کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ تو اب بھی اپنی حکومت کے فیصلے کا پابند ہے۔ فیصلہ بہرحال جرمن گورنمنٹ نے کرنا تھا اسے تو اپنی کمپنی کی ساکھ اور مسافروں کی جان عزیز تھی۔ جس کو بچانے کے لئے لفتھانسا کے چیئرمین کی حیثیت سے وہ ہر ممکن اقدام کرنے کا اخلاقی' انسانی اور قانونی طور پر پابند تھا۔

بون سے بویریا تک اس کا سفر بڑا اذیت ناک گزرا تھا۔

بویریا کے ہوائی اڈے پر جرمن انٹیلی جنس چیف مائیکل گاڈ اس کا منتظر تھا۔ مائیکل نے اسے ہوائی اڈے پر ہی ایک الگ کمرے میں مختصر بریفنگ دیتے ہوئے کہا تھا کہ جرمن حکومت کی ہر ممکن کوشش یہی ہے کہ دونوں قیدی ان لوگوں کو نہ سونپے جائیں۔ اس کے لئے انہیں ہر برٹ کلیمن کا عملی تعاون درکار ہوگا۔ اگر ایسا ناگزیر ہوا تو پھر یہ ہدایت بھی موجود ہے کہ کسی مسافر کی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈالا جائے گا۔

O

بویریا کا جیل خانہ کوئی عام جیل خانہ نہیں تھا۔

یہاں قیدیوں کو خصوصی انتظامات کے تحت پابند سلاسل رکھا جاتا تھا۔ اس جیل میں دنیا بھر کی انتہا پسند تنظیموں کے وہ لوگ بند تھے جنہیں جرمنی میں گرفتار کیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ خطرناک قاتل' ڈرگ سمگلر اور نامور ڈکیتوں کو یہاں رکھا جاتا تھا۔ اس جیل کا انتظام جرمن پولیس کے ایک خصوصی شعبے کو سونپا گیا تھا۔

جیل کے دور دور کوئی آبادی نہیں تھی اور اس طرف آنے والے راستوں پر بھی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔

جہاز کو اغوا ہوئے آٹھ گھنٹے ہو چکے تھے۔ جب جیل کے بڑے دروازے سے دونوں قیدیوں کو گارڈ کی حفاظت میں باہر نکالا گیا۔ جس بکتر بند کار میں انہیں بٹھایا گیا تھا اس کے آگے اور

پیچھے جرمن فوج کے دو ٹرک اس کی حفاظت کے لئے چل رہے تھے۔

موساد کے ڈیتھ سکواڈ رن کا مقامی سربراہ ہمیرخ جانتا تھا اگر اس نے اپنے کام میں ذرا سی کوتاہی کا مظاہرہ کیا تو بریگیڈیئر شمیرا سے زندہ درگور کر دے گا۔

وہ اپنے ایجنٹوں کی معمولی غلطیوں پر ان کی سرزنش کرتا تھا' اپنے ہاتھ سے ایجنٹوں کو اذیت ناک سزائیں دینا اس کا معمول تھا۔ دنیا بھر میں پھیلے ڈیتھ سکواڈ کے جانے کتنے غیر یہودی ایجنٹ اس کے ہاتھوں موت کا ذائقہ چکھ چکے تھے۔ کسی بھی شخص کی جان لینا اس کے نزدیک بچوں کا کھیل تھا۔

بویریا جیل سے ہوائی اڈے کی طرف جانے والی سڑک بظاہر ویران نظر آ رہی تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ یہاں چند منٹ کے نوٹس پر جرمن اپنی مدد کے لئے پولیس یا فوج کو بلا سکتے ہیں۔

بریگیڈیئر شمیر نے بڑی سختی سے ہدایت کی تھی کہ دونوں قیدی کسی صورت ''بلیک ستمبر'' کے ہاتھوں میں نہ پہنچ سکیں۔ انہیں مارنے کا منصوبہ ان لوگوں نے چند گھنٹوں میں تیار کر لیا تھا اور اب یہاں مورچہ بند ہو کر بیٹھے تھے۔ اتنی ایمرجنسی اور کم وقت میں ہمیرخ کو صرف چھ ایجنٹ ہی میسر آ سکے تھے۔ ان میں بھی دو کرائے کے قاتل اور چار موساد کے باقاعدہ ایجنٹ تھے۔

اپنے پانچوں ساتھیوں کے ساتھ اس نے جیل سے اس طرف آنے والے راستے کے اس موڑ کو چنا تھا جس پر ایک چھوٹی سی سرسبز پہاڑی میں وہ وقتی طور پر سڑک کی طرف سے آنے والوں کی نظروں سے چھپ کر بیٹھے تھے۔ اس جگہ کی نشاندہی بھی ان دونوں کرائے کے قاتلوں میں سے ایک نے کی تھی۔ جس نے بویریا جیل میں دس برس قید کاٹی تھی اور اسے اکثر جرمن کے دوسرے شہروں کی عدالتوں میں پیش کرنے کے لئے جیل سے ہوائی اڈے تک لے جایا جاتا تھا۔

O

اپنی آنکھوں سے دوربین لگائے وہ کہرے کی چادر میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گوہر مقصود تلاش کر رہا تھا۔ سردی کی شدت لحہ بہ لحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ انتہائی گرم جیکٹیں پہننے کے باوجود انہیں ٹھنڈک اپنی ہڈیوں میں سرایت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔

آٹومیٹک بندوقوں پر گرفت قائم رکھنے کے لئے انہوں نے اونی دستانے پہن رکھے تھے اور اپنی شناخت چھپانے کے لئے اونی ٹوپیاں اوڑھ کر انہیں اپنے چہروں پر اس طرح پھیلا لیا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

تھا کہ اب چہرے پر ان کی صرف آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھیں۔

ہمیرخ کو رہ رہ کر یہ غم کھا رہا تھا کہ وہ ''بزوکا'' کیوں اپنے ہمراہ نہیں لا سکے اس میں اس کا قصور بھی نہیں تھا۔ شمیر نے انہیں وقت ہی اتنا کم دیا تھا کہ وہ ڈھنگ کا اسلحہ بھی نہیں لا سکے تھے۔ آٹو میٹک رائفلیں اور چند ہینڈ گرنیڈ تھے یا پھر ایک لائٹ مشین گن جو ہمیرخ نے خود سنبھال رکھی تھی۔

بالآخر اسے دھند کی چادر سے جھانکتی جیپ کی روشنیاں بھی دکھائی دینے لگیں۔ یہ جیپ شاید کمانڈ کار تھی جو آگے آگے چل رہی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر آرمڈ کار آ رہی تھی جس میں دونوں قیدی اور ان کے محافظوں کو بٹھایا گیا تھا۔ جیپ ان کے نزدیک پہنچی ہمیرخ کی ہدایت کے بالکل برعکس دونوں کرائے کے قاتلوں نے اس پر فائرنگ شروع کر دی۔

ہمیرخ تلملا کر انہیں گالیاں دینے لگا۔ کیونکہ اس نے سختی سے ہدایت کی تھی کہ۔ تک وہ سگنل نہ دے' فائرنگ نہ کی جائے لیکن نووارد جنہیں اس نے ہنگامی طور پر ایک مقامی ''سورس'' کی مدد سے حاصل کیا تھا' اپنی عادت کے ہاتھوں مجبور تھے۔ انہوں نے پولیس کی جیپ دیکھتے ہی اس پر گولیوں کا مینہ برسا دیا۔

یہ کوئی عام پولیس نہیں تھی۔

جرمن پولیس کا خصوصی تربیت یافتہ کمانڈو یونٹ تھا جسے ہنگامی حالت سے نمٹنے کے لئے خاص طور پر تیار کیا گیا تھا کہ موساد والے ان کے راستے میں ہر ممکن رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش کریں گے۔

گولیاں جیپ میں موجود ایک کمانڈو کو زخمی کرنے کے علاوہ اور کوئی کارنامہ انجام نہ دے پائیں۔

اگلے ہی لمحے وہ لوگ مقابلے پر ڈٹ گئے۔ اگلی جیپ پر فائرنگ کے ساتھ ہی آرمڈ کار نے تیزی سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا جب کہ اس کے پیچھے آنے والی جیپ برق رفتاری سے ایک لمبا چکر کاٹ کر اس پہاڑی ٹیلے کے پیچھے پہنچ گئی تھی۔

ہمیرخ کو جلد ہی احساس ہو گیا کہ وہ گھیرے میں آ چکے ہیں۔ اس نے جان لیا تھا کہ مقابلہ بے سود ہے لیکن اس کے سامنے صرف دو ہی راستے تھے یا تو وہ ان لوگوں کا گھیراؤ توڑ کر نکل

جائیں یا پھر مارے جائیں۔ گرفتاری کی صورت میں وہ ذلیل ہو کر مارے جاتے۔

سب سے پہلے تو اس نے اپنے ہاتھوں سے دونوں کرائے کے ٹٹوؤں کو پلک جھپکتے میں مار ڈالا۔ اسے خطرہ تھا کہ ان میں سے اگر کوئی زندہ جرمنوں کے ہاتھ لگ گیا تو سب کچھ بک دے گا۔

اس کے بعد ان لوگوں نے پسپائی اختیار کرنا شروع کی۔ ابھی تک گھیراؤ مکمل نہیں ہوا تھا۔ چاروں ایک سمت میں بڑی ترتیب سے فائرنگ کرتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ جب انہیں ایک اور آفت نے آن لیا۔

O

تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر ان کے سر پر منڈلانے لگا جس میں سے ایک گونجدار آواز انہیں بار بار جرمن اور انگلش زبان میں ہتھیار پھینکنے کا حکم دے رہی تھی۔

جب وارننگ پر بھی انہوں نے مقابلہ جاری رکھا تو ہیلی کاپٹر کی طرف سے ان پر ''وارننگ برسٹ'' مارا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر نے آسمان سے ان پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ چاروں نے اس فائرنگ کی زد سے بچنے کی کوشش کی تھی لیکن جلد ہی ان کا ایک ساتھی ہیلی کاپٹر کی فائرنگ اور دوسرا پولیس کمانڈوز کی گولیوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔

اپنی تربیت کے مطابق اب ہمیرخ کے آخری ساتھی نے اپنا مورچہ وہاں جما لیا تھا اور اس نے ہمیرخ کو نکل جانے کے لئے کہا۔ ہمیرخ دیوانہ وار بھاگ رہا تھا جبکہ اس کا ساتھی اپنی جگہ پر لیٹا پولیس کی گولیوں کا جواب دے رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر ہمیرخ کے تعاقب میں اُڑ رہا تھا اور وہ اپنی شاندار تربیت کے بل بوتے پر اس کی گولیاں کی زد سے ہر مرتبہ چھلانگ لگا کر بچ رہا تھا۔

دو تین منٹ بہت دلیری سے مقابلہ کرنے کے بعد بالآخر اس کا آخری ساتھی بھی مارا گیا۔

ہمیرخ کی خوش قسمتی تھی کہ دھند اب اتنی گہری ہو گئی تھی کہ جب تک وہ نزدیکی درختوں کے جھنڈ تک پہنچا' ہیلی کاپٹر کی دسترس سے نکل گیا اور پھر وہ درختوں کے جھنڈ کے اندر ہی اندر بھاگتا چلا گیا۔

گہری دھند میں تیز روشنیاں زیادہ دور تک اس کا تعاقب نہ کر سکیں اور وہ آدھ گھنٹہ کی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جان لیوا بھاگ دوڑ کے بعد اکیلا اپنی تباہی کی داستان سنانے کے لئے زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔

یہ صورت حال اس کے لئے نئی نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی متعدد مرتبہ وہ موت کے ہاتھوں سے بال بال بچا تھا۔ ڈیتھ سکواڈ کا شاید ہی کوئی ایسا خوش قسمت ایجنٹ تھا جس نے اپنی زندگی ہی میں موت کو بہت قریب سے نہ دیکھا ہو۔ ان لوگوں کو بیک وقت نہ صرف اسرائیل کے دشمنوں کو مارنا ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ متعلقہ ملک میں قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں سے بھی بچنا ہوتا تھا۔ دونوں طاقتوں سے بیک وقت لڑنا ہوتا تھا۔

لیکن.....!

آج وہ دل شکستہ تھا۔

آج واقعی انہیں زبردست ہزیمت کا سامنا ہوا تھا۔

فلسطینیوں نے انہیں احساس دلا دیا تھا کہ اپنی مکاری' طاقت' دولت اور شیطانی ذہنیت کے باوجود وہ مجبور محض ہیں۔

اگلے چند گھنٹوں کے بعد وہ تل ابیب میں بریگیڈیئر شمیر کو ناکامی کی اطلاع دیتے ہوئے اپنی شرمندگی کا اظہار کر رہا تھا لیکن بریگیڈیئر شمیر نے اس کا حوصلہ بڑھائے رکھا۔ وہ جانتا تھا کہ الفریڈ کے بعد اب ہمیرخ ہی اس کے پائے کا ایجنٹ یورپ میں رہ گیا ہے۔

O

جہاز اب جرمنی کی حدود میں داخل ہو چکا تھا۔

وہ لوگ اس وقت "ریم" کے فوجی اڈے پر چکر لگا رہے تھے جس کے نیچے امریکہ اور جرمنی کے مسلح فوجی کسی بھی ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔

جرمنی کی کوشش تھی کہ کسی بھی طرح جہاز جرمنی میں اتر جائے لیکن ابوعامل جیسے مضبوط اعصاب کے عرب نوجوان سے ان کا واسطہ شاید زندگی میں پہلی مرتبہ پڑا تھا۔ اس نے اس مسئلے پر گفتگو کرنے سے ہی انکار کر دیا تھا۔ جرمن حکام اسے بار بار کہہ رہے تھے کہ اس کے ساتھی ان کے پاس موجود ہیں اور وہ جرمنی میں جہاز اتار کر انہیں حاصل کر لیں جس کے بعد دنیا کے کسی بھی حصے میں انہیں پہنچایا جا سکتا ہے لیکن ابوعامل نے یہ کہہ کر ان کے ارمانوں پر اوس ڈال دی تھی کہ اس کے

ساتھیوں کو جہاز میں سوار کر کے "ذیگرب" پر لایا جائے۔

اس کے ساتھ ہی اس نے والٹر کلاسن کو دوبارہ ذیگرب کی طرف جہاز لے جانے کا حکم دیا تھا۔

"کلیمن شاید تم لوگ اسے میری زندگی کی آخری پرواز بنانے پر تلے ہوئے ہو۔ مجھے اپنی جان کا نہیں ان سینکڑوں مسافروں کی جان کا خیال ہے جنہیں اس گھٹیا سیاست کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔" والٹر کلاسن کی پیمانہ صبر بالآخر چھلک پڑا۔

"مطمئن رہو کیپٹن مجھے تمہاری زندگی تمام زندگیوں سے زیادہ عزیز ہے۔ میں اپنے جہاز کو کسی گندی سیاست کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گا۔ ہم قیدیوں کو لے کر ذیگرب آ رہے ہیں۔"

O

تھوڑی دیر بعد ہی ایک چھوٹا جہاز علی اور اس کے ساتھی کے ساتھ ذیگرب کی طرف محو پرواز تھا۔ اس جہاز میں کلیمن اور مائیکل گاڈ بھی موجود تھے۔ جرمن انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر کو اب بھی یہی امید تھی کہ وہ آخری لمحات میں ہی شاید سرخرو ہو جائے۔

دو گھنٹے بعد ذیگرب کے ہوائی اڈے پر دونوں جہاز لینڈ کر چکے تھے۔ وی آئی پی لاؤنج میں اپنی آنکھوں سے دوربین لگائے جرمن قونصلیٹ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دونوں قیدیوں کو اتر کر لفتھانسا ایئر لائن کے جہاز کی طرف جاتے دیکھ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ اپنے ساتھ موجود جرمن سفیر کو کچا چبا جائے جس نے اس سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کی تھی۔

مائیکل گاڈ کی ہزار کوششوں کے باوجود ان لوگوں نے جہاز سے باہر آنے سے انکار کر دیا تھا اور دونوں ساتھیوں کو اپنے ہی جہاز میں پہنچانے پر مصر تھے۔ بالآخر جرمن انٹیلی جنس ڈائریکٹر کو ہتھیار ڈالنے پڑے اور دونوں قیدیوں کو ابوعامل کے حوالے کرنا پڑا۔

لفتھانسا ایئر لائن کے چیئرمین کی طرف سے خصوصی درخواست پر انہوں نے والٹر کلاسن کی جگہ دوسرے پائلٹ کو جہاز اڑانے کی اجازت دے دی تھی جبکہ والٹر کلاسن کے نائب نے جہاز سے اترنے سے انکار کر دیا تھا۔ خود والٹر کلاسن بھی بڑی بددلی سے اپنے چیئرمین کا حکم مان رہا تھا کیونکہ ہربرٹ کلیمن سمجھا تھا کہ اب وہ مزید فلائنگ کم از کم ایک ہفتہ نہیں کر سکتا۔ اس نے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اعصاب شکن ماحول میں بارہ گھنٹے جہاز کو مسلسل حالت پرواز میں رکھا تھا۔

ذیگرب سے ابوامل کے حکم پر جہاز کو قبرص پھر بیروت لے جایا جا رہا تھا۔ انہوں نے قبرص کے ہوائی اڈے پر تمام مسافروں کو اتار دیا تھا اور اب صرف جہاز کے عملے کے ساتھ محو پرواز تھے۔

ابوامل کی جگہ اب علی نے لے لی تھی اور وہ فسٹ کلاس کی آرام دہ سیٹوں کے درمیان ایک چادر بچھا کر سجدہ شکر ادا کر رہا تھا۔ بیروت کے خستہ حال ہوائی اڈے پر فلسطینی تحریک آزادی کے سپاہی ان کے استقبال کو موجود تھے۔ جہاز کے عملے کو اپنے جلو میں لئے وہ لوگ بیروت کی فوج کی آنکھوں کے سامنے سے گزر کر اپنے ٹرک تک آئے تھے۔

اپنے علاقے میں پہنچ کر انہوں نے جہاز کے عملے کو خصوصی شکریہ اور تحائف کے ساتھ واپس بھیج دیا تھا۔

رات کی تاریکی میں ابوامل اپنے دونوں ساتھیوں اور جرمن سے رہائی پانے والوں کے ہمراہ مقامی بندرگاہ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ لوگ جانتے تھے صبح اسرائیلی طیاروں کی تباہ کن بمباری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ عین ممکن تھا کہ مغربی افواج کی مدد سے ان پر حملہ بھی کیا جاتا۔ رات کے دوسرے پہر وہ تیز رفتار کشتی میں سوار سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کی منزل قبرص کی بندرگاہ ''نکوسیا'' تھی جہاں ہمدرد اور محفوظ ہاتھ ان کو سنبھالنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔

☆☆☆

زخم خوردہ سانپ

بریگیڈیئر شمیر زخم خوردہ سانپ کی طرح تلملا رہا تھا.....!!

فلسطینیوں نے اس پر معمولی چوٹ نہیں لگائی تھی۔ ''موساد'' کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ وزیراعظم کے سامنے خصوصی معاملات پر بریفنگ دیتے ہوئے اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ نارمل انسان نہیں رہا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے خواب آور گولیاں کھا کر اپنے ذہن کو قدرے پرسکون کیا اور اب وہ ''ڈیتھ سکواڈ'' کے خصوصی گروپ کا اجلاس طلب کرنے جا رہا تھا۔

ہمیرخ اجلاس میں موجود تھا۔

اس کا بچ جانا ہی بڑی کامیابی تھی۔ گو کہ جرمن انٹیلی جنس کو بخوبی علم ہو چکا تھا کہ قیدیوں کو لے جانے والے دستے پر حملہ کرنے والے لوگ کون تھے؟

لیکن.....

وہ اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ اسرائیلی حکومت سے باقاعدہ احتجاج کر سکیں کیونکہ ان کے ہاتھ کوئی ثبوت نہیں لگا تھا۔

شمیر کے لئے زیادہ خطرے والی بات یہ تھی کہ اگر اس طرح فلسطینیوں نے اپنے گرفتار شدہ ساتھی رہا کروانے شروع کر دیئے تو ان کے حوصلے اتنے بڑھ جائیں گے کہ پھر اس طوفان کے آگے بند باندھنا ان کے لئے ممکن ہی نہیں رہے گا۔

''کچھ کرنا ہوگا' کچھ نہ کچھ کر کے دکھانا ہوگا۔ ساری قوم ''ڈی مورالائز'' ہو گئی ہے۔ اگر ایک آدھ ایسی واردات اور ہو گئی تو یہودی قوم کا ہم پر سے اعتماد ہی اٹھ جائے گا۔ اس اغوا کا بدلہ لینا ناگزیر ہو چکا ہے۔ مجھے اگلے دو روز کے اندر کوئی ممکن العمل پلان چاہئے۔ کوئی بھی ایسا پلان

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جس پر عمل کر کے ہم اپنے دامن پر لگا داغ دھو سکیں۔'' اس نے میز پر مکے مارتے اور چلاتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

اور تھوڑی دیر آپس میں بحث کرنے کے بعد بالآخر وہ ایک شیطانی منصوبے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

بریگیڈیئر شمیر جانتا تھا کہ وہ اپنے اسلاف کی پالیسی اپنا کر ہی دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتا ہے۔ اس نے دشمن کا گھر جلانے کے لئے اپنے گھر کو آگ لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ جرمنوں کو سزا دینے پر تل گیا تھا۔

ابھی جنگ عظیم کے زخم تازہ تھے۔ ایک یہودی کی حیثیت سے اس کا ایمان تھا کہ جرمنوں میں ہٹلر کی روح حلال کر چکی ہے اور وہ کبھی نہ کبھی تاریخ دہرائیں گے۔ بظاہر انہوں نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی لیکن شمیر کی اطلاعات کے مطابق ان کی ہمدردیاں آج بھی اسرائیل دشمنوں کے ساتھ تھیں۔ گو کہ وقت نے جرمنوں کو مصلحت کوش بنا دیا تھا اور بظاہر وہ خود کو جرمنی کی نئی نسل اور اسرائیل کے دوست کہنے لگے تھے۔

O

اپنے دفتر میں داخل ہونے پر جب اچانک اس کی میز پر رکھی ہاٹ لائن ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو چند لمحوں کے لئے ''را'' کے ڈائریکٹر امریش پوری کے دل کی دھڑکن ضرور بے قابو ہو گئی تھی۔ اس کا دایاں ہاتھ کسی میکانکی عمل کے تابع کریڈل کی طرف بڑھا۔

وزیر اعظم کا پرنسپل سیکرٹری ''لائن'' پر تھا۔

وزیر اعظم غیر ملکی دورے پر جا رہے تھے۔ امریش پوری کی اطلاعات کے مطابق اس وقت انہیں ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہونا چاہئے تھا لیکن اچانک ہاٹ لائن پر گفتگو.....؟

اس نے اندازہ کر لیا کہ صورت حال انتہائی سنگین ہو گئی ہے۔ وزیر اعظم دورے سے واپسی پر بھی اسے طلب کر سکتے تھے۔

''مجھے تھوڑی دیر بعد روانہ ہونا ہے۔ زیادہ تفصیلات میں جانے کا وقت نہیں۔ ہمارے دوست کچھ ''خصوصی تعاون'' کی درخواست کر رہے ہیں۔ ان کی ہر ممکن مدد کرنا کیونکہ ہم لوگ بھی ''کہوٹہ'' کے لئے ان کی مدد حاصل کر رہے ہیں۔ سکیورٹی کمیشن کے چیئرمین آپ کو سب کچھ سمجھا

دیں گے۔ آپ خود تل ابیب جائیے۔ میری خواہش ہے کہ میری ملک سے غیر موجودگی کے دوران یہ کام ہو جائے۔ ہمیں اسرائیلی دوستوں کی خوشنودی درکار ہے۔ بھلے اس کی کچھ بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔'' وزیر اعظم تھوڑی دیر بعد لائن پر موجود تھے۔

''رائٹ سر.....او کے سر۔ آپ کی مرضی کے عین مطابق کام ہو جائے گا۔'' امریش پوری نے فون کھڑے ہو کر سنا تھا۔

''گڈ لک.....وش یو ال دی بیسٹ۔''

سلسلہ منقطع ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ چیئرمین سکیورٹی کمیشن کے کمرے میں موجود تھا۔

دونوں ایک دوسرے کے بے تکلف دوست تھے۔ دونوں نے انٹیلی جنس میں اکٹھے ہی اپنے کیریئر کا آغاز کیا تھا۔

''بریگیڈیئر شمیر ہم سے خصوصی تعاون مانگ رہا ہے۔ اسرائیلی پرائم منسٹر نے ہمارے پرائم منسٹر سے براہ راست درخواست کی ہے۔ تم آج شام کی فلائٹ سے نکل جاؤ۔ پرائم منسٹر کی درخواست ہے کہ معاملات ان کے غیر ملکی دورے کے دوران ہی نمٹا دیئے جائیں۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ ''سری نگر'' میں ہم ان لوگوں کی مدد کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے اور ''کہوٹہ'' کو نظر انداز کر دینا ہمارے لئے اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھودنے کے مترادف ہوگا۔'' چیئرمین نے طویل سانس لیا۔

''میں ان یہودیوں کو جانتا ہوں بہت اچھی طرح۔ سالے ہمارے بھی باپ ہیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ ہماری مدد کی بہت بڑی قیمت وصول کریں گے۔ ہم تو نام کے بنیئے ہیں اصل میں تو بنیئے یہ ہیں جناب.....ایک کے سو واپس وصول کرنے والے.....خیر! میں تیار ہوں۔''

امریش پوری کو بہت کچھ سمجھ آ گئی تھی۔

وہ جان گیا تھا کہ ''کہوٹہ'' کے ایٹمی پلانٹ کی تباہ کاری کے لئے اسرائیل نے جو خصوصی مشن انڈیا بھیج رکھا ہے اور ''موساد'' اس ضمن میں جس فراخدلی سے بھارت کی مدد کر رہی ہے۔ اس کا معاوضہ یہودی ضرور وصول کریں گے اور بریگیڈیئر شمیر یقیناً انہیں بڑے امتحان میں ڈالے گا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

امریش پوری نے یہیں سے خصوصی لائن پر اپنے ماتحتوں کو ہدایات جاری کر دیں اور اسی روز شام کی فلائٹ سے ''را'' کی تین اعلیٰ افسران کی ایک ٹیم لندن جا رہی تھی۔ یہ لوگ ''ڈپلومیٹک کور'' کے ساتھ عازم سفر تھے۔

بظاہر انہوں نے آؤٹ کرنے والی ٹیم کا روپ دھار رکھا تھا اور لندن کے بھارتی قونصلیٹ میں حساب کتاب کی چھان بین کے لئے جا رہے تھے۔

لندن کے ''گٹ وگ'' ایئرپورٹ پر امریش پوری اور اس کے دو ماتحتوں کو سفارت خانے کے اعلیٰ افسران نے خوش آمدید کہا۔ چونکہ ڈپلومیٹس کی آمدورفت معمول کی کارروائی تھی اس لئے کسی نے اس طرف توجہ نہیں دی۔

انہوں نے لندن کے بھارتی ہائی کمیشن میں بمشکل چھ سات گھنٹے گزارے تھے۔ جب انہیں تازہ خبر پہنچ گئی۔

O

بریگیڈیئر شمیر نے ''انتہائی سکیورٹی'' کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ''را'' کے افسران کے تل ابیب آنے کا پروگرام اچانک تبدیل کر دیا تھا اور وہ اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ ایسے ہی کسی ''ڈپلومیٹ کور'' کی آڑ لے کر لندن کے اسرائیلی سفارت خانے میں پہنچ چکا تھا!!

اگلے روز اسرائیلی سفارت خانے نے ایک تقریب کا اہتمام کیا تھا جس میں دنیا بھر کے سفارتی نمائندے موجود تھے۔ ان سفارتی نمائندوں میں امریش پوری اور اس کے دو ساتھی بھی شامل تھے۔

شراب و شباب کے نشے میں ڈگمگاتے سینکڑوں مہمانوں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ امریش پوری اور اس کے دونوں ساتھیوں کو اسرائیلی حکام نے کس طرح سفارت خانے کے ایک محفوظ کمرے میں پہنچا دیا تھا۔

کمرے میں زندگی اپنی تمام تر آسائشوں سمیت ان کی منتظر تھی۔ ابھی انہیں بیٹھے دو تین منٹ ہی گزرے تھے جب انہوں نے بغلی دروازے سے ایک نازک اندام حسینہ کو شرابوں سے لبالب جام ٹرے میں رکھے اندر آتے دیکھا.....

اس ساحرہ نے جسم پر لباس کے نام پر بمشکل دو دھجیاں باندھ رکھی تھیں۔ ناز و ادا کے

قریباً سب ہی انداز اس نے چند لمحوں میں امریش پوری اور اس کے ساتھیوں کو دکھاتے ہوئے جام ان کے ہونٹوں سے لگا دیئے تھے اور اب مؤدب انداز میں کمرے کے ایک کونے میں اگلے حکم کی منتظر کھڑی تھی۔

جب اچانک ہی اس کی پشت پر دوسرا بغلی دروازہ کھلا اور امریش پوری نے ''موساد'' کے بریگیڈیئر شمیر کو اپنے دو ماتحتوں سمیت اندر داخل ہوتے دیکھا.....!!

بریگیڈیئر شمیر کو امریش پوری ہزار پردوں میں پہچان سکتا تھا۔

O

دونوں نے پاکستانی ایٹمی پروگرام سے متعلق کئی خفیہ میٹنگز کی تھیں اور اب سری نگر میں ''موساد'' اور ''را'' نے مشترکہ اپریشن بھی اس سلسلے میں شروع کیا ہوا تھا۔

انتہائی منافقانہ مسکراہٹوں کے ساتھ دونوں نے ایک دوسرے کا خیر مقدم کیا۔

پھر سب نے باری باری گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

اس دوران وہی حرافہ جس نے ان تینوں کو عالم مدہوشی کی سیر کروائی تھی' اپنے ہاتھوں میں تین اور جام ایک ٹرے میں سجا کر لہراتی ہوئی وہاں آئی اور تھوڑی دیر بعد شمیر اور اس کے دونوں ساتھی اپنے ہاتھوں میں جام تھامے ان کے سامنے صوفوں میں دھنس چکے تھے۔

بریگیڈیئر شمیر کا اشارہ پا کر وہ حرافہ جس طرح آئی تھی' اسی طرح اپنی کمر کو لچکاتی بل کھاتی واپس لوٹ گئی۔

دونوں آپس میں پاکستانی ایٹمی پلانٹ پر گفتگو کرنے لگے۔ جب کہ ان کے ساتھی بڑے مؤدب انداز میں خاموشی سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ اس درمیان بریگیڈیئر شمیر نے امریش پوری کو ہر ممکن طریقے سے اس بات کا احساس دلایا تھا کہ ''موساد'' کے تعاون کے بغیر وہ پاکستان کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

امریش پوری بظاہر تو اس کی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا لیکن دل ہی دل میں وہ جل بھن کر کباب ہو رہا تھا۔ یہودیوں کے احساس تکبر کا اس کے ساتھیوں نے بھی سخت نوٹس لیا تھا۔ امریش پوری اپنے دونوں ساتھیوں کی آنکھوں میں لہراتے احساسات کو پڑھنے کے فن میں یکتائے روزگار تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اس کی اس خوبی نے اسے اتنی تیزی سے ترقی کی منازل طے کروائی تھیں کہ اس کو اپنے ماتحتوں کی حرکات وسکنات سے ان کے دل ودماغ میں موجزن خیالات کا اندازہ ہو جاتا تھا اور وہ ان کی ''سائیکوتھراپی'' کی کوئی نہ کوئی صورت نکال کر انہیں روبہ عمل رکھتا تھا۔

''میرے خیال سے ہم اب دوسری بات بھی کر لیں۔''

اس نے بظاہر تو بریگیڈیئر شمیر کو وقت کی نزاکت کا احساس دلایا۔

لیکن.....

اپنے لہجے کی تلخی پر وہ ہزار کوشش پر بھی قابو نہیں پا سکا تھا۔

بریگیڈیئر شمیر نے کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔ وہ بھی اسی میدان کا کھلاڑی تھا۔

''موساد'' کے اذیت پسند سربراہ کو انسانی بے بسی اور بے کسی کے ایسے مناظر دیکھنے کا جنون تھا۔

وہ دل ہی دل میں امریش پوری کی اس حالت پر جھوم کر رہ گیا۔

''میرے خیال میں پہلے کھانا کھا لیا جائے۔ اس کے بعد ہم ساری رات اطمینان سے بات کر سکیں گے۔''

اس نے امریش پوری کا جواب سنے بغیر اپنے صوفے کی ایک سائیڈ پر لگا بٹن دبا دیا۔

امریش پوری کٹ کر ہی تو رہ گیا۔ اس کا مطلب تھا ابھی انہیں مزید دو تین گھنٹے بریگیڈیئر شمیر کے طنز و تشنیع کا سامنا کرنا ہوگا۔

اگر وزیراعظم اور چیئرمین سکیورٹی کمیشن کی طرف سے ''موساد'' کے ساتھ تعاون کی خصوصی ہدایات انہیں نہ ملی ہوتیں تو امریش پوری اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

لیکن.....

اپنے ملک کی سب سے بڑی انٹیلی جنس ایجنسی کے سربراہ کی حیثیت سے اسے اس بات کا بھی احساس تھا کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام جو بھوت بن کر ان کے اور مغربی دنیا کے سر پر سوار ہے کے تدارک کے لئے وہ لوگ قدم قدم پر ''موساد'' کے محتاج تھے۔

کبھی کبھی امریش پوری کو حیرت ہوتی کہ پاکستان میں ''موساد'' کے ذرائع اطلاعات

کہیں کہیں ''را'' سے بھی زیادہ تھے۔

اس بات کا علم تو اسے بعد میں ہوا کہ ایک مخصوص طبقے کے لوگوں کے ذریعے ''موساد'' نے اپنی جڑیں پاکستان میں بہت گہری اتار لی ہیں۔ وہ لوگ اس مخصوص اہلیت سے بین الاقوامی سطح پر خصوصی تعلقات رکھنے کی وجہ سے ان کی ہمدردیاں حاصل کر چکے تھے۔ ''موساد'' بین الاقوامی سطح پر ان کے ساتھ جو تعاون کر رہی تھی۔ اس کے عوض اس طبقے کے لوگ پاکستان کے سرکاری راز ''موساد'' تک پہنچانے کے پابند تھے!!

O

وہی زہرہ جمال اپنے پہلو میں اپنے جیسی تین اور جنسی بلیوں کے ہمراہ تھوڑی دیر بعد ڈائننگ ٹیبل پر ان کی خدمت میں ہمہ تن مصروف تھی!!

چاروں یہودنیں امریش پوری اور اس کے ساتھیوں کو ''یہودی پروٹوکول'' کے مطابق پیش کر دی گئی تھیں!!

یہ ''معمول کی کارروائی'' تھی!

امریش پوری اور اس کے ساتھی یہودیوں خصوصاً ''موساد'' کے آداب محفل سے بخوبی آگاہ تھے۔ انہوں نے دنیا کے جس ملک میں بھی ''موساد'' کے افسران کے ساتھ کوئی کاروباری نوعیت کی ملاقات کی وہاں ''موساد'' نے انہیں شراب وشباب کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے کے مواقع ضرور مہیا کئے تھے۔

یہودی اس معاملے میں شاید دنیا کا سب سے زیادہ ''خود کفیل'' واقع ہوئے تھے۔ گو کہ ''را'' کا بھی یہ سب سے بڑا اور تیز ترین ہتھیار تھا۔

لیکن.....

امریش پوری اس بات کا قائل ہو چکا تھا کہ ابھی اس ''میدان'' میں کوئی ''موساد'' کا ثانی پیدا نہیں ہوا۔

ان کے مزاج ذائقے کے مطابق ہر ممکن کھانا یہاں موجود تھا۔ کھانے سے پہلے وائین کے چھوٹے چھوٹے جام ان لڑکیوں نے خود تیار کر کے ''را'' کے افسران کے سامنے رکھے تھے۔

کھانے کی میز پر بھی بریگیڈیئر شمیر نے اپنی برتری ثابت کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

نہیں جانے دیا تھا۔

اس نے ہر ممکن طریقے سے امریش پوری تک یہ بات پہنچادی تھی کہ ''کہوٹہ'' کے ایٹمی پلانٹ سے متعلق سی آئی اے کے جی بی اور را بھی وہ کچھ نہیں جانتے جو ''موساد'' والے جانتے ہیں۔

اب یہ کہ ایک ''موساد'' ہی روئے زمین پر ایسی یہودی انٹیلی جنس ایجنسی موجود ہے جو (خدانخواستہ) پاکستان کے اس ایٹمی پروگرام کو نقصان پہنچانے کی اہلیت رکھتی ہے۔

کھانے کے خاتمے پر جب وہ لوگ کانفرنس روم کا رخ کر رہے تھے تو امریش پوری اور اس کے ساتھی دل ہی دل میں بھگوان کا شکر بجالائے تھے کہ اب انہیں کم از کم کچھ دیر کے لئے ہی سہی بریگیڈیئر شمیر کی لاف گراف سے نجات مل جائے گی۔

O

کانفرنس روم میں صرف ایک لمبی میز اور اس کے گرداگرد کرسیاں موجود تھیں یا پھر برقی آتش دانوں میں دھکتے انگارے جنہوں نے لندن کی رگوں میں اترتی سردی کا سارا دم خم ختم کر کے رکھ دیا تھا۔

دونوں ٹیمیں آمنے سامنے بیٹھ گئی تھیں!!

تھوڑی دیر بعد ہی بریگیڈیئر شمیر' امریش پوری کو براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اپنے ''انجیکشوز'' سے آگاہ کر رہا تھا۔ اس کا تحکمانہ لہجہ امریش پوری کے لئے ناقابل برداشت ضرور ہو رہا تھا لیکن چانکیہ کے پیروکار نے اپنے شاشتروں سے بہت کچھ سیکھا تھا!!

یہ لوگ مسلمانوں کی طرح کبھی اپنے جذبات کو اپنی عقل پر سوار نہیں ہونے دیتے تھے۔

یہی تھا ان کی کامیابی کا راز!

دل کی بات دل میں دفن کر کے شیریں زبان کے دریا بہائے رکھنے کے فن میں وہ یہودیوں کے بھی باپ تھے۔

بریگیڈیئر شمیر نے اسے تفصیل سے گزشتہ حالات بتانے کے بعد کہا تھا کہ اسرائیلی حکومت کو اس بات کا یقین ہے کہ جرمنوں نے فلسطینی اغوا کنندگان کی مدد کی ہے اور اگر انہیں اس

طرح ڈھیل دی گئی تو جرمنی میں فلسطینی مجاہدین کے لئے نرم گوشہ رکھنے والے افسران کے حوصلے اور بڑھ جائیں گے۔

''مسٹر امریش پوری مجھے وزیراعظم نے حکم دیا ہے کہ جرمنوں کو اس ''انسانیت نوازی'' کا مزا ضرور چکھایا جائے تاکہ ہمارا مستقبل محفوظ رہے..... اور اس کے لئے ہمیں آپ لوگوں کا تعاون درکار ہے..... یوں بھی ہمارے مفادات اور محرکات ایک ہیں۔ جب ہم نے آپس میں دوستی کر لی ہے تو دوستی کی یہ ٹریفک یک طرفہ ہی کیوں چلے؟ ہم ایک دوسرے کا ہاتھ کیوں نہ بٹائیں۔'' شمیر ایک مرتبہ پھر پٹڑی سے اترنے لگا تھا۔

''آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟'' امریش پوری نے اپنے ساتھیوں کے جذبات مزید کچلے جانے سے بچانے کے لئے بریگیڈیئر شمیر کی تقریر کو اس مرحلے پر ختم کرنا ضروری سمجھا۔

''میرے ساتھیوں نے یہ ایکشن پلان تیار کیا ہے۔''

اتنا کہہ کر بریگیڈیئر شمیر نے اپنے ایک ماتحت کی طرف دیکھا جس نے اپنے بریف کیس میں سے ایک فائل نکال کر اس کی طرف بڑھادی تھی۔

بریگیڈیئر شمیر نے فائل اپنے سامنے رکھ کر پڑھنی شروع کی جیسے جیسے وہ فائل پڑھ رہا تھا۔ امریش پوری اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر ایک رنگ آ اور دوسرا رنگ جا رہا تھا!

اپنی بات کے خاتمے پر بریگیڈیئر شمیر نے فاتحانہ انداز میں ان کی طرف دیکھا!

''بریگیڈیئر میں اس سلسلے میں اپنے وزیراعظم کو اعتماد میں لئے بغیر آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔''

امریش پوری نے اسے دوٹوک انداز میں جواب دے دیا۔

بریگیڈیئر شمیر نے ان کے سامنے ''اتنی خطرناک'' فرمائش کی تھی کہ جس سے بھارت کی عالمی ساکھ داؤ پر لگنے کا خطرہ موجود تھا۔

O

''میں تو یہی سمجھا تھا کہ وزیراعظم نے آپ لوگوں کو بریفنگ دے کر بھیجا ہوگا۔''

بریگیڈیئر شمیر نے بڑے طنزیہ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔ ''بہرحال اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم اسی وقت آپ کا رابطہ بھارتی وزیراعظم سے کروا سکتے ہیں۔''

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

''آپ کا شکریہ۔ میں اپنے سفارت خانے تک جانے کی اجازت چاہوں گا۔ ہم صبح ناشتے کی میز پر دوبارہ ملتے ہیں۔''

امریش پوری جانتا تھا کہ اسرائیلی قونصلیٹ سے محفوظ ترین لائن پر ہونے والی اس کی وزیراعظم کے ساتھ بات چیت دنیا کی کسی اور ایجنسی تک پہنچے یا نہ پہنچے کم از کم ''موساد'' تک ضرور پہنچ جائے گی!

وہ اس سنگین صورت حال پر فوری طور پر کوئی فیصلہ کر کے خود کو مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔

تقریب کے دوسرے مہمانوں کے ساتھ ہی وہ لوگ بھی باہر آ گئے تھے.....!

بریگیڈیئر ثمیر اور اس کے ساتھیوں نے انہیں اسی کمرے سے رخصت کیا تھا۔ تقریب والے ہال تک ان کی راہنمائی کسی اور نے کی تھی۔

O

قونصلیٹ کا سارا عملہ ''صاحب دان'' تھا۔

امریش پوری کی قونصلیٹ میں آمد کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ بھارتی قونصلیٹ ان کی آمد کے بعد سے اپنے دفتر میں موجود تھا۔ اس دوران اس نے صرف اسرائیلی ہائی کمیشن کی تقریب میں شرکت کی تھی۔ اس کی تقریب میں شرکت کے دوران بھی عملے کے دوسرے لوگ اپنی اپنی جگہ مستعد تھے۔

امریش پوری اس کے علم میں لائے بغیر قونصلیٹ کی خصوصی لائن پر یورپی ملک کے اس بھارتی سفارت خانے سے رابطہ کر رہا تھا جہاں اس وقت بھارتی وزیراعظم موجود تھے۔

بھارتی وزیراعظم کو ایک استقبالیہ کے دوران امریش پوری کے خصوصی فون کی اطلاع دی گئی تھی۔

استقبالیہ سے فارغ ہونے پر وہ اپنا طے شدہ پروگرام بدل کر اچانک ہی بھارتی سفارت خانے کی طرف چل دیئے تھے۔

ان کے پروگرام میں اس اچانک تبدیلی کا متعلقہ ملک کی سکیورٹی نے نوٹس تو لیا تھا لیکن وہ کچھ کہنے یا کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ متعلقہ ملک کا سکیورٹی چیف وزیراعظم بھارت کے

پروٹوکول آفیسر کی طرف سے وزیراعظم کے پروگرام میں تبدیلی اور بھارت سفارت خانے میں جانے کی اطلاع پا کر ایک لمحے کے لئے گڑبڑایا ضرور تھا۔

لیکن.....

دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے ماتحتوں کو خصوصی سکیورٹی احکامات جاری کر دیئے تھے۔

O

انہیں اپنی وزارت خارجہ اور داخلہ کی طرف سے بطور خاص کہا گیا تھا کہ وزیراعظم بھارت کی سکیورٹی کے بندوبست میں کوئی کمی نہ رہ جائے کیونکہ بھارت میں چل رہی آزادی پسند تحریکوں کی طرف سے جان کا زبردست خطرہ ہے۔

سفارت خانے کی طرف جانے والے راستوں پر متعلقہ یورپی ملک کی سکیورٹی نے اپنے ایجنٹوں کا جال بچھا دیا تھا۔

بھارتی وزیراعظم نے اپنی ایمبیسی میں پہنچتے ہی مخصوص ٹیلی فون سنبھال لیا تھا۔

آپریٹر نے اگلے ہی لمحے اس کا رابطہ لندن میں اپنے قونصلیت سے کروا دیا تھا اور اب امریش پوری لائن پر موجود تھا۔ اس نے تین چار منٹ میں ''موساد'' کی طرف سے کی جانے والی ''فرمائش'' بھارتی وزیراعظم تک پہنچا دی تھی۔

''مسٹر پوری اگر ہر بات کا فیصلہ میں نے ہی کرنا ہے تو پھر.....'' وزیراعظم نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

''سر! میں انتہائی معذرت خواہ ہوں لیکن معاملات اتنے نازک ہیں کہ آپ کے علم میں لانا ضروری تھا۔''

''کچھ مضائقہ نہیں..... میرے خیال سے اگر ''کہوٹہ'' والا آپریشن کامیاب ہو جاتا ہے تو یہ کوئی مہنگا سودا نہیں ہے۔'' وزیراعظم نے اس کے سارے خدشات ایک ہی فقرہ کہہ کر ختم کر دیئے تھے۔

امریش پوری نے ایک مرتبہ پھر بے وقت زحمت دینے کی معافی مانگی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب وہ دوسری محفوظ لائن پر بھارت میں سکیورٹی کمیٹی کے چیئرمین سے بات کر رہا تھا۔ اس نے چیئرمین کو بتا دیا تھا کہ اس کام کے لئے وہ وزیراعظم کی اجازت حاصل کر چکا ہے!

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

رات ایک پہر ڈھل چکی تھی۔ جب ''موساد'' کے ڈائریکٹر بریگیڈیئر شمیر کو امریش پوری کی طرف سے گرین سگنل مل گیا۔

ایک زہریلی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ناچنے لگی تھی۔ گو کہ تھوڑی دیر پہلے وزیراعظم اسرائیل کے ساتھ ہونے والی بات چیت میں اس کے ملک کے وزیراعظم نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ شاید ''را'' اس ذمہ داری کو قبول نہ کرے۔

لیکن.....!

بریگیڈیئر شمیر نے بڑے اعتماد سے کہا تھا۔

''سر!'' کہوٹہ'' بھارتی حکومت کی بھی اتنی ہی بڑی کمزوری ہے جتنی ہماری..... ہم پاکستانی ایٹمی پروگرام کے خطرے کی تلوار جب تک ان کے سر پر لٹکائے رکھیں گے۔ یہ لوگ سدھائے ہوئے بندروں کی طرح اشاروں پر ناچتے رہیں گے..... پھر یہ بھی خیال رہے کہ ہم نے ان کا بہت بڑا کام کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں تمہاری طرف سے کسی اچھی خبر کا منتظر رہوں گا۔''

اسرائیلی وزیراعظم اپنی کابینہ کے سینئر ارکان کے ساتھ بڑی بے چینی سے بریگیڈیئر شمیر کے فون کا منتظر تھا۔

مسلسل اور جان لیوا انتظار سے اس کے ساتھیوں کے اعصاب تڑخنے لگے تھے لیکن وہ بڑے مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔

بریگیڈیئر شمیر کی طرف سے کامیابی کا سگنل موصول ہوتے ہی ان لوگوں نے خوشی سے زوردار نعرے بلند کئے تھے۔

اس کے ساتھ ہی ''فتح کے جام'' ٹکرانے لگے۔

صیہونیت کے علمبردار اور چانکیہ کے چیلے چانٹے مل کر ایک گھناؤنا کھیل رچانے جا رہے تھے۔ انہوں نے انسانوں کے لئے موجود کسی بھی انسانی ضابطے کو خاطر میں نہ لانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ان کے نزدیک بین الاقوامی قوانین بنائے ہی اس لئے گئے تھے کہ کوئی انہیں توڑے.....!

یہ لوگ جس کے ہاتھ لاٹھی اس کی بھینس کے قائل تھے اور جانتے تھے کہ کسی بھی خلاف

توقع یا خلاف بین الاقوامی قوانین پر کوئی آفت نہیں ٹوٹ پڑے گی۔ سفارتی سطح پر احتجاج ضرور ہو گا۔

لیکن.....!

ایسے جانے کتنے احتجاج روزانہ ریکارڈ پر آتے رہتے ہیں۔

☆☆☆

اردو فینز ڈاٹ کام

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

قربانی کے بکرے

پین ایم کی معمول کی پرواز بمبئی کے سانتا کروز ہوائی ادے پر اتری تھی۔ یہ پرواز واشنگٹن سے میونخ ہوتی ہوئی بمبئی آئی تھی۔

دونوں جرمن سفارت کار جنہیں دہلی کے قونصلیٹ میں خدمات انجام دینا تھیں' میونخ سے اس پرواز کے ذریعے بمبئی پہنچے تھے۔ جہاں سے انہیں اگلے روز ایئر انڈیا کی ایک پرواز سے دہلی جانا تھا۔

معمول کے مطابق انہوں نے اپنا سامان اٹھایا اور لاؤنج سے باہر آ گئے۔ چونکہ سفارت کاروں کی آمدورفت کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ نہیں تھا' نہ ہی ان لوگوں نے اپنے سفارت خانے کو خصوصی انتظامات کی درخواست کی تھی' نہ ہی بھارتی وزارت داخلہ کے لئے یہ کوئی ''خصوصی کیس'' تھا۔ اس لئے یہاں کوئی خاص انتظامات دیکھنے میں نہیں آ رہے تھے۔

لاؤنج کے باہر موجود ٹیکسیوں کی قطار کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے ایک ٹیکسی میں اپنا سامان رکھا اور اسے ''ہلٹن ہوٹل'' اپنی منزل بتا کر بیٹھ گئے۔

جیسے ہی ٹیکسی ایئرپورٹ سے باہر ہوٹل کی طرف جانے والی شاہراہ کی طرف گھومی' تین کاروں نے مختلف اطراف سے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ ایئرپورٹ کے باہر والی سڑک قدرے سنسان تھی۔ ایک ٹریفک سگنل کے نزدیک ٹیکسی رکتے ہی دو کاروں نے ٹیکسی کو گھیر لیا۔

ایک کار ٹیکسی کے سامنے رک گئی جبکہ دوسری کار اس کے برابر رکی جس میں سے دو پستول بردار جنہوں نے اپنے منہ نقاب میں ڈھانپ رکھے تھے' باہر نکلے اور چند سیکنڈ میں انہوں نے اپنی پستولوں کے بل پر دونوں کو ٹیکسی سے باہر کھینچ لیا۔

دونوں کو الگ الگ دو کاروں میں ڈال کر وہ لوگ وہاں سے فرار ہو گئے۔ جاتے جاتے

انہوں نے ٹیکسی ڈرائیور کے سر پر اتنی زوردار ضرب لگائی تھی کہ اس کے کئی گھنٹے تک ہوش میں آنے کے امکانات نظر نہیں آ رہے تھے۔

دونوں سفارت کار اس اچانک پڑنے والی اُفتاد سے بوکھلا گئے تھے۔

ان کے لئے یہ سب کچھ اتنا غیر متوقع تھا کہ صدمے سے ان کے منہ سے کوئی ڈھنگ کی بات ہی نہیں نکل رہی تھی۔ پھر وہ کچھ سوچنے کے قابل بھی نہ رہے جب اچانک ان کے منہ پر کلوروفارم سے بھیگے رومال رکھ کر انہیں بے ہوش کر دیا گیا۔ دونوں کے ساتھ یہ عمل الگ الگ کاروں میں دہرایا گیا تھا۔

دونوں کاریں برق رفتاری سے ایئرپورٹ کے نزدیک ہی ایک بلڈنگ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ یہ ایک سرکاری دفتر تھا جس کے باہر اس وقت صرف ایک چوکیدار پہرہ دے رہا تھا۔

چوکیدار کو انہوں نے دو چار تھپڑ رسید کر کے بھگا دیا اور خود چار کمروں پر مشتمل اس عمارت میں گھس گئے۔

دونوں کاریں انہوں نے عمارت کے اندر پارک کی تھیں۔ تعداد میں وہ پانچ تھے اور پانچوں نے اپنے چہرے نقابوں سے ڈھانپ رکھے تھے۔ بے ہوش جرمن سفارت کاروں کو کندھوں پر لادے وہ لوگ عمارت کے اندر داخل ہو گئے تھے۔

یوں لگتا تھا جیسے انہیں اس بلڈنگ کے کونے کونے کی خبر ہے اور انہوں نے پہلے ہی سے تمام منصوبہ بندی کر رکھی ہے۔

انہوں نے بے ہوش سفارت کاروں کو عمارت کے ایک کمرے میں جہاں آرام دہ صوفے اور قالین بچھے تھے' لٹا دیا۔

چند منٹ بعد جب وہ لوگ ہوش میں آئے تو ان کے سامنے اپنے چہروں کو عربی رومالوں سے چھپائے تین مسلح نوجوان موجود تھے۔ جنہوں نے پستولوں کا رخ ان کی طرف کیا ہوا تھا جبکہ ان کے دو ساتھی عمارت کی چھت پر مورچے سنبھال چکے تھے۔

عمارت سڑک کے کنارے الگ تھلگ بنی ہوئی تھی اور اس کی پوزیشن ایسی تھی کہ دور سے آتے لوگ بھی صاف دکھائی دیتے تھے۔

''کون ہو تم لوگ؟ کیا چاہتے ہو؟''..... دونوں سفارت کاروں نے ہوش میں آتے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ہی پہلا سوال کیا۔

''تمہارے تمام سوالوں کے جوابات مل جائیں گے۔ فی الوقت اگر تم اپنی جان کی سلامتی چاہتے ہو تو فوراً اپنے قونصلیٹ کو فون کر دو کہ وہ پولیس کو ہدایت کر دیں۔ اگر پولیس نے اس عمارت کے اردگرد پھٹکنے کی کوشش کی تو ہم تمہیں فوراً گولی مار دیں گے۔ فی الحال اپنے لوگوں کو یہی بتانا کہ تم دونوں ''بلیک ٹمبر'' کے ہاتھوں اغوا ہو چکے ہو لیکن جب تک ہم نہ چاہیں یہ خبر آؤٹ نہیں ہونی چاہئے۔ وقت ضائع نہ کرو' ہمارے کہنے پر عمل کرو.....'' ان میں سے ایک نوجوان نے جوان کا لیڈر معلوم ہوتا تھا' دونوں کو تذبذب میں مبتلا دیکھ کر کہا۔

دونوں جرمنوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور بے بسی سے سر جھکا دیئے۔

O

دہلی میں جرمن قونصلیٹ نے جیسے ہی یہ فون وصول کیا۔ اس نے سفارت خانے میں ''ریڈ الرٹ'' کا حکم دے دیا۔ اپنے عملے کو میٹنگ کے لئے طلب کرتے ہوئے اس نے دوسرے ہی لمحے بھارتی وزارت خارجہ کو ہنگامی پیغام کی اطلاع دی۔

وزارت خارجہ کا سیکرٹری لائن پر تھا.....!

جرمن قونصل جنرل نے اسے صورت حال کی نزاکت سمجھاتے ہوئے اس خبر کو صیغہ راز میں رکھنے کی درخواست کی اور دونوں جرمنوں کی جان کی سلامتی کے لئے پولیس یا کسی دوسری ایجنسی کو فی الوقت کسی بھی انتہائی اقدام سے روکنے کے لئے کہا۔

سیکرٹری خارجہ نے اس کے پیغام کا ٹیپ بھارتی سیکورٹی چیئرمین کو سنا دیا جس میں بمبئی میں اعلیٰ حکام کو اعتماد میں لے کر اس معاملے میں خاموشی سے کارروائی کی ہدایت کرتے ہوئے انہیں تنبیہہ کرنے کے انداز میں کہا کہ کسی کو بھی اغواکاروں کے نزدیک پھٹکنے کی اجازت نہ دی جائے۔ صرف اس علاقے کو گھیرے میں لے لیا جائے۔ اس نے حکماً جرمن باشندوں کی رہائی کا آپریشن ''را'' کو سونپ دیا۔

O

پولیس کی گشتی جیپ میں سڑک پر دکھائی دیتے ڈرائیور کی فریاد پر کان نہیں دھرے تھے لیکن جب اس نے بتایا کہ اغوا ہونے والے غیر ملکی ہیں تو ان کے کان کھڑے ہوئے۔

پیٹرول پارٹی نے اپنی جیپ سے وائرلیس پر کنٹرول کو اس حادثے کی اطلاع دی۔ اس کے ساتھ ہی دوسری اطلاع اس چوکیدار کی پولیس کنٹرول روم میں پہنچی جس کو ان لوگوں نے بھگا دیا تھا۔ وہ بے چارہ بھی کسی نہ کسی طرح گرتا پڑتا نزدیکی پولیس سٹیشن تک پہنچ گیا تھا۔

دونوں اطلاعات ایس پی ماتھر پر عذاب بن کر نازل ہوئی تھیں۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے۔ نیا نیا اعلیٰ سول سروس کا امتحان پاس کر کے آیا تھا اور اسے یہ پوسٹ سنبھالے بمشکل آٹھ دس روز ہی ہوئے تھے جب اس کے کیریئر کا سب سے مشکل کیس آن پڑا تھا۔

فوری طور پر اس نے پولیس فورس کو چوکیدار کی نشاندہی پر اس مکان کو گھیرے میں لینے کا حکم دیا تھا۔

پولیس فورس کے جوان اپنی رائفلیں سنبھالے ٹرکوں میں سوار ہو رہے تھے۔ جب اچانک ہی ماتھر نے انہیں رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ خود ایک جیپ میں اس مہم کی کمانڈ کر رہا تھا۔ جیپ میں بیٹھے اسے چند سیکنڈ ہی گزرے تھے جب اس کا ٹیلی فون آپریٹر بھاگا ہوا آیا اور پولیس کمشنر کے فون کی اطلاع دی۔

ماتھر برق رفتاری سے فون پر پہنچا تھا۔

''یس سر!''

اس نے خود کو نارمل کرتے ہوئے کہا۔

''مسٹر ماتھر اس آپریشن کی مکمل نگرانی ''را'' کرے گی اور مجھے سختی سے ہدایت کی گئی ہے کہ ہم ان لوگوں کی ہدایت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔''

کمشنر نے مختصر سا پیغام دیا۔

ماتھر کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ یہ حکم اس کو پسند نہیں آیا تھا۔ اس کے علاقے میں اتنی سنگین واردات ہوئی تھی اور ابھی اس نے کارروائی کا آغاز ہی کیا تھا کہ انٹیلی جنس میدان میں آ گئی۔

وہ حال ہی میں اکیڈمی سے فارغ ہو کر آیا تھا اور اپنی تربیت کو ہی نوکری کی بنیاد سمجھ کر کام کرنا چاہتا تھا۔ یہ بڑی غیر اصولی بات تھی لیکن نجانے کیوں وہ احتجاج نہ کر سکا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

''مجھے کن صاحب سے ہدایت لینی ہوں گی سر؟''

اس نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

''کرنل واستو سے.....کرنل واستو ہی اس آپریشن کے انچارج ہیں وہ ابھی لائن پر آ رہے ہیں۔گڈ لک۔''

اس کے ساتھ ہی پولیس کمشنر لائن سے ہٹ گئے۔

اگلے ہی لمحے کرنل واستو ''را'' کا مقامی سربراہ اس سے مخاطب تھا۔

''مسٹر ماتھر آپ کی فورس جائے وقوعہ کے نزدیک نہیں جائے گی۔آپ مہربانی کر کے علاقے کو گھیرے میں لے لیں۔لیکن اس بات کا خیال رہے کہ مشتبہ مکان کے پانچ سو گز تک پولیس کا کوئی جوان دکھائی نہ دے۔ہم اغوا کاروں کو مشتعل کر کے اپنے لئے کوئی مصیبت کھڑی کرنا نہیں چاہتے.....امید ہے آپ میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔''

کرنل واستو نے لگی لپٹی رکھے بغیر اسے احکامات سنا دیئے۔

''بجا ہے کرنل لیکن یہ کچھ ٹھیک نہیں لگتا۔میرے خیال سے پولیس کو کچھ کرنے کی اجازت نہ دینا زیادتی ہوگی۔''

بالآخر وہ دل کی بات زبان پر لے آیا۔

''میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں ینگ آفیسر! لیکن صورت حال کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔''

کرنل واستو نے مختصر سی بات کی۔

''آل رائٹ سر!''

ماتھر نے سلسلہ منقطع کرنے کے بعد اپنے جوانوں کو نئی ہدایات دینا شروع کیں۔

پولیس کے جوان اس عجیب وغریب حکم پر منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے اپنی جگہ پر واپس چلے گئے۔

ماتھر نے انہیں اغوا کاروں کے ٹھکانے کی طرف جانے والے راستوں کو گھیرے میں لینے کا حکم دیا تھا اور سختی سے ہدایت کی تھی کہ اس کے حکم کے بغیر کوئی کارروائی نہ کی جائے۔

O

جگدیش اور رمیش کی کہانی ایک جیسی تھی۔

دونوں گریجوایٹ اور بے روزگار تھے۔دونوں ایڈونچر پسند اور زندگی میں کچھ نہ کچھ کر گزرنے کے متمنی۔

دونوں اکٹھے ہی ''را'' کے ہتھے چڑھے تھے اور اب بطور ''سورس'' کام کر رہے تھے۔

اس کام میں پیسے تو انہیں اتنے زیادہ نہیں ملتے تھے لیکن دیگر سہولیات بہت زیادہ تھیں۔یوں بھی کام چونکہ ان کی مرضی کے عین مطابق تھا لہٰذا دونوں بڑے خوش تھے۔

اس درمیان ''را'' کے لوگوں نے انہیں غیر سرکاری دفاتر میں معمولی ملازمتیں بھی دلوا دی تھیں اور ان کی دوستیاں بھی خاصی پختہ ہوگئی تھیں۔

''را'' کے لئے لڑکیاں حاصل کرنا ان کے فرائض منصبی میں شامل تھا اور دونوں حضرات بڑھ چڑھ کر یہ خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

دو سال سے وہ بطور مخبر کام کر رہے تھے۔اس درمیان ''را'' کے لئے انہوں نے چھوٹے موٹے بے شمار کارنامے سرانجام دیئے تھے۔

لیکن.....!

آج جو مہم انہیں سونپی گئی تھی.....اس پر دونوں پھولے نہ سما رہے تھے۔''را'' کے کسی آفیسر نے ان کے غباروں میں اتنی ہوا بھر دی تھی کہ وہ ہوا میں اڑنے لگے تھے۔انہیں بتایا گیا تھا کہ انہوں نے ''را'' کے لئے دو جرمن سفارت کاروں کو اغوا کرنا ہے اور اپنا تعلق ''بلیک ستمبر'' کی تنظیم سے ظاہر کرنا ہے۔

باقی سارا کام ''را'' نے خود کرنا تھا.....!!

تین ایسے ہی گدھے اور دو کاریں انہیں فراہم کر دی گئی تھیں۔یہ تینوں گدھے ان کے ڈسپوزل پر تھے جس طرح وہ چاہتے انہیں استعمال کر سکتے تھے۔

جگدیش نے اس مہم کی کمانڈ سنبھالی تھی اور رمیش اس کا اسسٹنٹ مقرر ہوا تھا۔

پانچوں کے ساتھ ''را'' نے دو مرتبہ اس ڈرامے کی ریہرسل کی تھی۔اس درمیان انہیں بمبئی کے بہترین ہوٹلوں میں ٹھہرایا گیا تھا اور ہر ممکن عیاشی کروائی گئی تھی۔

پانچوں گدھوں کو ''را'' کے افسران بار بار اس بات کی یقین دہانی کروا رہے تھے کہ وہ عظیم تر ملکی خدمات انجام دینے جا رہے ہیں اور ان کے کام کی انتہائی خصوصی نوعیت کے پیش نظر

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اس مشن کے خاتمے پر ان کی پرائم منسٹر سے خصوصی ملاقات کا بندوبست بھی کروایا گیا ہے تا کہ وزیراعظم ان کی مناسب حوصلہ افزائی کر سکیں۔

اس درمیان انہیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ان کی ذرا سی غلطی یا گھبراہٹ سے بھارت ماتا کی عالمی سطح پر بدنامی ہو سکتی ہے۔اس لئے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔

انہیں بار بار اپنے اعصاب پر قابو رکھنے کی تلقین کی جا رہی تھی۔

اس آپریشن کی نگرانی پر مامور ''را'' کے ایجنٹوں نے پولیس کو ان کے نزدیک پھٹکنے نہیں دیا تھا اور ان کا سارا کام پروگرام کے عین مطابق ہو گیا تھا اور کوئی اڑچن پیش نہیں آئی تھی۔

کامیابی سے دونوں جرمن سفارت کاروں کو یہاں تک پہنچانے پر ان کا اعتماد بہت بڑھ گیا تھا اور وہ سمجھنے لگے تھے کہ باقی معاملات بھی طے شدہ پلان کے مطابق انجام پا جائیں گے۔

O

جرمن سفارت کار ایک خصوصی پرواز کے ذریعے دہلی سے بمبئی آئے تھے کیونکہ اغوا کاروں نے ان کے علاوہ اور کسی سے بات کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

یہ ''اغوا کار'' بڑے زبردست تربیت یافتہ تھے اور ان کی کسی حرکت سے اس بات کا شائبہ نہیں گزرتا تھا کہ وہ ''ان ٹرینڈ'' ہیں۔بظاہر اپنی ہر حرکت سے وہ یوں ظاہر کر رہے تھے جیسے وہ زبردست تخریب کار گوریلے ہیں۔

اغوا کاروں کے سربراہ نے قونصل جنرل سے فون پر رابطہ کیا تھا جو اس دفتر کے اندر موجود تھا۔اس نے سب سے پہلی دھمکی دی تھی کہ اس مکان کے گرداگرد کم از کم سو گز تک کسی قسم کی ٹریفک یا سویلین کو گزرنے کی اجازت نہیں۔اگر انہیں شک بھی گزرا کہ کوئی اس طرف سے گزرا ہے تو وہ اغوا کنندگان کو ہلاک کر دیں گے۔

اغوا کاروں کے سربراہ نے اپنا تعارف ''بلیک ستمبر'' کے حوالے سے کرواتے ہوئے جرمن قونصل جنرل سے کہا تھا کہ 48 گھنٹے کے اندر اندر ان کے دو ساتھیوں کو جو میونخ میں گرفتار ہیں' رہا کر کے بمبئی پہنچا دیا جائے۔اس کے بعد وہ اپنی اگلی پلاننگ بتائیں گے۔فی الوقت وہ 48 گھنٹے کے اندر اندر اپنے ساتھیوں کو بمبئی ایئرپورٹ پر دیکھنا چاہتے تھے۔اس کے ساتھ ہی انہوں

نے قونصل جنرل سے کہا تھا کہ اگر اس واقعے کی خبر انٹرنیشنل پریس تک پہنچی تو ان کے دونوں ساتھی مارے جائیں گے۔

''لیکن اس بات کی ذمہ داری میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔آخر بہت سے لوگوں کو اس واقعہ کا علم ہے جن میں بھارتی حکام بھی شامل ہیں.....'' جرمن قونصل جنرل نے ان کے اس عجیب وغریب حکم پر احتجاج کیا۔

''یہ ہمارا دردِ سر نہیں.....تم بھارتی حکام سے کہہ سکتے ہو کہ وہ اس واقعے کی کوئی سی توجیہہ کر کے پریس کو مطمئن کر دیں لیکن ''بلیک ستمبر'' کا نام پریس میں نہیں آنا چاہئے۔'' دوسری طرف سے دھمکی دی گئی۔

''دیکھو مسٹر تم جو کوئی بھی ہو۔ہمارے ماضی کے سلوک سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جانا .....ابھی پندرہ بیس روز پہلے ہم تمہارے ساتھیوں کو رہا کر کے زبردست عالمی دباؤ کا شکار ہیں۔تم جانتے ہو کہ ہم پر امریکہ اور یہودی لابی کا دباؤ ہے.....اسرائیلیوں نے ہمیں ساری دنیا میں بدنام کر رکھا ہے۔مجھے امید ہے کہ اگر تم ان دونوں کو رہا کر دو گے تو جرمنی میں موجود تمہارے لئے نرم گوشہ رکھنے والے لوگ تمہارے اس اقدام کو بہت سراہیں گے۔'' اپنی دانست میں جرمن قونصل جنرل نے تُرپ چال چلی تھی۔

لیکن .....!

وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا واسطہ دنیا کی دو خبیث ترین انٹیلی جنس ایجنسیوں سے تھا۔

''جہنم میں جاؤ تم اور تمہاری ساکھ۔ہم نے اس گفتگو سے وقت گننا شروع کر دیا ہے۔ 48 گھنٹے بعد اپنے ساتھیوں کی لاشیں وصول کر لینا یا پھر ہمارے ساتھیوں کو لے آنا۔اس درمیان ہم سے رابطے کی کوشش بھی نہ کرنا۔خدا حافظ.....'' دوسری طرف سے سنگین دھمکی کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جرمن قونصل جنرل کو ٹیلی فون پر گفتگو کے لئے خاص طور سے الگ لائن فراہم کی گئی تھی۔

وہ اس صورت حال پر چکرا کر ہی تو رہ گیا تھا.....!

دوسرے ہی لمحے وہ اپنے ملک میں اعلیٰ حکام کو صورت حال کی سنگینی سے باخبر کر رہا تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جہاں سے اسے فی الوقت ''دیکھو اور انتظار کرو'' کا حکم ملا تھا۔

اس نے بھارتی حکام تک اغوا کاروں کی یہ دھمکی پہنچا دی تھی کہ اس خبر کو کسی بھی صورت پریس تک نہیں جانا چاہئے۔ ورنہ سفارت کاروں کی جان کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔

بھارتی حکام نے اسے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا تھا اور کہا تھا کہ وہ جرمن حکومت کے ساتھ بھارتی تعلقات کو کبھی متاثر نہیں ہونے دیں گے اور ہر ممکن کوشش کی جائے گی کہ سفارت کاروں کی جانیں بچائی جا سکیں۔ اس کے ساتھ ہی بھارتی وزیر داخلہ نے جرمن قونصل جنرل سے بذات خود درخواست کی تھی کہ وہ اپنی حکومت تک ان کے غم و غصے کے جذبات پہنچاتے ہوئے ان سے درخواست کرے کہ اغوا کاروں کے مطالبات ہرگز نہ مانے جائیں اور ان کے خلاف زبردست مزاحمت کی جائے۔

O

جرمن انٹیلی جنس چیف مائیکل گاڈ جرمن چانسلر اور اس کی کابینہ کے ہنگامی اجلاس میں موجود تھا.....!

بھارت میں جرمن قونصل جنرل کی طرف سے ہونے والی گفتگو کے ایک ایک پل کی رپورٹ ان کے سامنے موجود تھی۔

جرمن چانسلر اور اس کی کابینہ نے تین گھنٹے مسلسل بحث کے بعد اس بات کا فیصلہ کیا تھا کہ وہ ''بلیک ستمبر'' کے مطالبات نہیں مانے گی۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی ان کی دھمکی پر ''فلسطینی دہشت گردوں'' کو رہا کرنے کے بعد سے حکومت کو عالمی سطح پر زبردست شرمندگی کا سامنا ہے۔

اس ہنگامی میٹنگ میں چیدہ چیدہ جرمن دماغ اکٹھے ہوئے تھے۔ ہر کوئی اپنی اپنی رائے پیش کر رہا تھا لیکن ابھی تک مائیکل گاڈ نے ایک لفظ نہیں کہا تھا۔

اس نے بھارتی انٹیلی جنس ''را'' کے ڈائریکٹر سے براہ راست رابطہ قائم کر رکھا تھا اور اب تک اس وقوعہ کی جو تفصیلات اسے میسر ہوئی تھیں' ان کے بعد سے ذہن نے اسے ایک نئی راہ سجھائی تھی۔

ایک امکان پیدا ہوا تھا.....!

وہ اپنے ساتھیوں سے بالکل مختلف انداز میں سوچ رہا تھا۔

بار بار اس نے چاہا کہ اپنے ذہن سے اس ''مفروضے'' کو جھٹک کر باہر پھینک دے لیکن اس کا ذہن کوئی دوسری دلیل ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔

اچانک ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''معزز حاضرین میں معذرت خواہ ہوں چند منٹ کے بعد میں حاضر ہوتا ہوں مجھے فوری طور پر کچھ ضروری کام کرنے ہیں۔ براہ کرم اپنی گفتگو جاری رکھئے!''

ساری کابینہ چانسلر سمیت اس کے منہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی یہ حرکت قطعی پسند نہیں کی گئی تھی۔ وہ اس طرح پوز کر رہا تھا جیسے ان کی باتوں کی طرف توجہ ہی نہ دے رہا ہو۔

اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھے بغیر وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔

چند منٹ بعد ہی وہ اس کمرے میں رکھے محفوظ ٹیلی فون کے مختلف نمبروں کے بٹن دبا رہا تھا۔ قریباً پانچ منٹ تک دنیا کے مختلف ممالک میں دس بارہ نمبروں پر فون کرنے کے بعد اسے بالآخر مطلوبہ شخص فرانس کے شہر ''رے'' میں ایک نمبر پر مل گیا۔

دونوں تین چار منٹ تک آپس میں گفتگو کرتے رہے جس کے بعد اس شخص نے شاید اسے وہیں کچھ دیر تک انتظار کرنے کے لئے کہا تھا۔

انتظار کی یہ گھڑیاں طویل ہوتی جا رہی تھیں.....!

پانچ' دس' پندرہ منٹ گزر گئے۔

ان پندرہ منٹوں میں مائیکل گاڈ نے تین سگار پھونک ڈالے تھے.....کافی کے دو بڑے مگ خالی کر دیئے تھے۔

اس درمیان دوسرے کمرے میں میٹنگ میں مصروف لوگ اس کی غیر حاضری پر مسلسل کڑھتے رہے۔ کابینہ میں موجود اس کے مخالفین نے جرمن چانسلر سے مائیکل گاڈ کے رویئے پر باقاعدہ احتجاج کرتے ہوئے اسے ''غیر ذمہ داری'' کا مظاہرہ قرار دیا تھا۔

اس ساری منڈلی میں صرف جرمن چانسلر ایسا شخص تھا جو مائیکل گاڈ کے خلاف ان ریمارکس کا قطعی نوٹس نہیں لے رہا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اس کا انٹیلی جنس چیف کیوں اٹھ کر باہر گیا ہے؟

شاید جرمن چانسلر ہی وہ واحد شخص تھا جو اس میٹنگ میں وہی سوچ رہا تھا جو مفروضہ قائم

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کر کے مائیکل گاڈ یہاں سے رخصت ہوا تھا۔

اس نے فی الوقت اپنے ساتھیوں کو مطمئن کرنا تھا جب تک مائیکل گاڈ کی طرف سے کوئی حتمی جواب نہ مل جاتا۔

O

دوسرے کمرے میں موجود مائیکل گاڈ کے سامنے رکھے فون کی گھنٹی بجی تو وہ عقاب کی طرح اس پر جھپٹا۔

''ہوں.....'' اس کے منہ سے نکلا۔

اس کی توقع کے عین مطابق یہ مطلوبہ فون کال ہی تھی جس کا اسے انتظار تھا۔

دوسری طرف سے ملنے والی اطلاع پر وہ صرف ''ہوں ہاں'' کرتا رہا۔ قریباً تین چار منٹ تک ادھر سے ملنے والی اطلاعات کے نوٹس اس نے اپنے سامنے رکھے لیٹر پیڈ پر منتقل کیے۔

سلسلہ منقطع ہو گیا.....!

لیٹر پیڈ سے وہی کاغذ پھاڑ کر اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے کیا ہوا تھا۔ اپنے نوٹس پر اس نے دوبارہ نظر ڈالی..... اب وہ ایک طرح سے اس ساری معلومات کو جو اسے فون کے ذریعے حاصل ہوئی تھیں' حفظ کر چکا تھا۔ کاغذ کو اس نے اپنے سگریٹ لائیٹر سے آگ دکھا دی اور جب تک اس کی نظروں کے سامنے سارا کاغذ جل کر راکھ نہیں ہوا' وہ اپنی جگہ موجود رہا۔ جس کے بعد وہ انتہائی مطمئن انداز میں چلتا ہوا میٹنگ روم میں آ گیا۔

''معزز حاضرین!..... میں تھوڑی غیر حاضری اور قطعی غیر اخلاقی حرکت پر معذرت خواہ ہوں۔ لیکن امید ہے کہ میرے کام کی نوعیت کے پیش نظر آپ مجھے معاف فرما دیں گے''..... اتنا کہہ کر وہ دوبارہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

اس درمیان شاید تمام حاضرین اپنے دل کا غبار نکال چکے تھے۔

''حضرات میں آپ کو مطلع کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اغوا کاروں کی طرف سے دیئے گئے وقت کے ہم چار قیمتی گھنٹے ضائع کر چکے ہیں جبکہ ہمارا واسطہ ''بلیک ستمبر'' جیسی خطرناک تنظیم سے ہے..... امید ہے آپ وقت کی نزاکت کا احساس کریں گے۔'' وزیر داخلہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

''میرے خیال سے مائیکل گاڈ کوئی اہم بات کرنے جا رہے ہیں۔''

چانسلر نے اچانک ہی اپنا رخ اس طرف کرتے ہوئے مائیکل گاڈ کے کورٹ میں گیند پھینک دی۔

''جناب والا! میں آپ تمام ذمہ دار صاحبان کی توجہ ایک انتہائی سنگین معاملے کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔''

اس نے کھڑے ہو کر کہا اور ساری گردنیں اس کی طرف مڑ گئیں۔

تمام آنکھیں اس کے چہرے پر جم گئی تھیں۔

''اغوا کرنے والوں کا تعلق ''بلیک ستمبر'' سے نہیں ہے۔''

اس کے منہ سے نکلے یہ الفاظ بم کی طرح ان لوگوں کے اذہان پر پھٹے تھے۔ قریباً سب ہی لوگ اپنی جگہ پہلو بدل کر رہ گئے۔ ایک چانسلر کی شخصیت ایسی ضرور تھی جو اپنی جگہ مطمئن ہو کر بیٹھا رہا۔

''ظاہر ہے ہمیں حیرت ہی ہو گی آپ کی بات پر.....'' ایک وزیر نے قدرے چڑ کر کہا۔

''یہ طے شدہ اور حتمی بات ہے۔ میرے پاس ایسے تمام شواہد موجود ہیں جو میری بات کو سچا ثابت کریں گے۔''

اس نے فاتحانہ نظروں سے حاضرین کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد وہ لگاتار بولتا چلا گیا۔ اس نے مسلسل دلائل دے کر ثابت کر دیا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے' وہ سچ ہے۔ وہاں موجود لوگوں کو اب اس کی بات کی سمجھ آنے لگی تھی۔

''پھر یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں؟''

وزیر داخلہ نے سوال کیا تھا۔

''موساد''..... مائیکل گاڈ نے حاضرین کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''گو کہ ابھی میں ایک مفروضے پر بات کر رہا ہوں۔ لیکن میرے خدشات یقینی ثابت ہوں گے۔ یہ ''موساد'' اور بھارتی انٹیلی جنس ''را'' کی ملی بھگت ہے شاید بریگیڈیئر شمیر ہمیں گزشتہ ''غلطی'' کی سزا دینا چاہتا ہے۔ ''موساد'' کا موٹو ہے ''انتقام''..... یہ لوگ ہم سے اس بات کا انتقام لے رہے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ہیں کہ ہم سینکڑوں مسافروں کی جان سے کیوں نہیں کھیلے؟ وہ چاہتے تھے کہ جہاز بھلے بے گناہ مسافروں سمیت تباہ ہو جائے لیکن عظیم اسرائیل پر آنچ نہ آئے..... انہوں نے قیدی بھی ہم سے چھیننے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اپنی ہر کوشش میں ناکامی کے بعد اب تلملا کر انہوں نے یہ گھٹیا حرکت کی ہے۔''

''کیا آپ یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں؟'' وزیر داخلہ نے اگلا سوال کیا۔

''اپنی ذاتی حیثیت سے میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ حالانکہ ابھی تک میں ایک مفروضے کی بنیاد پر بات کر رہا ہوں اور جناب والا! میں آپ کو کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے انتہائی افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اگر یہی بات صحیح ہوئی جو میرے ذہن میں آئی ہے تو پھر شاید ہمیں اپنے دو بہترین شہریوں کی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں۔''

اس کی آخری بات نے محفل پر سناٹا طاری کر دیا۔

''کیا اس صورت حال سے بچ نکلنا ممکن ہے؟''

اس مرتبہ چانسلر براہ راست مخاطب ہوا۔

''حقائق کی زبان میں نہیں..... ہمارے لئے دشمن نے کوئی راستہ کھلا نہیں چھوڑا۔ فرض کیجئے ہم قیدیوں کی رہائی کا فیصلہ بھی کر لیں تو ساری دنیا میں ذلیل ہو کر رہ جائیں گے۔ چلئے یہ خطرہ بھی مول لیا جا سکتا ہے..... لیکن جیسے ہی انہیں اس بات کی خبر ہوئی فوراً پریس کو اطلاع کر دیں گے اور اغوا کاروں کو بہانہ مل جائے گا..... آپ ذرا ان کی پلاننگ تو دیکھئے کہ اغوا کرنے والے اپنے ساتھ ریڈیو لے کر گئے ہیں جس پر وہ دنیا بھر کی خبریں سن رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ یہ خبر کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی..... یہ لوگ بی بی سی سے خبر دے دیں گے اور ٹائیں ٹائیں فش..... جناب والا! اس عمارت میں موجود سات آدمیوں میں سے کوئی زندہ باہر نہیں آ سکتا..... ''را'' والے ثبوت مٹانے کے لئے اغوا کاروں کو بھی مار ڈالیں گے..... جوان کے اپنے لوگ ہیں۔''

''جناب والا! میں اپنی دانست میں ایک آخری کوشش کرنے جا رہا ہوں ممکن ہے اس طرح دشمن کو علم ہو جائے کہ ہم بے خبر نہیں۔ آپ بھارتی حکومت سے اجازت لیجئے کہ ہمارے کمانڈوز کارروائی کریں اور اپنے شہریوں کو رہا کروا لیں۔''

حاضرین پر سناٹا طاری تھا.....

مائیکل گاڈ کے انکشافات نے انہیں مبہوت کر کے رکھ دیا تھا۔ جرمن انٹیلی جنس کے چیف نے انہیں بتایا تھا کہ اس نے اپنے بہترین ذرائع سے اس بات کی تصدیق کروالی ہے کہ اس کارروائی سے ''بلیک ستمبر'' کا تعلق نہیں۔ اس کے پاس اپنی اس بات کو سچ ثابت کرنے کے لئے تمام شواہد بھی موجود تھے۔

''بہت گھٹیا حرکت ہے یہ''..... چانسلر بڑبڑایا۔

''بے شک جناب! لیکن افسوس ہم اس گھناؤنی حرکت کو اگر بے نقاب بھی کریں تو بھی ہمارے بے گناہ شہریوں کی زندگیاں محفوظ نہیں رہ سکتیں۔'' مائیکل گاڈ نے اس کا ساتھ دیا۔

''جو کچھ ممکن ہے کر گزرو..... مجھے بہر صورت اپنے شہریوں کی سلامتی عزیز ہے''..... چانسلر نے حتمی لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر بعد یہ اہم میٹنگ برخاست ہو گئی۔

بریگیڈیئر شمیر نے انتہائی اہم ذرائع سے یہ اطلاع موصول کر لی تھی کہ جرمن حکومت کو ان لوگوں کے کالے کرتوت کا علم ہو گیا ہے۔

اس کے لئے یہ کچھ باعث پریشانی نہیں بلکہ باعث راحت تھا۔ کیونکہ یہی وہ چاہتا تھا کہ جرمنوں کو اپنی طاقت کا احساس دلا سکے۔ اگر انہوں نے دو بے گناہ فلسطینی رہا کئے تھے تو اس کے بدلے یہودی پراٹوکول کے مطابق وہ دو زندگیاں اس گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے سزاوار بھی تھے۔

O

اور ''موساد'' دراصل انہیں یہی سزائے بے گناہی دینے جا رہی تھی۔

وہ جانتا تھا مائیکل گاڈ بھی کوئی معمولی دماغ نہیں۔ خدا جانے وہ کیا کر گزرے۔ اس کا شمار ''انٹیلی جنس کمیونٹی'' کے بہترین دماغوں میں ہوتا تھا۔

بہت سمارٹ آدمی تھا وہ.....

عمر کے اس حصے میں جب ایسے لوگ عموماً دل یا جگر کے عارضے کا شکار ہو جاتے ہیں' اس کی صحت قابل رشک تھی۔ وہ اب بھی کئی مہمات میں عملی حصہ لیتا تھا۔ خصوصاً اپنے ملک میں ہونے والی بیشتر انٹیلی جنس آپریشنز کی نگرانی کیا کرتا تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کچھ دیر سوچتے ہوئے اس نے لندن کا ایک نمبر ملایا اور اپنے ایک ''خاص ذرائع'' سے بات کی۔ گفتگو کے خاتمے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر رینگنے لگی تھی۔

یہ شیطانی مسکراہٹ پھر مزید گہری ہونے لگی اور اس نے دوسری لائن پر بھارت میں ''را'' کے چیف امریش پوری سے رابطہ کر کے اسے پیش آمدہ حالات کے مطابق پلاننگ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے سلسلہ منقطع کر دیا.....!

اب وہ اپنے محافظوں کی فوج کے ساتھ وزارت خارجہ کی طرف جا رہا تھا۔

O

اسرائیلی وزیر خارجہ کو ان لوگوں نے نیند سے بیدار کر کے تازہ پلاننگ سے آگاہ کیا تھا۔ جس نے صرف آدھے گھنٹے کے اندر پانچ اہم شخصیات کو خصوصی میٹنگ کے لئے طلب کر لیا تھا۔

اس میٹنگ کی سربراہی اسرائیلی وزیر اعظم خود کر رہا تھا۔

جرمن کابینہ میں موجود ایک وزیر کے غدار سیکرٹری کے ذریعے جو ''موساد'' کا زرخرید ایجنٹ تھا' بریگیڈیئر شمیر کو جو اطلاعات ملی تھیں' اس نے ان کی تفصیلات سے ان اہم شخصیات کو آگاہ کر دیا۔

''دو امکانات پر جناب والا ہمیں غور کرنا ہے''..... اس کی شیطانی آنکھوں کی چمک بڑھنے لگی تھی۔

''پہلا تو یہ کہ جرمن اگر اچانک دونوں مطلوبہ قیدیوں کو رہا کر دیں تو بھارت میں ہمارے دوستوں کے لئے صورت حال بڑی نازک ہو جائے گی عین ممکن ہے وہ افراتفری یا دباؤ میں کوئی غلط فیصلہ نہ کر لیں کیونکہ اخلاقی طور پر وہ بہت دباؤ میں آ جائیں گے..... یوں بھی انہیں اس بات کا احساس ہے کہ وہ یہ کام ''بھارت ماتا'' کے لئے نہیں بلکہ ہمارے لئے کر رہے ہیں۔ اس لئے فوری طور پر ہمیں جرمنی حکومت کو اس اعلان سے روکنے کے لئے متحرک ہونا پڑے گا۔ دوسرا امکان یہ بھی ہے کہ جرمن بھارتی حکومت سے اپنے کمانڈوز اپنے شہریوں کی رہائی کے لئے استعمال کرنے کی درخواست کریں گے لیکن یہ بات ذرا مشکل دکھائی دیتی ہے کہ بھارتی حکومت انہیں اجازت دینے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرے گی۔ یوں بھی ''کمانڈو کارروائی'' میں ان کے اپنے شہریوں کا مارا جانا کوئی اچنبھے والی بات نہیں ہو گی کیونکہ ''را'' نام کے سانپ کے منہ میں ہم نے

جو چھپکلی دے دی ہے وہ اسے اب نہ نگل سکتا ہے نہ اگل سکتا ہے..... انہیں بہرکیف اس مکان میں موجود سات آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے تاکہ اس کیس کی کوئی شہادت باقی نہ رہے..... اس لئے جناب والا! پہلے امکان پر زیادہ توجہ دی جائے۔''

اپنی گفتگو ختم کر کے اس نے اپنے پائپ میں تمباکو بھرنا شروع کر دیا۔

اسرائیلی وزیر اعظم نے اس بات کے خاتمے پر ایک لمحے کے لئے بھی کچھ نہیں سوچا۔ اس نے اپنے سیکرٹری سے فوری طور پر وائٹ ہاؤس رابطہ کرنے کو کہا تھا۔

ہات لائن پر تھوڑی ہی دیر بعد وہ امریکی صدر سے بات کر رہا تھا.....!

''مسٹر پریذیڈنٹ! ہماری اطلاع کے مطابق بھارت کے شہر بمبئی میں دو جرمن سفارت کاروں کو اغوا کرنے والے ''بلیک ستمبر'' کے دہشت گرد ہیں۔ ان لوگوں نے اس مرتبہ انتہائی خطرناک طریقہ اختیار کیا ہے اور عالمی پریس کے علم میں کوئی بات لائے بغیر اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا ہے..... افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جرمن حکومت ایک مرتبہ پھر دہشت گردوں کے سامنے جھک گئی ہے اور انہوں نے ''بلیک ستمبر'' کے سامنے مطالبات تسلیم کر کے چوری چھپے دہشت گردوں کو رہا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ بڑی اذیت ناک صورت حال ہے جس پر ہم شدید احتجاج کرتے ہیں اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ جرمن حکومت کو اس اقدام سے روکا جائے''..... اس کے ساتھ ہی اس نے امریکی صدر کو اس کی عالمی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے پر لیکچر دے دیا۔

امریکی صدر نے اس کی اطلاعات پر شکریہ ادا کرتے ہوئے اسے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا اور باور کروایا کہ امریکن حکومت کی طے شدہ پالیسی ہے کہ دہشت گردی کے سامنے ہرگز نہ جھکا جائے اور انہیں بطور صدر امریکہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہے۔

ادھر سے سلسلہ منقطع ہونے پر اسرائیلی وزیر اعظم نے برطانیہ' ناروے' سویڈن اور کینیڈا کے سربراہان مملکت سے بھی یہی بات کی تھی.....!

جرمن چانسلر کی ذہنی ہی نہیں' جسمانی حالت بھی اپنی صفائیاں پیش کرتے ہوئے بگڑنے لگی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ جو مختلف ممالک کے سربراہان کی طرف سے ٹیلی فون کا مسلسل سلسلہ شروع ہو گیا ہے' اس سے کس طرح نمٹا جائے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

وہ باری باری تمام سربراہان کو ایک ہی بات کہتے کہتے زچ ہو چکا تھا کہ جرمنی حکومت نے ماضی میں کبھی دہشت گردی کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے اور مستقبل میں بھی ایسا نہیں ہوگا۔

''موساد'' نے جرمنی حکومت کو نچا کر رکھ دیا تھا۔

چانسلر کی حالت دیکھ کر مائیکل گاڈ کا خون کھولنے لگا تھا۔ اس نے دل میں تہیہ کر رکھا تھا کہ ''موساد'' کی اس اوچھی حرکت کا جواب ضرور دے گا خواہ اس کی کچھ ہی قیمت ادا کرنی پڑے۔

O

بی بی سی ریڈیو سے جیسے ہی یہ خبر نشر ہوئی' ساری دنیا میں ہلچل مچ گئی۔

بریگیڈیئر شمیر کے لندن والے سورس نے کامیابی سے یہ اطلاع بی بی سی تک پہنچا کر اسے نشر بھی کروا دیا تھا۔

خبر نشر ہونے کی دیر تھی کہ ساری دنیا کا پریس بمبئی کی طرف اُمڈ پڑا۔ دنیا بھر کے اخباری نمائندے جو دہلی میں موجود تھے' دیوار وار بمبئی کی طرف بھاگنے لگے۔ دوسری طرف اغوا کاروں کی طرف سے دیئے گئے وقت کے چوبیس گھنٹے گزرنے کو تھے اور ابھی تک جرمن حکومت کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

ڈرامے کا ہر کردار ''را'' اور ''موساد'' کے طے شدہ منصوبے کے مطابق حرکت میں آ رہا تھا.....!

کھیل ان کی توقعات کے عین مطابق کھیلا جا رہا تھا۔

بریگیڈیئر شمیر کے ایک معمولی ''ٹرک'' نے ساری دنیا کو نچا کر رکھ دیا تھا۔ جرمن جانتے تھے کہ اس مرحلے پر اگر وہ حقائق کا انکشاف کر بھی دیں گے تو کوئی ان کی بات پر کان نہیں دھرے گا۔ بلکہ امریکن حکومت تو خاص طور سے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرے گی اور اسرائیل کے لئے پوری دنیا کی ہمدردیاں مزید بڑھ جائیں گی۔

مائیکل گاڈ کی طرف سے ایک آخری کوشش بھی کی گئی تھی کہ فلسطینی تنظیموں کے مختلف نمائندوں نے دنیا بھر میں اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کے دفاتر میں ٹیلی فون کر کے اغوا کاروں کے اس اقدام کی زبردست مذمت کی تھی اور کہا تھا کہ ان کا تعلق کسی فلسطینی مجاہدوں کی تنظیم سے نہیں ہے۔

لیکن.....!

''موساد'' اس حملے سے غافل نہیں تھی.....!

بریگیڈیئر شمیر جانتا تھا کہ ''بلیک ستمبر'' کے لیڈر کبھی اخباری رپورٹرز کے سامنے پیش ہو کر اپنی موت کو دعوت نہیں دیں گے۔

اس کے کارندوں نے اس سے پہلے ہی دنیا بھر کی اخباری ایجنسیوں کو ''بلیک ستمبر'' کے نمائندوں کے حوالے سے فون کر کے اس اقدام کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے جرمن حکومت کو فلسطینی قیدی نہ رہا کرنے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں دی تھیں۔

یوں بھی ساری دنیا کے ذرائع ابلاغ پر یہودی قابض تھے.....!

قریباً تمام قابل ذکر اخبارات اور ایجنسیوں میں ان کے لوگ موجود تھے۔

''موساد'' کی ڈس انفارمیشن مہم اپنے نقطہ عروج کو چھو رہی تھی اور ساری دنیا کا پریس ان کی بجائی ہوئی ڈگڈگی پر ناچ رہا تھا۔

صیہونی درندوں نے چانکیائی خباثت کے ساتھ مل کر دنیا کے بہترین دماغوں کو ''بندر'' بنا کر رکھ دیا تھا۔

جرمن انٹیلی جنس کا سربراہ پل پل سے باخبر تھا۔

اس نے اپنی حکومت کو ''موساد'' کی ایک ایک چال سے آگاہ رکھا۔

لیکن.....!

جرمن حکومت کچھ نہیں کر سکتی تھی سوائے اس کے کہ بے بسی سے اپنے لٹنے کا تماشہ دیکھتی رہے۔

O

بمبئی میں اغوا کاروں کو گھیرے میں لینے والی بھارتی سکیورٹی فورسز کے جلو میں موجود جرمن قونصل جنرل نے بھارتی انٹیلی جنس ''را'' کے سربراہ تک اپنی حکومت کی یہ تجویز پہنچائی تھی کہ اگر وہ اجازت دیں تو جرمن کمانڈوز اپنے شہریوں کی رہائی کے لئے آپریشن کریں۔

لیکن.....!

بھارتی حکومت نے یک جنبش قلم اس تجویز کو مسترد کر کے اسے جرمنی حکومت کے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

بھارتی حکومت پر ''عدم اعتماد'' کا شاخسانہ قرار دیا تھا۔

بھارتی وزیراعظم کو یہ اطلاع اپنے دورۂ یورپ کے درمیان ملی تھی۔ انہوں نے ایک ہنگامی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرانس میں کہا تھا کہ بھارتی حکومت کبھی اغوا کاروں کے آگے نہیں جھکے گی کیونکہ وہ دہشت گردی کی کسی سطح پر حمایت نہیں کر سکتے۔

انہوں نے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ ''بلیک میل'' کا کوئی مطالبہ قبول نہ کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے ملک کی سیکورٹی فورسز کو حکم دیا تھا کہ اغوا کاروں کے ساتھ ''آہنی ہاتھوں'' سے نمٹا جائے۔

ہنگامی حالات میں انہوں نے اپنا دورہ ملتوی کر کے فوراً بھارت واپسی کا سفر شروع کر دیا تھا۔

ان اقدامات پر بھارتی وزیراعظم کو ساری دنیا کے پریس خصوصاً یہودی پریس نے زبردست خراج تحسین پیش کیا تھا اور دنیا بھر کی حکومتوں نے بھارتی وزیراعظم کی کامیابی کی دعا کی تھی۔

O

جرمن قونصل جنرل نے اغوا کاروں کا فون خود موصول کیا تھا۔

اغوا کاروں کا لیڈر اس سے بات کر رہا تھا۔ 30 گھنٹے گزر گئے تھے اور ان کے الٹی میٹم میں صرف اٹھارہ گھنٹے باقی تھے۔ اغوا کاروں کے لیڈر نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا کہ یہ خبر پریس تک کس نے پہنچائی ہے۔ اس نے جرمن قونصل جنرل سے کہا تھا کہ اس نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے اور اب وہ اس کی کسی بات پر اعتبار کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس نے دونوں سفارت کاروں کو گولی مارنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

لیکن.....!

امریش پوری اور جرمن قونصل جنرل کی منت سماجت کے بعد انہوں نے فی الوقت اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اچانک ہی تھوڑی دیر بعد ان کا فون دوبارہ آ گیا۔ اس مرتبہ انہوں نے فوراً ہوائی اڈے تک جانے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے ایک ویگن مانگی تھی جس میں سوار ہو کر وہ لوگ یرغمالیوں

سمیت ہوائی اڈے پر جاتے جہاں ''جہاز'' تیار ہونا چاہئے تھا جس میں بیٹھ کر وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔

جرمن قونصل جنرل کے بار بار درخواست کرنے پر بھی انہوں نے اپنی منزل بتانے سے انکار کر دیا تھا۔

فون کے دوسرے حصے پر موجود امریش پوری نے جرمن قونصلیٹ کو آنکھ کے اشارے سے کہا تھا کہ وہ ان لوگوں کو ہاں کہہ دے۔ اس نے اشارتاً سمجھایا تھا کہ مکان سے ایک مرتبہ باہر آنے پر وہ لوگ انہیں آسانی سے قابو کر سکتے ہیں۔

''ٹھیک ہے تھوڑی دیر میں ویگن پہنچ جائے گی'' جرمن قونصل جنرل نے کہا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ویگن واقعی تھوڑی دیر بعد وہاں پہنچا دی گئی۔

امریش پوری نے جرمن قونصل جنرل کو اعتماد میں لے کر بتایا تھا کہ ان لوگوں نے ویگن میں بے ہوش کرنے والی گیس نصب کر دی ہے جو آہستہ آہستہ اپنا اثر دکھائے گی۔ جس کے بعد وہ ان لوگوں پر قابو پا لیں گے۔ ابھی تک چونکہ بیچارے جرمن قونصل جنرل کو حقائق کا علم نہیں ہوا تھا اس لئے وہ بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔

O

جگدیش نے ویگن کے ڈرائیور کو واپس بھگا دیا تھا۔

وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے ساتھی حوصلہ ہار رہے ہیں۔ ''را'' والوں نے اسے سمجھا دیا تھا کہ کس موڑ پر انہیں دونوں جرمن سفارت کاروں کو ہلاک کرنے کے بعد ویگن چھوڑ کر فرار ہونا ہے۔

ان قربانی کے بکروں کو بتایا گیا تھا کہ وہاں ان کے فرار کا سارا بندوبست موجود ہے اور ''را'' کے لوگ کاروں اور موٹر سائیکلوں سمیت ان کے منتظر ہوں گے۔

جگدیش کی خواہش تھی کہ جتنی جلدی ممکن ہے وہ اس ''ڈرامے'' کا ڈراپ سین کر دیں۔ اس کے ساتھیوں کے اعصاب جواب دینے لگے تھے!

ویگن کے مکان سے برآمد ہونے کی تصاویر طاقتور لینز کے ساتھ کئی فوٹو گرافروں نے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کھینچی تھیں لیکن اغوا کاروں کا چہرہ کوئی نہ دیکھ سکا۔

طے شدہ پلان اور راستے پر انہوں نے سفر شروع کیا۔

اغوا کاروں نے کسی کو تعاقب کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا لیکن ''را'' نے ہوائی اڈے کی طرف جانے والے راستے پر اپنے ''بلیک کیٹس'' کمانڈو چھپا رکھے تھے۔ ایک مخصوص جگہ جسے ''را'' نے آپریشن کے لئے مخصوص کیا تھا' کے نزدیک ایک بلڈنگ پر ''را'' کا سربراہ امریش پوری اور جرمن قونصل جنرل دیگر اعلیٰ حکام اور غیر ملکی سفیروں کے ساتھ آنکھوں سے دُوربین لگائے کھڑے تھے کہ خونی ڈرامہ شروع ہو گیا۔

انہوں نے اچانک ویگن کو رکتے دیکھا۔

جگدیش نے اس جگہ پہنچ کر دونوں سفارت کاروں کی کنپٹیوں پر گولیاں مار کر انہیں چند سیکنڈ میں مار ڈالا تھا اور اب اپنے خوفزدہ اور بدحواس ساتھیوں کے ساتھ اچانک یہاں سے بھاگنے کا پروگرام بنا رہا تھا۔

ویگن کو اچانک رکتے دیکھ کر جرمن قونصل جنرل کو اپنا سانس بھی رکتا ہوا محسوس ہوا۔

جیسے ہی ویگن رکی وہاں چھپے ''بلیک کیٹس'' نے ان پر دھاوا بول دیا۔

ڈرامے کا یہ حصہ چونکہ جگدیش کو نہیں بتایا گیا تھا۔ اس گدھے کا رول یہاں ختم ہو جاتا تھا' باقی سب کچھ اصلی تھا جو اس کے ساتھ ہونے جا رہا تھا۔ جب اس نے فائرنگ کرتے ''بلیک کیٹس'' کو اپنی طرف فائرنگ کر کے بھاگتے دیکھا تو چاہا کہ ان بیوقوفوں کو سمجھائے۔

لیکن.....

یہ ''بیوقوف'' شاید بہرے تھے۔

انہوں نے اپنی ''اوزی'' گنوں سے ان پر شعلے برسانے شروع کر دیئے۔

جگدیش اور اس کے ساتھیوں نے حواس باختہ ہو کر ان کی طرف اپنے پستولوں سے گولیاں چلائیں۔

لیکن.....

انہیں اگلے سانس کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ درجنوں گولیاں ان کے خوفزدہ جسموں میں اتر گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔

''بلیک کیٹس'' کے تعاقب میں جب اپنے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ جرمن قونصل جنرل وہاں پہنچا تو ایک بھی زندہ شخص حقائق بتانے کے لئے وہاں موجود نہیں تھا۔ اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

☆☆☆

اردو فینز ڈاٹ کام

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

آئی ایس آئی

ساری دنیا کا پریس لاشوں پر اُمڈ پڑا۔

بھارتی سکیورٹی فورسز نے انہیں لاشوں کی تصاویر اتارنے کے لئے ہر ممکن سہولت فراہم کی تھی۔ ان کی ناز برداری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

بھارتی اعلیٰ حکام جرمن قونصل جنرل کے ساتھ اپنے دکھ کے جذبات شیئر کر رہے تھے اور ''مقتولین'' کی لاشیں پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال بھیجی جا رہی تھیں۔

اگلے روز جو پوسٹ مارٹم رپورٹ شائع ہوئی اس میں بتایا گیا کہ دونوں سفارت کاروں کی موت اغوا کاروں کی گولیوں سے واقع ہوئی جو انہوں نے پستولوں سے چلائی تھیں جبکہ پانچوں اغوا کار فائرنگ کے تبادلے میں مارے گئے۔

جامہ تلاشی پر ان کی جیبوں سے زہریلے کیپسول اور اپنی تنظیم کے ثبوت کے شواہد بھی برامد ہوئے تھے۔ جو فی الوقت ''صیغہ راز'' میں رکھے جا رہے تھے۔ کیونکہ بھارتی حکام کو ان کے ساتھیوں اور بھارت میں ان کے مددگاروں کی تلاش کرنا تھی۔

اس کے ساتھ ہی ایک وضاحتی بیان بھارتی وزارت خارجہ کی طرف سے جاری کیا گیا۔ جس میں بتایا گیا کہ بھارتی سکیورٹی فورسز نے اغوا کاروں پر قابو پانے کے لئے بہترین ممکنہ اقدامات کئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اغوا کاروں نے دھمکی دی تھی کہ اگر ان کے ساتھیوں کی رہائی سے پہلے ان کی شناخت ظاہر کی گئی تو وہ یرغمالیوں کو مار ڈالیں گے۔ افسوس یہ خبر کسی طرح عالمی پریس کو ہو گئی جس نے حالات کی سنگینی کا احساس کئے بغیر خبر جاری کر کے اغوا کاروں کو مشتعل کر دیا۔

اغوا کاروں نے اپنی روایات پر عمل کیا کیونکہ ''بلیک ستمبر'' کے اغوا کار اپنی ''سفاکی'' کے

لئے عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ دونوں سفارت کاروں کو مار کر کسی موڑ پر اچانک اتر کر بھاگ جائیں گے۔ انہوں نے بطور خاص اس بات کی ہدایت کی تھی کہ ٹریفک جوں کی توں چلتی رہے، جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ وہ بھیڑ میں غائب ہونا چاہتے تھے۔

ان کے خطرناک عزائم کو سمجھتے ہوئے راستے میں فرار کے جتنے بھی ممکنہ پوائنٹس ہو سکتے تھے، ان پر بھارتی کمانڈوز کو چھپایا گیا تھا۔ دوسری طرف ویگن میں نامحسوس انداز میں بے ہوش کرنے والا گیجٹ بھی چھپایا گیا تھا جو کام نہیں کر سکا یا اس سے پہلے ہی اغوا کاروں نے اپنے گھناؤنے منصوبے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہوں نے مخصوص جگہ پر پہنچتے ہی اچانک سفارت کاروں کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا اور بھاگنے کی کوشش کی۔

O

جب سکیورٹی فورسز کے جوانوں نے انہیں زندہ پکڑنے کے لئے حملہ کیا تو ان پر گولیاں چلائی گئیں جس پر بادل نخواستہ انہیں جوابی فائرنگ کر کے اغوا کاروں کو ہلاک کرنا پڑا۔ شاید ان لوگوں نے زندہ گرفتاری نہ دینے کا ارادہ کر رکھا تھا کیونکہ ان سے ''زہریلے کیپسول'' بھی برآمد ہوئے تھے۔

بیان کے آخر میں جرمن حکومت کے دو معزز شہریوں کی ہلاکت پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا گیا تھا جب کہ اغوا کاروں کی اس بزدلانہ کارروائی کی زبردست مذمت کرتے ہوئے ساری دنیا سے اپیل کی گئی تھی کہ دہشت گردی کے خلاف منظم ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی بتایا گیا تھا کہ مرنے والوں سے کچھ ایسے شواہد برآمد ہوئے، جن سے بھارت میں موجود ان کے ''مددگاروں'' کی گرفتاری میں مدد مل سکتی ہے۔ بہت جلد بھارتی حکومت اس سازش کی مکمل تفصیلات کا پتہ چلا لے گی۔

اسرائیلی حکومت نے ''بلیک ستمبر'' کی اس وحشیانہ کارروائی کی زبردست مذمت کرتے ہوئے کہا تھا کہ جرمنی حکومت کے ماضی میں ہائی جیکروں کے تئیں نرم رویئے نے ہی ''بلیک ستمبر'' کا حوصلہ بڑھایا ہے اور اسے دوسری دہشت گردی پر آمادہ کیا۔

بیان کے آخر میں ساری دنیا سے اپیل کی گئی تھی کہ فلسطینیوں کو دہشت گرد قرار دے کر ان کے خلاف عالمی سطح پر مشترکہ کارروائی کی جائے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اس بیان نے مائیکل گاڈ کو تلملا کر رکھ دیا تھا۔

لیکن.....

فی الوقت اس کے پاس سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

وہ جانتا تھا ''موساد'' ایک تیر سے کئی شکار کھیلے گی اور اب تو گیند ''را'' کے کورٹ میں آ گیا تھا۔

اس نے فی الحال دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی اپنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

''بلیک ستمبر'' کی طرف سے ایک مرتبہ پھر اس بزدلانہ ایکشن کی مذمت کی تھی اور ''موساد'' پر الزام عائد کیا گیا تھا کہ اس نے فلسطینیوں کو بدنام کرنے اور جرمنوں کو سزا دینے کے لئے بھارتی انٹیلی جنس ''را'' کے ساتھ مل کر جو خونی ڈرامہ رچایا ہے اس کا مثبت جواب وہ بہت جلد ''موساد'' کو دیں گے۔

اس بیان میں بھارتی انٹیلی جنس کو وارننگ دیتے ہوئے کہا گیا تھا کہ اس نے جنگ کی ابتدا کر دی ہے اور اب وہ بھی میدان جنگ کی فریق بن چکی ہے۔

اس واقعے کے ساتھ ہی دنیا بھر کے مؤثر اخبارات میں ایک نیا شوشہ چھوڑا گیا اور اغوا کاروں کے ڈانڈے پاکستان سے ملانے کی کوشش کی گئی۔

یہ اس سمت اشارہ تھا کہ اب بھارتی حکام لوہا گرم دیکھ کر چوٹ کرنے جا رہے ہیں۔

عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لئے انہیں یہودی میڈیا کا مکمل تعاون میسر تھا۔

اور.....

دوسری طرف ''موساد'' پاکستان کو عالمی سطح پر بدنام کرنے کے اس سنہری موقعے سے فائدہ اٹھانے کے لئے ''را'' کا ہر ممکن ساتھ دے رہی تھی۔

O

آج امریش پوری نے پہلی مرتبہ شدت سے ''موساد'' کی ضرورت محسوس کی تھی۔

پاکستان کے اعلیٰ سرکاری اور سول حلقوں میں موجود اس کے ''سورس'' کی اطلاعات کے مطابق اگلے یوم استقلال کی پریڈ پاکستانی فوج اس ایٹم بردار میزائل کا مظاہرہ کرنے جا رہی تھی جو پاکستانی سائنس دانوں نے اپنی محنت سے تیار کیا تھا۔

امریش پوری جانتا تھا کہ اس میزائل کی نمائش کے بعد اسے ملکی سطح پر کس ذلت کا سامنا کرنا ہوگا کیونکہ اس نے وزیراعظم کی مقرر کردہ سکیورٹی کونسل کو یقین دہانی کروا رکھی تھی کہ بھارتی انٹیلی جنس بیورو نے پاکستان میں ایٹمی میزائل کی تیاری کی جو اطلاع پہنچائی ہے وہ غلط ہے۔ اسے یقین تھا کہ کینیڈا کے ایک پاکستانی نژاد تاجر کو ''ایٹمی سوچوں'' کی سمگلنگ میں پھنسا کر گویا اس نے پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہی فیل کر دیا۔

لیکن.....

وہ احمقوں کی جنت میں رہتا تھا۔

اس نے ''کے جی بی'' میں موجود اپنے دوستوں کی اس وارننگ کو کبھی درخورِ اعتنا نہیں جانا تھا کہ ''آئی ایس آئی'' کو کبھی انڈر ایسٹیمیٹ نہ کرنا۔

مارشل سخاروف نے لینن گراڈ میں موجود ''کے جی بی'' کے ہیڈ کوارٹر میں اس کا استقبال کرتے ہوئے ''وڈکا'' کا جام ٹکرایا تو اسے ایک کونے میں لے جا کر کہا تھا کہ ''جنرل خان'' نے انہیں افغانستان میں تگنی کا ناچ نچا کر رکھ دیا ہے۔ اس نے امریش پوری کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تھا۔

''کامریڈ! سی آئی اے خود کو اس کے سامنے بے بس سمجھتی ہے۔ یہ بہت مضبوط شخص ہے ہمیشہ اس پر کڑی نظر رکھنا۔ انتہائی کم وسائل کے باوجود وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں کچھ کر گزرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔''

''ہونہہ.....'' امریش پوری نے حقارت سے منہ موڑتے ہوئے کہا۔ ''کامریڈ مارشل سخاروف ہمارا تجربہ ذرا مختلف ہے۔ میں نے 1971ء میں ان کے دانت دیکھ اور گن لئے تھے اور ہر شخص اپنے تجربے کے حوالے سے ہی کوئی رائے قائم کرتا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی اس نے زوردار قہقہہ بلند کیا تھا۔

بادل نخواستہ مارشل سخاروف کو اس کے قہقہے میں ساتھ دینا پڑا۔ دل ہی دل میں وہ امریش پوری کی اس حالت پر ترس کھا رہا تھا۔

شاید وہ مارشل سخاروف کی بات کو اہمیت دیتا لیکن حال ہی میں اس نے کینیڈا میں پاکستانی انٹیلی جنس کو نیچا دکھا کر خاصی واہ واہ اور داد وصول کی تھی۔

O

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اسے تین ماہ پہلے ''وینکور'' کے بھارتی ہائی کمیشن میں موجود ''را'' کے خصوصی سورس نے اطلاع دی تھی کہ ایک پاکستانی نژاد تاجر وسیم اقبال جو وینکور میں الیکٹرانکس کا کاروبار کرتا ہے' دراصل پاکستانی انٹیلی جنس کے لئے کوئی بڑا کام کرنے جا رہا ہے۔

اس کے چند روز بعد کی اطلاع تو اتنی اہم اور خطرناک تھی کہ امریش پوری کو تمام احتیاطیں بالائے طاق رکھ کر خود میدان میں اترنا پڑا۔

وہ ایک سفارت کار کے روپ میں وینکور پہنچا تھا۔ ہائی کمیشن میں اس نے ڈیرا جما کر خود ایک آپریشن ترتیب دیا تھا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ معمولی سی کوتاہی سے پاکستان انٹیلی جنس کوئی بڑی کامیابی حاصل کر لے۔

کینیڈین آر سی ایم پی اور امریکن ایف بی آئی کو اس نے بڑے غیر محسوس انداز میں ''ٹپ'' دے کر وسیم اقبال نامی اس تاجر کے پیچھے لگایا تھا۔

جس روز وسیم اقبال کو گرفتار کیا گیا اور امریکن ایف بی آئی نے اس شک کے تحت اسے پکڑا کہ وہ کچھ ایٹمی پرزہ جات سمگل کر کے پاکستان پہنچانا چاہتا تھا۔

اسی روز امریش پوری کے اعزاز میں وینکور کے بھارتی ہائی کمیشن نے جشن برپا کر رکھا تھا۔

لیکن.....!

حیرانی انہیں اس بات پر تھی کہ تیسرے ہی روز وسیم اقبال ضمانت پر رہا ہو گیا۔

حیرت کی بات اس کی ضمانت پر رہائی نہیں تھی۔ وہ معزز کینیڈین شہری تھا۔ اپنے علاقے میں خاصے اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ گو کہ وہ امریکہ میں گرفتار ہوا لیکن امریکی بھی جانتے تھے کہ وہ بھاگ کر کہیں نہیں جائے گا۔

پریشان کن بات تو یہ تھی کہ اس سے کچھ برآمد نہیں ہوا تھا۔

O

تین چار روز بعد ایف بی آئی کو احساس ہوا کہ ان لوگوں کو ''ڈس انفارمیشن'' کے ذریعے بے وقوف بنایا گیا ہے۔

جب کینیڈین آر سی ایم پی نے اپنے اس بھارتی ''سورس'' کو پکڑا جو دراصل ''را'' کا ایجنٹ تھا اور اس کی طرف سے ملنے والی مسلسل اطلاعات کا تجزیہ کیا تو وہ لوگ اپنا سر پیٹ کر رہ گئے۔

وسیم اقبال نے بڑی آسانی سے امریکن' کینیڈین اور بھارتی انٹیلی جنس کو بے وقوف بنا لیا تھا۔ ''آر سی ایم پی'' والوں کو جلد ہی علم ہو گیا کہ ان کا مخبر جو اطلاعات ان تک پہنچاتا تھا وہ دراصل وہی اطلاعات ہوتی تھیں جو وسیم اقبال چاہتا تھا کہ ان تک پہنچ جائیں۔ اس نے بڑی ہوشیاری سے ''را'' کے مخبر کو جو اس کے دوست کے روپ میں اس سے چمٹا ہوا تھا' اپنے متعلق غلط فہمی کا شکار بنایا۔

اسے بڑے معصومانہ طریقے سے یقین دلاتا رہا کہ جیسے وہ واقعی پاکستان کے لئے بہت ضروری ایٹمی سامان خرید کر سمگل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جب مخبر نے یہ خبر اپنے اصلی مالکان یعنی بھارتی ہائی کمیشن میں موجود ''را'' کے خصوصی سیل تک پہنچائی تو وہ خوشی سے اچھل پڑے اور ''را'' کا ڈائریکٹر پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے براہ راست میدان میں اتر آیا تھا۔

جب ''جشن فتح'' کا نشہ اترا تو امریش پوری کو احساس ہوا کہ دراصل وہ اس خطہ زمین پر سب سے بڑا گدھا ہے اور جتنی آسانی سے وہ بیوقوف بنا ہے شاید ہی اور کوئی انٹیلی جنس کمیونٹی کا آدمی بنا ہو گا۔

تین دن تک وسیم اقبال نے ایف بی آئی کو الجھائے رکھا۔

O

تیسرے روز جب وہ لوگ اسے لے کر ''وینکور'' پہنچے اور اس لکڑی کے بکس کو کھول کر دیکھا جس میں ان کے مخبر کی اطلاعات کے مطابق ایٹمی سوئچ موجود ہیں' تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس میں معمولی قسم کا بجلی کا سامان تھا۔ ایسا سامان جرمنی سے عموماً وسیم اقبال امپورٹ کرتا رہتا تھا۔

اس بات کا علم تو بھارت پہنچنے کے بعد امریش پوری کو ہوا کہ دراصل پاکستانی انٹیلی جنس نے اس کے سامنے وسیم اقبال کا ''چارہ'' ڈال کر اسے بے وقوف بنایا تھا۔

''ایف بی آئی'' ''را'' اور ''آر سی ایم پی'' والے وسیم اقبال کے پیچھے لگے رہے اور وہ

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

دانستہ اپنے خلاف فضا مشکوک بناتا رہا۔

جب کہ

دوسری طرف پاکستانی انٹیلی جنس کے لوگوں نے بڑی آسانی سے اپنا کام کرلیا تھا اور ان کی ناک کے نیچے اپنا کام کرکے باآسانی نکل گئے تھے۔

''آئی ایس آئی'' کی طرف سے امریش پوری کے منہ پر یہ پہلا بھرپور طمانچہ تھا۔

اس کا تو دماغ ہی گھوم کر رہ گیا۔

اس روز جب سی بی آئی کی طرف سے سکیورٹی کونسل کے چیئرمین کو مصدقہ اطلاع مل گئی کہ پاکستانی فوج کی طرف سے ایٹمی وار ہیڈ والے میزائل کا مظاہرہ ہونے جارہا ہے اور امریش پوری کو چیئرمین نے اپنی تشویش سے آگاہ کیا تو اسے پہلی مرتبہ مارشل سخاروف کی بات یاد آگئی جس نے کہا تھا کہ ''آئی ایس آئی'' کو کبھی انڈر ایسٹیمیٹ نہ کرنا۔

23 مارچ کی وہ سالانہ پریڈ امریش پوری کے لئے سانحہ بن کر گزری تھی جس میں پاکستانی فوج کے انجینئرز نے بڑے فخر سے میزائل پیش کیا۔

خصوصی سیٹلائٹ کے ذریعے دہلی میں واقع ''را'' کے ہیڈکوارٹر میں پاکستانی ٹی وی پر چلنے والی فلم دکھائی جارہی تھی اور شرم سے امریش پوری کو اپنا آپ چھوٹا ہوتا محسوس ہورہا تھا۔

پھر یہ شرم غصے میں تبدیل ہونے لگی۔

فلم کے خاتمے پر وہ مٹھیاں بھینچتا ہوا اپنی سیٹ سے اٹھ کر باہر آگیا تھا۔ اس کے ساتھی دیکھ رہے تھے کہ اس کا ''باس'' بہت پریشان ہے لیکن وہ اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ اس کی پریشانی کا سدباب کرسکیں۔

اس چوٹ سے امریش پوری پوری طرح تلملا کر رہ گیا تھا۔

اس کے بعد سے اس نے پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کو نقصان پہنچانا ہی اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا اور اس ضمن میں ''موساد'' کے تعاون سے مقبوضہ کشمیر کے ایک سرحدی علاقے میں اپنا مشترکہ ہیڈکوارٹر بنا کر اس گھناؤنے منصوبے پر کام کرنا شروع کردیا تھا۔

O

آج ''را'' کا ڈائریکٹر امریش پوری پوری پاکستانی انٹیلی جنس سے اپنی ہزیمت کا بدلہ

لینے جارہا تھا۔

اس نے ''موساد'' کی مدد سے جو ڈرامہ رچایا تھا اور اپنے پانچ شہریوں کی جان کی بلی دے کر اپنے یہودی دوستوں کو خوش کیا تھا اب وہ اس خونی ڈرامے کے ڈانڈے پاکستانی انٹیلی جنس سے ملانے جارہا تھا۔

لوہا گرم تھا.....

ساری دنیا میں اس بہیمانہ حرکت کے خلاف غم وغصہ موجود تھا اور اس جذباتی فضا میں اگر وہ کچھ کر گزرتا' کسی بھی طرح پاکستان کو گھسیٹ لاتا تو ایک طوفان پاکستان کے خلاف کھڑا کرسکتا تھا۔ دو شیطان مل کر پاکستان کے خلاف سازش کرنے جارہے تھے۔

آج اس نے علی الصبح دفتر میں داخل ہوتے ہی ''پاکستانی ڈیسک'' انچارج کرنل دناش کو طلب کیا تھا۔

چار گھنٹے وہ بند کمرے میں کرنل دناش کے ساتھ مصروف گفتگو رہا۔ اس درمیان کرنل دناش نے اسے انتہائی تفصیل سے بتایا تھا کہ پاکستان کے کس کس حصے میں انہوں نے شر پھیلا رکھا ہے اور وہ مزید کیا کرنے جارہے ہیں؟

اس نے ''را'' کے پاکستان میں تخریب کاری کے بھیانک عزائم سے امریش پوری کو تفصیلاً آگاہ کیا تھا۔

پاکستان میں کام کرنے والے ''را'' کے ایجنٹوں کی تصاویر' سرگرمیاں' ٹارگٹ سب اس کے سامنے تھے۔

''فرزانہ کیسی جارہی ہے؟'' اچانک ہی جیسے امریش پوری کو کچھ یاد آگیا۔

''سر! ویل ڈن' ایک دم شاندار۔ اس نے تو پاکستان میں بڑی مضبوطی سے قدم جما رکھے ہیں۔''

''ٹھیک ہے!''

امریش پوری نے اپنی شہادت کی انگلی اس کی تصویر پر جماتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد اس نے تفصیلاً کرنل دناش کو اپنے پلان سے آگاہ کرتے ہوئے اس کو تازہ احکامات کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

''آج ہی اپنا کام شروع کرو مجھے جلد از جلد بہترین رزلٹ چاہئے۔ گڈ لک۔''

امریش پوری کرنل دناش کو اپنے آفس کے باہر تک رخصت کرنے آیا تھا۔

O

''تازہ احکامات'' فرزانہ تک پہنچ گئے تھے۔

فرزانہ اس کا اصلی نام نہیں تھا۔

اس کا اصل نام کیا تھا؟

فرزانہ کو اب یاد نہیں رہا تھا۔ زندگی نے اسے ہمیشہ گیند بنائے رکھا۔ کبھی اس کورٹ میں اور کبھی اس کورٹ میں۔

اس نے کرسچین گھرانے میں آنکھ کھولی۔ شعور حاصل کرنے کے بعد اسے علم ہوا کہ اس کا باپ ہندو تھا جس نے ایک اینگلو انڈین عورت سے شادی کرنے کے لئے عیسائیت اختیار کر لی تھی۔ مذہب کی تبدیلی کے ساتھ اس کے باپ کی شہریت بھی بدل گئی۔ کیونکہ اس کی ماں برطانوی شہری بن چکی تھی اور شاید اس کے باپ نے اس کی ماں پر ڈورے بھی اسی لئے ڈالے تھے کہ وہ برطانوی شہری بن سکے۔

اس کا باپ بھارتی پولیس میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا اور ٹریننگ کورس پر لندن آیا تھا کہ اس کی ماں کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے نوکری اور بھارت دونوں پر لات ماردی۔ کچھ عرصہ تو وہ اپنی نو بیاہتا کے ساتھ گل چھرے اڑاتا رہا۔ اس درمیان اس کے رابطے پھر بھارت سے بحال ہوئے اور جب عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد عشق کا بخار اترنے لگا تو اسے یاد آ گیا کہ وہ تو براہمن خاندان کا سپوت ہے۔

اس درمیان اس کے ہاں بیٹی پیدا ہو چکی تھی۔

بیٹی کا نام اس کی ماں کی ایک مسلمان سہیلی نے رکھا تھا۔ فرزانہ کے باپ نے اپنے ''پاپ کا پراسچت'' کرنے کی یہی ترکیب نکالی کہ بھارتی انٹیلی جنس کا ٹاؤٹ بن گیا۔

سابق پولیس آفیسر ہونے کے ناطے اسے بھارتی پولیس اور سکیورٹی کے ابتدائی ڈھانچے سے متعلق خاصی معلومات حاصل تھیں اور اس کی یہی خصوصیت ''را'' کو بھا گئی۔

71ء میں ''را'' نے اسے ڈھاکہ بھیجا۔

اپنی پانچ سالہ بچی اور بیوی کے ساتھ اس نے ڈھاکہ میں ڈیرے جما لئے۔ برطانوی شہریت ہونے کے ناطے اسے ہر ممکن سہولت حاصل تھی جبکہ جان کی حفاظت کی ذمہ داری اسے کوئی حکومت یا ایجنسی نہیں دے سکتی تھی۔

لیکن.....

اصل میں وہ ''مکتی باہنی'' اور بھارتی انٹیلی جنس ''را'' کے درمیان رابطے کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ بیوی اس سے بھی زیادہ ایڈونچرس طبیعت کی مالک تھی۔ اس طرح بیٹھے بٹھائے انہیں اتنے زیادہ پیسے مل جاتے تھے کہ اس نے اپنے آبائی پیشے نرسنگ پر لعنت بھیجنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

فرزانہ کے باپ کی یہ بدقسمتی تھی کہ ایک روز وہ اپنوں کے ہاتھوں ہی مارا گیا۔

اس روز ایک خفیہ مشن پر جانے والا اس کا باپ مکتی باہنی کے گروپوں کے درمیان غلط فہمی سے ہونے والی فائرنگ کی بھینٹ چڑھ گیا۔

اس کی لاش پاکستانی حکام نے ہوٹل تک پہنچا دی تھی۔

فرزانہ کی ماں نے اس لاش سے کیا لینا دینا تھا۔ اس نے برائے نام مگرمچھ کے آنسو بہائے اور برطانوی ہائی کمیشن کی مدد سے لاش کو وہیں ٹھکانے لگا کر واپس لندن آ گئی۔

''را'' سے اس خاندان کی دوستی پھر کبھی نہ ٹوٹی۔

O

ہر چڑھنے والا سورج اس میں ایک نئی گانٹھ لگاتا رہا۔ ''را'' نے اپنے خزانے فرزانہ کی ماں پر کھول دیئے تھے۔

جو بھی کیس آفیسر لندن آتا اس کی زلف گرہ گیر میں پھنس کر رہ جاتا۔ اینگلو انڈین فرزانہ کی ماں کے پاس وہ سب کچھ تھا جس کی تمنا کوئی بھی مرد کر سکتا ہے۔ اس نے اپنے جسم کو کبھی اپنا نہیں جانا تھا۔

اسے صرف دولت سے غرض تھی۔ اس کے عوض وہ سب کچھ کرنے پر تیار تھی اور اس نے کیا بھی۔

''را'' کی وہ لندن میں بہترین مخبر تھی۔ کسی بھی بھارتی یا غیر بھارتی باشندے سے جنسی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

تعلقات قائم کر کے مطلوبہ معلومات حاصل کر لینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا.....!

یہ تھی وہ فضا جس میں فرزانہ پل کر جوان ہوئی۔

جب اس نے شعور سنبھالا تو سب سے پہلے اپنے نام پر اعتراض کیا۔

لیکن.....

یہ اعتراض کبھی شدید احتجاج کی صورت اختیار نہیں کر سکا۔ شاید اسی لئے اس کی ماں نے بھی زیادہ پرواہ نہیں کی۔ گھر میں اسے دوسرے نام سے پکارنے لگی۔ یہ نام چونکہ اس کے آنجہانی باپ نے پیدائش کے وقت لکھوا دیا تھا۔ لہٰذا اس کے پاسپورٹ پر بھی درج تھا۔

یوں بھی ''را'' کے سیانوں نے اپنے مستقبل کی اس ایجنٹ کا اسلامی نام غنیمت جانا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اس بچی کے تیور ہی بڑے خطرناک ہیں اور یہ اپنے والدین سے بھی دو چار ہاتھ آگے ہی نکلے گی۔

فرزانہ آگے کیا نکلی کہ پھر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

خدا جانے اس کی فطرت میں کیا سمائی تھی۔ اسے سرزمین ایشیا سے عشق تھا اور اس کمزوری کا فائدہ ''را'' سے زیادہ کون اٹھا سکتا تھا۔

انہوں نے فرزانہ کو جاپان' کوریا' ہانگ کانگ' مڈل ایسٹ اور بھارت میں بھی خوب استعمال کیا۔

شاید وہ پیدائشی جاسوس تھی۔ وہ ایسے کام کر کے بہت خوش ہوا کرتی۔

اب اسے خصوصی مشن پر پاکستان بھیجا گیا تھا۔

O

پاکستان میں وہ ایک ریسرچ سکالر کی حیثیت سے داخل ہوئی تھی۔ برطانوی پاسپورٹ اور برطانیہ ہی کی پیدائش ہونے کے سبب پاکستانی انٹیلی جنس نے اس کی سرگرمیوں کا کبھی خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔

اس نے نوجوانوں کے ایک ہوسٹل میں قیام کیا ہوا تھا۔ اس ہوسٹل میں عموماً نوکری پیشہ اور اکیلی عورتیں قیام کرتی تھیں۔ سب یہی جانتے تھے کہ فرزانہ پاکستان کے دیہی طرز معاشرت پر ریسرچ کر رہی ہے۔ اسے اردو زبان پر مکمل عبور حاصل تھا' اس لئے اس کا حلقہ احباب بہت وسیع

تھا۔

آزاد خیال لڑکی ہونے کے ناطے اس کا مخصوص محافل میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ یوں تو کسی کو اس کے غیر مسلم ہونے پر شک ہی نہیں گزرتا تھا۔ اگر کبھی کسی کے دل میں کوئی ایسا خیال آتا تو فرزانہ اسے ڈانٹ دیتی اور خود کو لادین کہہ کر بات کا رخ بدل دیتی۔

اس نے پاکستان کے اس بڑے شہر میں رہنے والے اعلیٰ سرکاری حکام کی محفلوں تک رسائی بڑے نامحسوس انداز میں حاصل کی تھی۔ یونیورسٹی کی بڑی بڑی تقاریب کی آڑ میں اپنے کام کے بندے تلاش کر لیتی۔ ایک مرتبہ ''گھر آنے کی دعوت'' اسے ہر کوئی دے دیتا تھا۔

اور اس نے کبھی کسی کی دعوت کو ٹھکرایا نہیں۔

اپنے سانولے جسم کی مختلف انداز میں نمائش کر کے وہ جنس زدہ ہوس کے مارے سرکاری ملازمین کے نزدیک ہو جاتی اور بڑے آرام سے اپنا کام چلا رہی تھی۔

O

میجر اکرم سے اس کی ملاقات حادثاتی تھی۔

دونوں ایک مخلوط پارٹی میں ایک دوسرے سے ٹکرائے اور ایک دوسرے کے قریب آتے چلے گئے۔ میجر اکرم بزنس مین تھا۔

اس کی عمر تو چالیس سال کے قریب تھی لیکن عزائم بیس سالہ جوانوں والے تھے۔ یہ شاید پہلا پاکستانی مرد تھا جس نے فرزانہ کو کسی اور حوالے سے بھی متاثر کیا تھا۔ دونوں کی دوستی اب ''محبت'' میں بدلنے لگی تھی۔

حیرت تھی کہ میجر اکرم ابھی تک کنوارہ تھا۔

ایک روز جب فرزانہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''شاید مجھے تمہارا ہی انتظار رہا ہو۔''

اس کی ایسی ہی باتیں فرزانہ کو متاثر کرتی تھیں۔

دونوں اکثر اکٹھے پائے جاتے تھے اور اب وہ اپنے کئی دوستوں سے میجر اکرم کا تعارف کروانے لگی تھی۔

اسے کبھی اس بات کا اندازہ نہ ہو سکا کہ جن لوگوں سے میجر اکرم کی ملاقات اس کے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ذریعے ہوتی تھی ان پر ''نگران آنکھوں'' کا مستقل پہرہ بیٹھ جاتا تھا.....!

جس روز اس نے بھارتی سفارت خانے کی ایک تقریب میں میجر اکرم کے ساتھ شمولیت کی' اس روز تو اکرم کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔ فرزانہ نے اسے بتایا تھا کہ مقامی تھرڈ سیکرٹری اس کے آنجہانی باپ کا گہرا دوست تھا اور لندن میں ان کے گھر اس شخص کا آنا جانا اکثر لگا رہتا تھا۔

تھرڈ سیکرٹری نے بھی کھلے ماتھے سے ان کا استقبال کیا۔ وہ فرزانہ کو اپنے دوست کی بیٹی کی حیثیت سے بہت عزیز جانتا تھا۔

میجر اکرم کی جہاندیدہ نگاہوں نے یہاں بہت کچھ محسوس کر لیا تھا۔ اس کا پہلا ہی دورہ خاصا کامیاب رہا تھا۔

اس روز جب دونوں میجر اکرم کے شاندار بنگلے کے ایک کمرے میں بیٹھے تھے اور فرزانہ حسب عادت بیئر سے دل بہلا رہی تھی تو پہلی مرتبہ میجر اکرم نے اسے حیران کیا تھا۔ میجر اکرم نے باتوں باتوں میں اچانک سیاست پر بات کرتے ہوئے فوج کے حوالے سے خاصی نفرت کا اظہار کیا تھا اور بتایا تھا کہ اس نے فوج کی دس سالہ نوکری بادل نخواستہ ہی کی ہے اور بڑی مشکل سے اپنی جان چھڑائی۔

اس نے پاکستان کی ایک ایسی سیاسی پارٹی کے ساتھ اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرنا شروع کر دیا تھا جو ''را'' کی ''گڈ بکس'' میں موجود تھی۔

بظاہر مدہوش ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے اس نے ایسی ذومعنی سی باتیں کی تھیں کہ اب فرزانہ کو اس کے سامنے کھلنا ہی پڑا۔

وہ ایسا ''موٹا شکار'' ہاتھ سے نکالنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔ اگر وہ میجر اکرم پر قابو پا لیتی تو اپنے لوگوں کی نظروں میں اس کا وقار اور زیادہ بڑھ جاتا۔

اگلی آٹھ دس ملاقاتوں میں اس نے نامحسوس انداز میں میجر اکرم کو یقین دلا دیا کہ اگر وہ چاہے تو فرزانہ اس کا رابطہ بھارتی حکام سے کروا سکتی ہے اور اس سے پہلے بھی وہ کئی دوستوں کے کام آ چکی ہے۔

O

بھارتی دوستوں کے ساتھ میجر اکرم کے روابط فرزانہ نے قائم کروا دیئے تھے۔

اب دونوں ہفتے میں دو چکر بھارتی ہائی کمیشن کے بھی لگانے لگے تھے۔ اس روز میجر اکرم اچانک ہی بھارتی تھرڈ سیکرٹری کی کوٹھی پر پہنچا تھا۔ شاید وہ اسے کوئی ''سرپرائز'' دینے جا رہا تھا۔

اس کی آمد کی اطلاع پر اس کا استقبال کرنے فرزانہ خود آئی تھی۔ فرزانہ کو اکیلے یہاں دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے چونکا ضرور تھا لیکن پھر اس نے کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اگلے ہی لمحے خود کو نارمل کر لیا تھا۔

''میں ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے یہاں آئی ہوں ایک عرب دوست کے ساتھ' وہ چھٹیاں گزارنے کے لئے بھارت جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں ذرا انکل سے سفارش کر کے بے چارے کو ''انڈین ٹورازم'' والوں کا مہمان بنوا دوں گی.....'' اس نے قہقہہ لگا کر اکرم کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ وہ میجر اکرم کے ساتھ چمٹی ہوئی ڈرائنگ روم میں پہنچی تھی۔ جہاں تھرڈ سیکرٹری اس عرب نوجوان کے ساتھ بیٹھا دل بہلا رہا تھا۔ دونوں کے سامنے وہسکی کے خالی گلاس رکھے تھے۔

جیسے ہی عرب نوجوان کی شکل پر اس کی نظر پڑی' میجر اکرم چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اگر فرزانہ اس کا نام نہ بھی بتاتی تو بھی وہ اسے پہچان لیتا۔

''ظافر''..... اس نوجوان نے میجر اکرم کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے اپنا تعارف کروایا۔

''اکرم.....''

میجر اکرم نے ہاتھ ملاتے ہوئے اپنے چہرے پر مسکراہٹ جمائی اور اب وہ تھرڈ سیکرٹری سے گرم جوشی سے مصافحہ کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔

''ادھر میں آیا تو کسی اور کام سے تھا لیکن سچی بات ہے کہ اصل میں مجھے آپ ہی سے کام تھا۔ بس جناب کیا بتائیں جب سے دوستوں کو علم ہوا ہے کہ میری آپ سے ''یاداللہ'' ہو گئی ہے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی کام سے منہ اٹھائے چلا آتا ہے۔ جناب انہوں نے تو مجھے آپ کا پی آر او سمجھ لیا ہے۔'' میجر اکرم نے قہقہہ لگایا۔ جواب میں تینوں نے اس کا ساتھ دیا تھا۔

''اس میں شک ہی کیا ہے میجر صاحب ہم تو آپ سے اب پکی دوستی کرنے جا رہے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ہیں۔حکم کیجئے۔آپ کا کام نہیں ہوگا تو اور کس کا ہوگا۔'' تھرڈ سیکرٹری کو شاید چڑھنے لگی تھی۔

''بات دراصل یہ ہے جناب کہ میرے ایک عزیز دوست کو سری نگر کی سیر کرنے کا سودا سمایا ہے لیکن سنا ہے اس طرف جانے پر پابندی عائد ہے۔اب آپ کا حکم ہو تو میں ہاں کر دوں''.....میجر اکرم نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''میجر صاحب یہ بھی کوئی کام ہے۔آپ کوئی بڑا کام بتایئے۔ہم تو یاروں کے یار ہیں۔ہمارے دروازے دوستوں کے لئے ہمیشہ کھلے ہیں۔'' تھرڈ سیکرٹری نے جھومتے ہوئے فرزانہ کے گلے میں بانہیں ڈال دی تھیں۔

لیکن.....

اچانک ہی شاید اسے یاد آ گیا کہ اس نے میجر اکرم کے سامنے اسے اپنی بیٹی بنا رکھا ہے اور وہ پھر اس سے الگ ہو گیا۔

''آپ ہماری بیٹی کے دوست ہیں' آپ کا کام کیسے رک سکتا ہے۔'' اس نے فرزانہ کے گال تھپکتے ہوئے کہا۔

''میں کچھ کھانے کا بندوبست کروں۔آپ آپس میں گپ شپ کیجئے۔'' اس نے تینوں کو وہاں چھوڑا اور باہر نکل گیا۔

تھرڈ سیکرٹری کی واپسی تک میجر اکرم ظافر سے خاصا فری ہو چکا تھا۔

اس نے خود کو عیاش دولت مند کے روپ میں ظافر کے سامنے پیش کیا تھا' جس کی رال اس کی ''نام نہاد ملوں'' کے تذکرے پر ہی ٹپکنے لگی تھی۔

''کب جا رہے ہیں آپ انڈیا؟'' اس نے ظافر سے پوچھا۔

''جب ادھر سے حکم ملے گا۔'' ظافر نے فرزانہ کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی۔

تینوں نے دانت نکال دیئے۔

O

کھانا چاروں نے اکٹھے کھایا تھا۔

اس درمیان میجر اکرم اور ظافر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر بھارت دوستی کے دعوے کرتے رہے تھے۔

فرزانہ فاتحانہ مسکراہٹ سے تھرڈ سیکرٹری کی طرف دیکھتی رہی اور تھرڈ سیکرٹری آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کے لئے داد کے ڈونگرے برساتا رہا۔

''مجھے اب جانا ہوگا۔دل تو نہیں چاہتا اتنی خوبصورت محفل چھوڑ کر جاؤں لیکن مجبوری ہے۔''

''میں بھی چلتا ہوں۔میجر صاحب مجھے بھی لفٹ دے دیں گے۔'' ظافر بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

دونوں کو رخصت کرنے کے لئے تھرڈ سیکرٹری اور فرزانہ گھر کے دروازے تک آئے تھے۔

میجر اکرم کی کار جیسے ہی تھرڈ سیکرٹری کے گھر سے باہر نکلی' ایک جیپ نے ان کا تعاقب شروع کر دیا۔پھر نجانے اس نے گاڑی کے انڈیکیٹر کس طرح جلائے بجھائے کہ وہ لوگ واپس لوٹ گئے۔

میجر اکرم ظافر کو اس کے ٹھکانے تک چھوڑ کر واپس گیا تھا۔

ظافر نے خاصے ماڈرن علاقے میں مہنگا فلیٹ کرائے پر لے رکھا تھا اور اکرم اندازہ کر سکتا تھا کہ ایک غریب فلسطینی طالب علم کے لئے جو حکومت کے وظیفے پر یہاں تعلیم حاصل کر رہا ہے' اتنے مہنگے علاقے میں قیام و طعام کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟

ظافر نے اسے فلیٹ میں آنے کی دعوت دی تھی جو میجر اکرم نے ایک دو مرتبہ روایتی انداز میں ''ناں'' کرنے کے بعد قبول کر لی۔

فلیٹ میں موجود ساز و سامان نے اس کے شک کو یقین میں بدل دیا تھا اور وہ محسوس کرنے لگا تھا کہ ظافر اس کی توقع سے بڑھ کر خطرناک آدمی ہے۔

تھوڑی دیر تک دونوں گپ شپ کرتے رہے۔میجر اکرم نے جان بوجھ کر کوئی ایسا تاثر نہیں دیا تھا' جس سے ظافر کے دل میں اس کے متعلق معمولی سا شک بھی جڑ پکڑ سکتا۔

کچھ وقت وہاں گزار کر اور ظافر کے خانساماں کے ہاتھ کی بنی کافی پی کر وہ باہر آ گیا۔

اپنی کار میں بیٹھ کر اس نے کار میں موجود موبائل فون کے ذریعے کسی کو ہدایات جاری کی تھیں۔

چند منٹ کے اندر ہی ظافر کے فلیٹ کو سفید پوشوں نے گھیرے میں لے لیا۔

O

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

تھرڈ سیکرٹری صاحب نے کمال مہربانی سے اپنے ہاتھ سے جو چٹ لکھ کر اکرم کو دی تھی۔ اگلے ہی روز وہ اکرم نے استعمال کر لی۔ اس چٹ پر شرما نامی کسی ویزہ آفیسر کو مخاطب کر کے ویزے کی سفارش کی گئی تھی۔ میجر اکرم کے بھیجے ہوئے ایک آدمی کو فوراً ہی خصوصی ویزہ جاری کر دیا گیا۔ اس شخص کو بطور خاص سری نگر میں جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ تھرڈ سیکرٹری صاحب نے اس کے لئے بھارت میں بھی آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔

لیکن.....!

اس شخص کو صرف دعوت نامہ درکار تھا۔ آسانیاں وہ خود بھی پیدا کر سکتا تھا۔ اس نے تو سری نگر پہنچ کر غائب ہو جانا تھا اور اس کے لئے اگر قانونی مدد میسر آ جاتی تو اس کی خوش قسمتی ہی تھی۔

ظافر اس ملاقات کے پانچ روز بعد ایک رات گہری نیند سو رہا تھا تو اس کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکا کہ کب اس کے فلیٹ میں نقاب پوش داخل ہوئے۔ انہوں نے بوڑھے خانساماں کو ایک ہی دھمکی میں خاموش کروا دیا تھا اور ظافر کو سوتے میں ہی بے ہوش کر کے اٹھا کر لے گئے تھے۔

بوڑھے خانساماں کو چند منٹ بعد ہی پولیس کے باوردی ملازمین کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

پولیس والوں نے اسے سختی سے تنبیہہ کی تھی کہ وہ کسی کو بھی واقعات کی اصلیت نہیں بتائے گا اور فون پر یا ذاتی طور پر جو کوئی بھی اس کے مالک سے متعلق دریافت کرے اسے یہی بتائے کہ وہ صبح کام سے گیا تھا' ابھی تک واپس نہیں آیا۔

خانساماں نے دھوپ میں بال سفید نہیں کئے تھے۔

اس نے بھی ساری زندگی بڑے لوگوں کے برتن مانجھے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے اور اس کے مالک کو ڈاکو نہیں سکیورٹی کے لوگ اٹھا کر لے گئے ہیں۔

اس نے ان لوگوں کو اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا تھا۔

پہلے تو اس نے یہی سمجھا کہ شاید رات زیادہ چڑھ گئی ہو گی اور وہ نیند میں پلنگ سے زمین پر آ رہا ہو گا۔

لیکن.....!

اس کے کمرے میں تو ''دال تو دال کارپٹ'' بچھا تھا وہ کہاں گیا؟ مزید غور کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ یہ تو وہ کمرہ ہی نہیں جہاں وہ سویا تھا یہ تو کسی جیل خانے کی کوٹھڑی معلوم ہوتی تھی کیونکہ اس کے سامنے سلاخیں لگی تھیں اور وہ شاید باہر سے بند ہوتا تھا۔

کمبل ایک طرف پھینک کر وہ اچانک ہی دروازے کی طرف بڑھا لیکن لڑکھڑا کر واپس گر پڑا کیونکہ اس کا سر بڑی زور سے دیوار سے ٹکرایا تھا۔

اس ٹکر کے ساتھ ہی وہ اپنے حواس میں واپس آ گیا اور دوسرے ہی لمحے اسے حالات کی سنگینی کا ادراک ہو گیا۔

اس نے اچانک ہی اٹھ کر دیوانہ وار سلاخوں والے دروازے کو ہلانا شروع کر دیا تھا۔

جب تین چار منٹ تک کسی نے اس کی حرکت پر کان نہ دھرے تو اس نے چلانا بھی شروع کر دیا۔

چلاتے چلاتے اس کا گلا بیٹھنے لگا تھا۔

قریب تھا کہ وحشت اور بے چارگی سے اس کا دم گھٹ جائے کہ اس نے دو ہٹے کٹے مشٹنڈوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔

O

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ کیوں ہماری نیند خراب کر رہے ہو؟'' ان میں سے ایک نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''کیا بکواس ہے؟ کون ہو تم لوگ؟ مجھے یہاں کون لایا ہے؟'' ظافر کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''کون لایا ہے؟ گدھے کے بچے یہاں کوئی کسی کو نہیں لاتا۔ تم خود آئے ہو..... یہ پاگل خانہ ہے اور تمہارے لواحقین تمہیں داخل کروا کر گئے ہیں۔ ایک سال کا خرچہ دے گئے ہیں وہ۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''کمال ہے۔ اسے علم ہی نہیں کہ کون یہاں لایا ہے؟'' دوسرے نے قہقہہ لگایا۔ تین چار منٹ تک الٹے سیدھے سوالات کے الٹے سیدھے جوابات سننے کے بعد ظافر کو یقین ہونے لگا تھا کہ وہ واقعی پاگل ہے۔ اس نے اب باقاعدہ غصے' بے بسی اور خوف سے پاگلوں جیسی حرکتیں

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

شروع کر دی تھیں۔قریب تھا کہ وہ اپنا سر دیواروں سے ٹکرانے لگے جب کسی طرف سے اس نے تین چار ڈنڈا بردار اس طرف آتے دیکھے۔

جنہوں نے اسے گریبان سے پکڑ کر سیل سے باہر کھینچا اور اس کی دھنائی کرنے لگے۔

انہوں نے بطور خاص یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھی کہ کوئی زخم اس کے جسم پر نہ آنے پائے۔

ظافر کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہونے جا رہا ہے۔بے بسی سے وہ پٹتا رہا۔

کوئی اس کے سوال کا جواب نہیں دے رہا تھا۔جب مار کھاتے کھاتے وہ ادھ موا ہو گیا تو ان لوگوں نے دوبارہ اسے اسی کوٹھڑی میں بند کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد دلیے سے بھرا ایک پیالہ اسے کھانے کے لئے ملا جو خوفزدہ ظافر نے جیسے تیسے تھوڑا بہت زہر مار کر لیا۔شاید عام زندگی میں وہ اس طرح کا دلیہ لانے والے کے منہ پر دے مارتا لیکن یہاں اس نے صرف اس خوف سے اسے زہر مار کیا کہ کہیں یہ لوگ دوبارہ اس کو پیٹنا شروع نہ کر دیں۔

اسے واقعی یہ پاگل لگ رہے تھے۔

O

قریباً ایک گھنٹے بعد اس نے دو اور آدمی اپنی طرف آتے دیکھے جنہوں نے اس کا دروازہ کھولا اور اسے بازوؤں سے پکڑ کر ایک طرف چلنے لگے۔

ظافر کے لئے یہ صورت حال اتنی بوکھلا دینے والی تھی کہ خوف کے مارے اس کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔وہ اس ڈر سے بھی نہیں بول رہا تھا کہ نجانے وہ لوگ اس کی کسی بات کا برا نہ منا لیں۔

اس مرتبہ ان کا رویہ کچھ شریفانہ تھا.....!!

اس سفر کا اختتام ایک قدرے بہتر کمرے پر ہوا' جس میں ایک میز کے گرد کرسیاں سجی تھیں اور ایک شخص کمرے کی کھڑکی کے سامنے اس کی طرف پیٹھ کئے کھڑا تھا۔اس کے ہمراہیوں نے ظافر کو بازو سے پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا۔

جیسے ہی اس شخص نے اپنا چہرہ ظافر کی طرف گھمایا۔وہ سناٹے میں آ گیا۔یہ اتنی چونکا دینے والی ملاقات تھی کہ ظافر کسی میکانکی عمل کے تحت اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔واقعی اس کا دماغ گھوم کر رہ

گیا۔

''آپ؟''اس کے سامنے میجر اکرم کھڑا تھا۔

''ہاں میں.....''

''بہت حیرانی ہوئی ہو گی تمہیں.....مسٹر ظافر جس زمین پر تم نے پناہ لے رکھی تھی وہ عالم اسلام کی پناہ گاہ ہے.....اس کے خلاف سازش عالم اسلام کے خلاف غداری ہے۔ہم غداروں کو زمین کی ساتویں تہہ سے نکال کر جہنم رسید کر دیتے ہیں۔میں تمہیں صاف بتا دوں کہ یہاں سے تمہارے زندہ بچ نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہمیں سب کچھ سچ سچ بتا دو ورنہ یاد رکھنا کہ تمہارے لئے رونے والا اس زمین پر کوئی نہیں ہو گا۔''

میجر اکرم آج بالکل بدلا ہوا انسان لگتا تھا۔

ظافر کو سمجھ آ گئی کہ دراصل میجر اکرم پاکستان انٹیلی جنس کا آفیسر ہے جو فرزانہ کے ذریعے بھارتی ہائی کمیشن تک پہنچا ہے تا کہ اپنے ملک کے خلاف ہونے والی سازش پر نظر رکھ سکے۔

لیکن.....!

یہ ضروری تو نہیں تھا کہ ہر بات اس کے علم میں ہی رہی ہو۔

''میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہے ہو۔لیکن تمہارے کئی سوالوں کا جواب اس ٹیپ میں محفوظ ہے۔''

اتنا کہہ کر میجر اکرم نے اپنے سامنے رکھی ٹیپ کا بٹن دبایا۔

جیسے جیسے ٹیپ چل رہی تھی' اس کے چہرے کا رنگ بدلتا جا رہا تھا۔یہ اس کی فرزانہ اور تھرڈ سیکرٹری کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی ریکارڈنگ تھی۔شاید ان لوگوں نے اس کے فون پر ''بگ'' لگایا تھا۔

اسے اچھی طرح سمجھ آ گئی تھی کہ اگر وہ اصلیت نہ بھی بتائے تب بھی اس ریکارڈنگ کی مدد سے یہ لوگ واقعات کا پتہ چلا سکتے ہیں۔کیونکہ یہ گزشتہ پانچ دن کی ریکارڈنگ تھی اور انہی دنوں میں وہ ''را'' کے لئے ایک گھناؤنا کھیل کھیلنے جا رہا تھا۔عموماً ان دنوں میں اس کی گفتگو اسی حوالے سے ہوئی تھی۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

O

تھوڑی دیر بعد ہی وہ ساری کہانی میجر اکرم کو سنا رہا تھا۔

''مجھے ''را'' نے فرزانہ کے ذریعے اپروچ کیا۔ میرے فرزانہ سے دیرینہ جسمانی تعلقات قائم ہیں اور ہم دونوں اس حد تک چلے گئے ہیں کہ اب میں اسے اپنی ضرورت سمجھنے لگا ہوں۔ فرزانہ کے ذریعے میرا تعارف بھارتی سفارت خانے کے تھرڈ سیکرٹری سے ہوا۔ میرا بھارتی ہائی کمیشن میں آنا جانا لگا رہتا ہے۔ انہوں نے میرے لئے روپیہ پانی کی طرح بہایا اور میری ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کی ہے۔ فرزانہ کے ذریعے ان لوگوں نے مجھے اس ذلیل حرکت کے لئے آمادہ کیا کہ میں بھارت جاؤں گا جہاں مجھے عالمی پریس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

چونکہ میرا تعلق تنظیم آزادی فلسطین سے ہے اور میرے پاس اس ضمن میں دستاویزی ثبوت بھی موجود ہے۔ مجھے پاکستان کے خلاف سازش میں شامل کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ میں دہلی میں منعقدہ پریس کانفرنس میں بیان دوں گا کہ کچھ عرصہ پہلے بمبئی میں جرمن سفارت کاروں کی ہلاکت کا جو حادثہ ہوا ہے اس کی ذمہ داری میری تنظیم قبول کرتی ہے۔ ہم نے یہ سازش پاکستانی انٹیلی جنس کی مدد سے تیار کی تھی اور اس کا مقصد بھارت کو رسوا کرنا اور بھارت اور جرمنی کے بڑھتے ہوئے تعلقات کو نقصان پہنچانا تھا۔

مجھے یہ اقرار کرنا تھا کہ اس ضمن میں ہمیں لاکھوں روپے رشوت اور جان کی سلامتی کی ضمانت دی گئی تھی لیکن ہمیں جہنم میں جھونکنے کے بعد پاکستانی حکام نے آنکھیں پھیر لیں۔ ان کے اس رویئے سے دل برداشتہ ہو کر میں نے بھارتی حکام سے رابطہ کیا اور اب بالکل رضا کارانہ طور پر بیان جاری کر رہا ہوں۔ میں اپنا جرم قبول کرتا ہوں اور ہر سزا کے لئے تیار ہوں۔''

ایک لمحے کے لئے رک کر اس نے اپنے سامنے رکھا پانی کا گلاس ایک ہی سانس میں اپنے حلق میں انڈیل لیا۔

''مجھے بھارتی حکام نے یقین دلایا تھا کہ پندرہ بیس روز مجھے جیل میں رکھنے کا ڈرامہ کریں گے۔ اس کے بعد میرے فرار کا ڈرامہ رچایا جائے گا اور مجھے بھارت میں نام بدل کر ساری زندگی عیش و عشرت سے گزارنے کی اجازت ہو گی۔ فرزانہ مجھ سے شادی کر لے گی اور پھر کچھ عرصہ بعد مجھے برطانوی شہریت مل جائے گی۔ اپنی کہانی میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لئے مجھے

دو پاکستانی سفارت کاروں کے نام بھی لینے تھے جو دہلی کے پاکستانی ہائی کمیشن میں کام کرتے ہیں..... میں نے عملاً ان لوگوں سے ملاقات کرنی تھی۔ کوئی بھی بہانہ ملاقات کے لئے مجھے بتا دیا جاتا جس کے بعد میری تصاویر ان کے ساتھ کھینچ لی جاتیں اور یہی تصاویر پھر عالمی پریس کے سامنے بطور ثبوت پیش کر دی جاتیں جس کے بعد شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی تھی۔''

ظافر نے اپنے بیان کے خاتمے پر ایسا محسوس کیا جیسے اس کے سر سے منوں بوجھ اتر گیا ہو.....

اسے اب واقعی پچھتاوا ہونے لگا تھا کہ پاکستان جیسے عالم اسلام کے قلعے اور پناہ گاہ پر ہی نقب لگانے جا رہا تھا۔

اس نے احسان فراموشی کی بڑی گھٹیا روایت قائم کی تھی..... شرم سے اس کا سر جھک گیا۔

O

دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے جب سر اٹھایا تو دل ہی دل میں بے ساختہ اپنے اندھے ہونے کی دعا مانگنے لگا۔

اس کے سامنے فلسطین کا سفیر کھڑا تھا جس کی آنکھوں سے خون برس رہا تھا۔ سفیر موصوف کو اچھی طرح جانتا تھا۔

''غدار..... ذلیل انسان' تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔'' سفیر موصوف کو اظہار نفرت کے لئے اس سے زیادہ سخت الفاظ شاید نہیں مل رہے تھے۔

''میں شرمندہ ہوں جناب۔ میں مر کر بھی اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کروں گا۔ میں اندھا ہو گیا تھا' پاگل ہو گیا تھا۔ خدا کے لئے مجھے ایک موقعہ دیجئے۔ میں ان درندوں کو تباہ کر کے رکھ دوں گا جنہوں نے مجھے ورغلایا۔''

وہ بچوں کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا۔

شاید اسے احساس نہیں رہا تھا کہ اس کا مردہ ضمیر جب کبھی زندہ ہوا تو اس کے لئے کیا قیامت ڈھائے گا۔

''تمہارا جرم نا قابل معافی ہے۔ تم جیسے ہوس کے مارے درندوں نے آج تک اپنی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

قوم کے خون کو پانی کی طرح فروخت کیا ہے..... بے شرم وہ دن یاد کرو جب تمہاری ماں اور بہن کو دہلی ایئرپورٹ سے واپس لوٹا دیا گیا تھا۔ تمہیں کہیں پناہ نہیں مل رہی تھی اور جس برادر ملک نے تمہیں پناہ دی' تم نے اس کو ڈسنا چاہا..... تم کیا سمجھتے تھے کہ ہم تمہیں اس ذلیل حرکت کے بعد زندہ بچ جانے کا موقعہ دیتے۔ ہم تمہیں کتے کی موت مار ڈالتے (Kill Him) (اسے مار ڈالو).....

سفیر موصوف نے نفرت سے اس کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے میجر اکرم سے درخواست کی تھی۔

''ہاں ہاں! مجھے مار ڈالو۔ واقعی میرا جرم ناقابل معافی ہے۔ میں آستین کا سانپ ہوں۔ میجر صاحب مجھے گولی مار دیں۔''

عالم وحشت میں اس نے اپنا سر زور زور سے میز سے ٹکرانا شروع کر دیا تھا۔

بجلی کی سی سرعت سے لپک کر میجر اکرم نے اس پر قابو پالیا۔

''نارمل رہو..... بے وقوف اپنے اوسان بحال کرو۔ ابھی تمہاری نیت خراب ہوئی تھی۔ خدا کا شکر کرو ابھی تم سے جرم سرزد نہیں ہوا۔ تم پر توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ ہم تمہیں اس کا موقعہ ضرور دیں گے۔ دکھ تو اس بات کا ہے کہ ذلیل دشمن نے ہمارے خلاف ہمارے مسلمان بھائی کو استعمال کرنا چاہا۔

میجر اکرم کسی گہری سوچ میں ڈوبا دکھائی دے رہا تھا۔

O

ظافر کو وہ اپنے ساتھ ہی لے کر آیا تھا۔

اس مرتبہ جہاں وہ پہنچے تھے وہاں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ سفیر موصوف واپس جا چکے تھے۔ جاتے ہوئے انہوں نے ظافر سے کہا تھا کہ اس کی معافی کی ایک ہی صورت ہے کہ ان کے پاکستانی بھائی اسے معاف کر دیں ورنہ شاید خدا بھی اسے معاف نہ کرے۔ کیونکہ وہ گناہ عظیم کا مرتکب ہونے والا تھا۔

میجر اکرم کی جہاندیدہ نگاہیں اس کے دل کے اندر اٹھنے والے طوفان کی ایک ایک لہر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ظافر کا سویا ہوا ضمیر کروٹ لے کر بیدار ہوا ہے اور اگر اسے گناہ کا کفارہ ادا کرنے کا موقعہ نہ ملا تو شاید وہ خودکشی کر لے گا۔

اس نے اعلیٰ حکام سے بات کر لی تھی اور اب ''آئی ایس آئی'' کے پرمغز جیالے چانکیہ کے بندروں کو آٹے دال کا بھاؤ بتانے جا رہے تھے۔

انہوں نے اس مرتبہ ''را'' کے لئے ایسا بھرپور جوابی حملہ پلان کیا تھا کہ دوبارہ بہت لمبے عرصہ تک ''را'' کو کسی گندی حرکت کی جرأت نہ ہوتی۔

میجر اکرم نے اسے وضاحت' ہمدردی اور محبت سے بہت کچھ سمجھا کر آنے والے حالات کے لئے تیار کر لیا تھا۔

میجر اکرم اسے اس کے فلیٹ تک خود چھوڑنے آیا تھا۔ اس کے خانساماں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ فی الوقت اسے میجر اکرم کی ہدایت پر بالکل نارمل رہنا اور بھارتیوں کی ہاں میں ہاں ملانا تھا۔

گھر پہنچنے پر اسے سب سے پہلے فرزانہ کا فون ملا جو اس کے اچانک غائب ہونے پر بہت پریشان ہو گئی تھی۔

''بھئی تمہارے میجر صاحب تو کمال کی چیز ہیں۔ میں نے کل رات ان کے ساتھ ہی گزاری ہے..... بڑے مزے کا آدمی ہے۔ مجھے اپنے گھر لے گیا تھا۔ گھر کیا تھا وہ تو پرستان تھا پرستان..... جانے میں نے کتنی چڑھائی تھی کہ صبح دیر تک وہیں سوتا رہا اور میجر صاحب بھی مجھے اس لئے نہیں چھوڑ گئے کہ کہیں میں ابنارمل ہو کر کوئی غلط حرکت نہ کر گزروں''..... اپنی بات کے خاتمے پر اس نے مصنوعی قہقہہ لگایا۔ دوسری طرف شاید اس کے بہانے نے فرزانہ اور اس کے ''آقاؤں'' کو مطمئن کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر تک آپس میں باتیں کرنے کے بعد اس نے فرزانہ کو لنچ اس کے ساتھ اس کے فلیٹ پر کرنے کی دعوت دی تھی' جو اس نے بشکریہ قبول کر لی تھی۔

میجر اکرم نے اس کی پیٹھ تھپک کر اسے شاباش دی اور احساس دلا دیا کہ وہ مکمل طور پر ان کی حفاظت میں ہے' اب کوئی اس کی طرف میلی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ پھر وہ چلا گیا۔

O

فرزانہ حسب وعدہ آ گئی تھی.....!!

اس کا استقبال ضرورت سے زیادہ گرمجوشی کے ساتھ ظافر نے کیا..... دونوں ایک

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

دوسرے سے خاصے بے تکلف ہو رہے تھے لیکن فرزانہ نے اسے کہہ دیا تھا کہ بھارت میں اس کا کام ختم ہونے کے فوراً بعد ہی وہ شادی کر سکیں گے۔

دونوں نے آنے والے ''اچھے وقت'' سے متعلق گفتگو شروع کر دی تھی۔ میجر اکرم کی ہدایت کے مطابق ظافر نے زیادہ تر گفتگو تھرڈ سیکرٹری کے حوالے سے کی تھی۔ وہ بار بار فرزانہ سے تھرڈ سیکرٹری کی طرف سے کی گئی پیشکش کی ضمانت مانگ رہا تھا اور فرزانہ کو اسے مطمئن کرنے کے لئے بار بار ساری بات دہرانا پڑتی تھی۔

اس نے باتوں باتوں میں کئی کام کی باتیں اس تک پہنچا دی تھیں۔ صرف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ''را'' کے لوگ جو بھی وعدہ کرتے ہیں وہ پورا کیا جاتا ہے۔

بے چاری فرزانہ کو یہ علم نہ ہو سکا کہ نہ صرف ان دونوں کی گفتگو ریکارڈ ہو رہی ہے بلکہ بڑی مہارت سے اسے سلولائیڈ کے فیتے پر بھی منتقل کیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے دارالحکومت کے بڑے ہوٹلوں میں اس کی تھرڈ سیکرٹری کے ساتھ ہونے والی ملاقاتیں بھی کیمرے کی آنکھ نے کاغذ پر منعکس کر دی تھیں۔

ظافر مکمل تعاون کر رہا تھا۔

اس نے اس طرح باتوں میں فرزانہ کو الجھایا تھا کہ اس کی زبانی بمبئی میں ہونے والا خونی ڈرامہ مکمل تفصیلات سمیت ریکارڈ ہو چکا تھا۔

یہی میجر اکرم کی ضرورت تھی.....

O

اسلام آباد کے پریس کلب میں اس پریس کانفرنس کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا.....

پاکستان میں موجود ہر قابل ذکر غیر ملکی پریس سے وابستہ نمائندہ یہاں موجود تھا۔

فلسطینی طلباء کی تنظیم کا جنرل سیکرٹری ظافر طالع پریس کانفرنس سے خطاب کر رہا تھا۔

اس نے پہلے سے یہاں موجود صحافیوں کو بمبئی میں ہونے والے واقعات کی تفصیل سے آگاہ کیا اور بتایا کہ کس طرح ''را'' اور ''موساد'' نے مل کر یہ گھناؤنا منصوبہ تیار کیا تھا اور کس طرح اسے ''را'' کی مقامی ایجنٹ فرزانہ کے ذریعے پھانس کر تھرڈ سیکرٹری تک پہنچایا گیا جس نے اسے ''را'' کے اس کھیل کو اختتام تک پہنچانے کے لئے خطیر رقم اور دیگر آسائشوں کی پیشکش کی

تھی۔

اس نے پریس کانفرنس میں موجود لوگوں سے کہا کہ اپنے ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے بالآخر اس گھناؤنی سازش کا انکشاف پاکستانی انٹیلی جنس کے سامنے کیا اور رضا کارانہ طور پر اس سازش کو بے نقاب کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔

اس کے ساتھ ہی پریس کانفرنس میں موجود دنیا بھر کے منجھے ہوئے صحافی اس پر حملہ آور ہو گئے۔

لیکن.....!

اس کے پاس اپنے ہر الزام کا دستاویزی آڈیو ویژل ثبوت موجود تھا۔ اس نے ریکارڈ کی ہوئی گفتگو اور اپنی اور تھرڈ سیکرٹری کے درمیان ہونے والی ملاقاتوں کی تصاویر اور ویڈیو فلمیں بھی دکھائیں۔

کوئی بھی تو ایسا ثبوت نہیں تھا جو اس کے بیان کو جھوٹا ثابت کرتا۔ ہر شخص یقین کر سکتا تھا کہ جو کچھ ظافر نے کہا ہے وہ ٹھیک ہے۔ اس سوال کے جواب میں کہ اس پریس کانفرنس کا اہتمام کس نے کیا ہے؟

''فلسطینی طلباء نے۔''

اس کی بجائے اس کے ساتھی نے جواب دیا۔

''اور ہم نے یہ تمام ثبوت بھی خود ہی اکٹھے کئے ہیں۔ ہم ساری دنیا کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان دنیا کے ہر مسلمان کا گھر ہے اور اس کی طرف اٹھنے والی کوئی بھی میلی آنکھ ہم نکال دیں گے..... ہم اپنی پناہ گاہ کو دشمن کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے.....''

اس کے ساتھ ہی بھارت میں رچائے جانے والے ''را'' اور ''موساد'' کے مشترکہ ڈرامے کی مکمل ٹائپ شدہ تفصیلات وہاں تقسیم کی گئیں۔

O

اگلا دن شاید ''را'' کے ڈائریکٹر امریش پوری کی زندگی کا منحوس ترین دن تھا۔

ساری دنیا کے پریس کی چیختی چلاتی سرخیاں اس کے ڈھول کا پول کھول رہی تھیں۔

فرزانہ کو پاکستان میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس کی نشاندہی پر اس کے مددگار بھی دھر لئے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

گئے تھے۔تھرڈ سیکرٹری کو''نان گریٹا پرسن''ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر پاکستان سے ملک بدر کر دیا گیا۔

''آئی ایس آئی''نے حملے سے پہلے''را''اور''موساد''کو زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔بریگیڈیئر شمیر زخمی سانپ کی طرح تلملا رہا تھا۔

امریش پوری بے بسی سے اپنے زخم چاٹ رہا تھا۔

☆☆☆

جرم کا آخری نشان

اسے شاید ڈیبی سے کبھی اتنی دلچسپی نہیں رہی تھی لیکن اس نے گزشتہ تین سال میں بڑی محنت سے آئی آر اے تک رسائی حاصل کی تھی اور اس میں ڈیبی نے اہم کردار ادا کیا تھا۔وہ فی الوقت ڈیبی کو ضائع کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

سی آئی اے میں جوزف کو آئرش ری پبلک آرمی کے معاملات پر اتھارٹی گردانا جاتا تھا اور جلد یا بدیر وہ سٹیشن چیف بن کر آئرلینڈ جانے والا تھا جہاں اسے پھر قدم قدم پر ڈیبی کی راہنمائی درکار تھی۔

ڈیبی فلسطینیوں کے کسی گروپ سے بھی دوستی رکھتی ہے؟

یہ اطلاع جہاں جوزف کے لئے چونکا دینے والی تھی وہاں اس لحاظ سے خوش آئند بھی تھی کہ اس طرح''ایجنسی''(سی آئی اے)کو کچھ اور''دوست''میسر آ سکتے تھے۔اس نے ڈیبی کو کبھی احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ اسے ڈیبی اور حماد کے اندرونی تعلقات کا علم ہو چکا ہے لیکن وہ اس شخص تک پہنچنے کے لئے بیقرار ضرور تھا جس نے نیویارک کے مصروف ترین ایئرپورٹ پر موساد کے بہترین دماغ شمعون کو مار ڈالا اور پھر سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر بچ نکلا تھا۔

وہ ڈیبی کو اندھیرے میں رکھ کر حماد تک پہنچنا چاہتا تھا اور حماد تک پہنچنے کا کوئی راستہ ڈیبی سے کٹ کر نہیں جاتا تھا۔

اپنی دانست میں ڈیبی نے بڑی احتیاط برتی تھی اور اپنے اپارٹمنٹ سے باہر کچھ فاصلے پر لگے فون بوتھ سے اس نے حماد کا نمبر ملایا۔

لیکن.....!!

''ایجنسی''کے لوگ سائے کی طرح اس سے چمٹے تھے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جیسے ہی اس نے ٹیلی فون بوتھ تک رسائی حاصل کی۔خصوصی سسٹم کے ذریعے اس کی کال ''بگ'' ہونے لگی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد جوزف کی میز پر کال کی ریکارڈنگ موجود تھی.....اس ریکارڈنگ سے انہیں علم ہوا کہ کسی ''ابواحمد'' کے کہنے پر ڈیبی نے حماد سے رابطہ کیا تھا۔حماد کا فون نمبر بھی اسے ابواحمد نے ہی فراہم کیا تھا۔

اگلے کسی منصوبے پر ان لوگوں نے بات چیت بھی ملاقات ہونے پر ہی کرنی تھی۔

معاملات جوزف کی مرضی کے مطابق ہی طے پا رہے تھے۔ایک مرتبہ حماد تک پہنچنے کے بعد وہ اس پر قابو پانے کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور تلاش کر لیتا۔

اوریگن سٹریٹ تک قریباً آدھ گھنٹے کا پیدل راستہ طے کرنے کے بعد بالآخر وہ ''فریڈ مارک'' نامی سٹور تک پہنچ گیا۔جس کے ایک کونے پر ڈیبی اس کی منتظر تھی۔ڈیبی نے اس کا استقبال حسب سابق بڑی فراخدلی سے کیا تھا۔

دونوں پندرہ بیس منٹ تک سٹور کے اندر ہی گھومتے رہے۔جہاں سے انہوں نے کچھ شاپنگ بھی کی تھی۔یہاں سے دونوں اکٹھے ہی کار پارکنگ آئے تھے جہاں ڈیبی نے اپنی گاڑی پارک کر رکھی تھی۔

O

ایف بی آئی آفیسر ڈیوڈ فرانک کو جب اس کے خصوصی ذرائع نے سی آئی اے آفیسر جوزف کی سینٹ لوئیس میں موجودگی کی اطلاع دی تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔

اس نے سب سے پہلے یہ اطلاع ''موساد'' کے نئے سٹیشن چیف تک پہنچا کر حق نمک ادا کیا۔اس کے ساتھ ہی چھٹیاں لے کر سینٹ لوئیس کی طرف روانہ ہو گیا۔

موساد کا کیٹسا Katsa (موساد کا مقامی آفیسر) پہلے ہی سے اس خصوصی مشن کی انجام دہی کے لئے تل ابیب سے براہ راست یہاں آیا تھا۔موساد کے ہیڈ کوارٹر میں یہ اطلاع کہ ڈیبی کا کیس آفیسر جوزف سینٹ لوئیس میں موجود ہے دھماکے کی طرح پھٹی تھی۔

بریگیڈیئر شمیر کو یہ اطلاع ''موساد'' کے خصوصی رابطے پر ڈیوڈ فرانک سے موصول ہونے کے محض چند منٹ بعد ہی تل ابیب پہنچا دی گئی تھی۔

ایک بات تو صاف ظاہر تھی کہ جوزف کی سینٹ لوئیس میں موجودگی کا مطلب ڈیبی کی یہاں موجودگی تھا اور ڈیبی ایک مرتبہ موساد کے آہنی شکنجے سے بچ نکلی تھی۔شمیر اسے کسی صورت مزید مہلت دینے کے لئے تیار نہیں تھا۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ڈیبی کے ذریعے ہی وہ شمعون کے اصلی قاتل ''مائیکل'' تک پہنچ سکتا ہے جس کا زندہ رہنا ''موساد'' کی موت کے مترادف تھا۔

''موساد'' میں کل پینتیس Katsa تھے۔

مہم کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا تھا کہ شمیر نے خاص طور سے ایک ''کیٹسا'' سینٹ لوئیس بھیجا تھا۔ان لوگوں کو انتہائی ناگزیر حالات میں میدان عمل میں اتارا جاتا تھا کیونکہ کسی ایک ''کیٹسا'' کا نقصان بھی ''موساد'' برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

لیکن.....

اب شمیر نے ڈیبی اور مائیکل کی زندگی کو اپنی ذاتی انا کا مسئلہ بنا لیا تھا۔وہ ان دونوں کو بہر صورت مارنا چاہتا تھا۔خواہ اس کی کچھ بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔بلیک ستمبر کے ہاتھوں ہونے والی ہزیمت نے اسے باؤلے کتے کی طرح تلملا کر رکھ دیا تھا۔

''انسٹی ٹیوٹ'' (موساد کا وہ نام جو اس کے ایجنٹ استعمال کرتے ہیں) کی ساکھ خطرے میں پڑ گئی تھی۔

اسرائیلی وزیراعظم نے خاص طور سے اس واقعے کا نوٹس لیا تھا کہ ابھی تک ان لوگوں نے شمعون کے قاتلوں کو کیفر کردار تک کیوں نہیں پہنچایا۔

''مرے پر سو دُرّے.....!''

''موساد'' نے اپنی دیرینہ حلیف ''را'' کے ذریعے جرمنی کو سزا دینے کا جو گھٹیا طریقہ استعمال کیا تھا وہ بیل بھی آ آ نے منڈھے نہیں چڑھنے دی تھی اور ''را'' کی ایجنٹ کی پاکستان میں گرفتاری اور عرب نوجوان کی پریس کانفرنس جس میں ''را'' اور ''موساد'' کے کالے کرتوت دستاویزی ثبوتوں کے ساتھ بے نقاب ہوئے تھے۔

ان واقعات نے ساری دنیا کے پریس میں ہلچل مچا دی تھی گو کہ یہودی پریس نے واقعات کو غلط رنگ دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا لیکن وہ ساری دنیا کو بے وقوف نہیں بنا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

سکے تھے یوں بھی ''موساد'' کے کرتا دھرتا اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے دنیا کے تھوڑے لوگوں کو ضرور بے وقوف بنا سکتے تھے۔ لیکن لمبے عرصے کے لئے زیادہ لوگوں کو بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا تھا۔

امریش پوری نے پاکستان کو اس معاملے میں گھسیٹ کر اپنا منہ تو کالا کروایا ہی تھا۔

بریگیڈیئر شمیر کے کئے کرائے پر بھی پانی پھیر دیا تھا۔

شمیر نے ''آئی ایس آئی'' کو کبھی انڈر ایسٹیمیٹ نہیں کیا تھا۔

پاکستان کا ایٹمی پروگرام کانٹے کی طرح اس کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا۔

لیکن.....

پاکستان کے خلاف کچھ کرنے سے پہلے وہ ہزار مرتبہ سوچنے کا قائل بھی تھا۔

اس کی حکومت نے گو کہ بھارت سے خفیہ معاہدہ کر کے پاکستان کے خلاف مشترکہ حکمت عملی ضرور اختیار کر لی تھی لیکن شمیر سمجھتا تھا کہ جب تک امریش پوری جیسے لوگ ''را'' میں موجود ہیں کم از کم ''را'' ان کے کسی کام نہیں آ سکتی۔

عرب نوجوانوں کی پریس کانفرنس کی اطلاع جیسے ہی اسرائیلی وزیر اعظم تک پہنچی۔ اس نے شمیر کو آفس میں طلب کر کے اسے کہہ دیا تھا کہ اگر عمر کے ساتھ ساتھ اس کے اعصاب بھی کمزور پڑنے لگے ہیں تو وہ ''موساد'' کی خدمات سے سبکدوش ہو جائے کیونکہ اتنی زبردست ہزیمت کا سامنا انہیں آج تک نہ ہوا تھا۔

O

اسرائیلی کیٹسا سے ڈیوڈ فرانک کی ملاقات کیناس سٹی میں ہوئی تھی۔

سینٹ لوئیس سے کچھ فاصلے پر واقع کیناس سٹی کے ایک شاندار ہوٹل میں وہ ٹورسٹ کی حیثیت سے قیام پذیر تھا۔

دونوں دیر گئے تک سینٹ لوئیس کے جغرافیے پر بحث کرتے رہے۔ شہر کو آنے جانے کے راستے' گلیاں' بازار' پلازے' ریلوے سٹیشن' ہوٹل اور تمام جزائیات کیٹسا ہضم کرتا جا رہا تھا۔

اس نے ڈیوڈ فرانک کا تعارف ''موساد'' کے تین مقامی ایجنٹوں سے کروانے کے بعد ان لوگوں کو سائے کی طرح جوزف سے چپکے رہنے کی ہدایت کی تھی۔

لیکن.....!

اس تنبیہ کے ساتھ کہ کوئی بھی انتہائی قدم اس کی اجازت کے بغیر نہیں اٹھایا جائے گا۔

ایف بی آئی کے اعلیٰ آفیسر ہونے کی وجہ سے ڈیوڈ فرانک نے جوزف کے ٹھکانے کا پتہ لگا لیا تھا۔ جزف اس کی شکل سے آشنا نہیں تھی لیکن وہ جوزف کو پہچانتا تھا۔ ایجنسی (سی آئی اے) کے مقامی سیف ہاؤس میں جوزف نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔

جوزف نے فی الوقت ڈیبی کو اکیلے چھوڑا ہوا تھا اور اسے یہی کہتا تھا کہ یہاں وہ خطرے کی زد سے باہر ہے۔

ڈیبی نے اپنی دانست میں گزشتہ 48 گھنٹے مسلسل اس کام میں صرف کئے تھے کہ کہیں اسے بے خبر رکھ کر جوزف اس کی نگرانی تو نہیں کر رہا لیکن بظاہر اسے کوئی ایسے شواہد نہیں ملے تھے جس سے اسے اپنے ''زیر نگرانی'' ہونے کا شک گزرتا۔

یہ الگ بات کہ اس درمیان ایک لمحے کے لئے بھی سی آئی اے نے اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا تھا۔

ڈیبی نے بظاہر مطمئن ہونے کے بعد ہی لندن میں ابو احمد سے رابطہ قائم کیا تھا جس نے اسے ہدایت کی تھی کہ حماد کو سینٹ لوئیس میں اپنے ٹھکانے پر بلا کر اس سے ملاقات کرے جس کے پاس اس کے لئے ایک پلان موجود ہے.....!

اپنی دانست میں ابو احمد اور آئی آر اے کے لوگوں نے ڈیبی کو سی آئی اے کے چنگل سے نکالنے کے لئے اسے امریکہ سے ہٹانے کا پروگرام تیار کیا تھا اور حماد اب یہی منصوبہ لے کر اسے ملنے آ رہا تھا۔

جوزف کو دونوں کی ملاقات کی اطلاع مل چکی تھی۔

O

اس روز علی الصبح جب جوزف کو اطلاع ملی کہ آج ڈیبی اور حماد اپنے کسی دوست کو ملنے کیناس سٹی جا رہے ہیں تو اس نے فوراً اپنے سکواڈ کو سٹینڈ بائی کر دیا۔

سینٹ لوئیس کی اوریگن سٹریٹ سے کیناس سٹی جانے والی ہائی وے تک سی آئی اے کی چھ گاڑیاں مختلف مقامات پر اس طرح موجود تھیں کہ ڈیبی اور حماد کو تعاقب کا شائبہ تک نہ گزرا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

لیکن.....!

جوزف کو یہ احساس ہی نہ ہو سکا کہ ''موساد'' کے ایجنٹ ان کی آستین کے سانپ ڈیوڈ کی مدد سے اس کے ساتھ چپکے ہوئے ہیں۔

جوزف نے اپنی گاڑی اوریگن سٹریٹ کے ایک کونے میں موجود پارکنگ ایریا میں پارک کی اور پیدل ہی نزدیکی اپارٹمنٹس کی طرف چل دیا۔

ڈیوڈ فرانک نے اپنی گاڑی دوسرے کونے پر پارک کی تھی اور ہاتھ میں پکڑے ''واکی ٹاکی'' کے ذریعے پل پل کی اطلاع نزدیکی کار میں موجود ''موساد'' کے ''کیٹسا'' کو دے رہا تھا جس کی طرف سے یہ اطلاعات تیسری کار میں موجود دو ایجنٹوں کو منتقل ہو رہی تھیں' جن کی موجودگی کا ڈیوڈ فرانک کو بھی علم نہیں تھا۔

ڈیوڈ فرانک نے جب ڈیبی کو نزدیکی اپارٹمنٹ سے باہر نکلتے دیکھا تو خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں۔

ڈیبی کے ساتھ کسی عربی نقش و نگار کے حامل نوجوان کی موجودگی اس کے لئے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھی۔

''وہ مارا''.....اس نے دل ہی دل میں خود کو شاباش دی۔

دوسرے ہی لمحے وہ یہ اہم ترین اطلاع ''کیٹسا'' کو منتقل کر چکا تھا۔ جوزف کو اس نے چھپ کر دونوں کا تعاقب کرتے دیکھ لیا تھا۔

ڈیبی اور حماد اسی پارکنگ ایریا کی طرف آ رہے تھے جہاں جوزف نے اپنی گاڑی کھڑی کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد نیلے رنگ کی ایک کار میں دونوں کو ڈیوڈ نے پارکنگ ایریا سے باہر آتے دیکھا۔

''ٹھیک ہے۔ ہمیں گاڑی نظر آ گئی ہے.....تم جوزف سے چپکے رہو۔''

''موساد'' کے کیٹسا نے اس کا پیغام ملنے پر گاڑی پہچانتے ہوئے فرانک سے کہا۔

ہائی وے تک ڈیبی گاڑی خود چلاتے ہوئے لائی تھی اسے علم ہی نہ ہو سکا کہ بیک وقت کئی گاڑیاں اس کے تعاقب میں ہیں۔

یہاں سے اس نے نارتھ 75 اختیار کی تھی جو کیناس سٹی کی طرف جا رہی تھی۔ تھوڑے

ہی فاصلے پر سڑک زیر تعمیر کے بورڈ نظر آنے لگے تھے پھر ڈیبی کی گاڑی بھی سڑک پر موجود گاڑیوں کے ہجوم کا حصہ بن گئی۔

ہائی وے کی دونوں سڑکیں نارتھ اور ساؤتھ ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو سفر کر رہی تھیں۔

ڈیبی کی کار انتہائی دائیں جانب والی لائن میں رینگ رہی تھی' جب اچانک ہی اس پر موت کا دھانہ کھل گیا۔

ساؤتھ کی سمت سے آنے والی ایک تیز رفتار کار کے ٹائر بڑی زور سے چرچرائے اور اس سے پہلے کہ ڈیبی یا حماد کو صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا' کار کی ان کی سمت کھلنے والی کھڑکیوں سے گولیاں ان پر اولوں کی طرح برسنے لگیں۔

فائرنگ کرنے والے جنونی دکھائی دیتے تھے.....!

انہوں نے دو منٹ کے اندر سینکڑوں گولیاں فائر کر دی تھیں نہ صرف ڈیبی اور حماد کے جسم سے درجنوں گولیاں پار ہوئی تھیں بلکہ ان کے ساتھ کئی اور کاروں کو بھی گولیوں نے چھلنی کر دیا تھا۔

O

سی آئی اے کے لوگ ڈیبی کی کار کے آگے پیچھے موجود تھے۔

اچانک حملے نے ایک لمحے کے لئے تو انہیں بوکھلا کر رکھ دیا۔ جب تک وہ ہوش میں آئے' حملہ آور اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔

انہوں نے اپنی دانست میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن اس سڑک پر ٹریفک جام کی وجہ سے وہ ان لوگوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ جبکہ حملہ آوروں کی گاڑی آندھی اور طوفان کی طرح مخالف سمت میں اڑتی چلی جا رہی تھی۔

جوزف بڑی بددلی اور بے بسی سے ٹریفک میں پھنسا اپنی بے بسی کا نظارہ کر رہا تھا۔ اس کے تعاقب میں موجود ایف بی آئی کے انسپکٹر ڈیوڈ فرانک کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے ساتھی اپنا کام مکمل کر کے فرار ہو گئے ہیں۔ اس نے اپنے اور جوزف کے درمیان فاصلہ آہستہ آہستہ بڑھانا شروع کر دیا تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جیسے ہی اسے چند گز کے فاصلے پر ایک ''ایگزٹ'' ملا۔ ڈیوڈ فرانک نے اپنی گاڑی اسی طرف گھمادی۔

ایجنسی کے لوگ اپنی کاروں سے چلانگیں لگا کر بھاگتے ہوئے ڈیبی کی کار تک پہنچے جہاں ڈیبی اور حماد کی گولیوں سے چھلنی لاشیں ان کا منہ چڑا رہی تھیں۔

وہ بے بسی سے اپنے ہونٹ کاٹتے رہے۔

ہائی وے پر ہونے والی اس فائرنگ نے ٹریفک کا سارا نظام درہم برہم کر دیا تھا لیکن مستعد ہائی وے پولیس نے چند منٹ میں ٹریفک ڈسپلن بحال کر دیا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی کہ حملہ آور کس طرف بھاگے ہیں۔

بہت سے لوگوں نے انہیں فائرنگ کرتے اور بھاگتے دیکھا تھا۔

شاید وہ لوگ کسی نزدیکی ''ایگزٹ'' سے شہر کے اندر داخل ہوئے تھے کیونکہ اگلے روز کے اخبارات نے ایک تباہ شدہ کار کا ڈھانچہ نزدیکی قصبے سے تلاش کیا تھا اور پولیس کا دعویٰ تھا کہ یہ وہی کار ہے جس سے فائرنگ کی گئی تھی۔

واقعی یہ وہی کار تھی.....!!

اسرائیلی کیٹسا اور اس کے ساتھیوں نے اسے یہاں تباہ کر کے وہاں پہلے سے موجود ایک دوسری کار پر راہ فرار اختیار کی تھی۔

رات کے پہلے پہر ٹرانس ورلڈ ایئر لائن کی سینٹ لوئیس سے لندن جانے والی پرواز کے ذریعے موساد کا کیٹسا اپنا مشن مکمل کر کے لندن کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔

جہاز کی روانگی سے پہلے اس نے مشن کی کامیابی کی اطلاع بریگیڈیئر شمیر تک پہنچا دی تھی۔

بریگیڈیئر شمیر کا انگ انگ خوشی سے جھوم رہا تھا۔

اس نے اپنے ''کیٹسا'' کے ساتھ خصوصی جشن پارٹی کا اہتمام کیا تھا۔

وزیر اعظم کو شمعون کے قاتلوں کی موت کی اطلاع اس نے خود اس کے آفس جا کر دی تھی۔ بہت عرصہ بعد اس نے آج اپنے وزیر اعظم کو پرسکون پایا تھا جیسے بہت لمبے عرصے سے اس کے خون کی پیاس آج ہی بجھ سکی تھی۔

O

رات دیر گئے جب وہ اپنے گھر واپس لوٹا تو ایک خصوصی لائن پر اس نے اپنے ماتحت سے نیویارک ملانے کو کہا۔

چند منٹ بعد ہی نیویارک میں وہ ''موساد'' کے ایک ''انتہائی اہم سورس'' سے محو گفتگو تھا۔

''آفیسر ڈیوڈ فرانک نے موساد کے بہت اہم اور ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ ہائی کمان نے ڈیوڈ فرانک کو فوراً ان خدمات کا عظیم صلہ دینے کا فیصلہ کیا ہے.....کل شام ڈھلنے تک اس کو خصوصی انعام سے سرفراز کر دیا جائے۔ خیال رہے کہ ڈیوڈ فرانک ہمارا بہت خاص آدمی رہا ہے.....!''

اس نے قہقہہ لگا کر فون بند کر دیا۔

نیویارک میں موجود ''موساد'' کے ایجنٹ آفیسر ڈیوڈ فرانک کے شایان شان استقبال کی تیاریاں کرنے لگے۔

O

ڈیوڈ فرانک اسی روز نیویارک واپس لوٹ آیا تھا.....!

وہ بڑا مطمئن اپنے اپارٹمنٹ میں رہتا تھا۔ اپنی دوسری بیوی سے اس نے حال ہی میں علیحدگی اختیار کی تھی۔ جیسے ہی اس نے اپنے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کر لائٹ کا سوئچ آن کیا اس کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔

تین مسلح شخص وہاں موجود تھے۔

''کون ہو تم.....؟''

اس کے منہ سے بمشکل نکل پایا جب ان کے سائلنسر لگے پستولوں نے گولیاں اگلنا شروع کر دیں۔

تینوں نے اپنے پستول اس پر خالی کر دیئے تھے۔ پھر جس طرح وہ چپ چاپ یہاں آئے تھے اسی طرح چپ چاپ واپس لوٹ گئے۔

روانگی پر وہ اپارٹمنٹ کو تالا لگانا نہیں بھولے تھے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

سی آئی اے کے مستعد ایجنٹوں نے جلد ہی آستین کے سانپ کا پتہ لگا لیا تھا۔ وہ جان گئے تھے کہ ایف بی آئی کا آفیسر ڈیوڈ فرانک موساد کا زر خرید غلام تھا۔ تین روز کی جاں گسل محنت کے بعد وہ غدار کا پتہ لگانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

جب ایجنسی کے لوگ دو کاروں میں سوار ہو کر تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے اس کے اپارٹمنٹ تک پہنچے تو ڈیوڈ فرانک کی لاش سے بدبو کے بھبھوکے اٹھ رہے تھے.....!!

اس کا جسم گلنا شروع ہو گیا تھا۔

''موساد'' نے اپنے جرم کا آخری نشان بھی مٹا دیا تھا۔

☆☆☆

ٹارگٹ کہوٹہ

بریگیڈیئر شمیر نے ایک لمحے کے لئے بھی پاکستان انٹیلی جنس کی اس چوٹ کو فراموش نہیں کیا تھا جس نے ''را اور موساد'' کی سازش کا بھانڈا بھرے بازار میں پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ آج اسے وزیر اعظم کی طرف سے اس معاملے کو نمٹانے کی خصوصی ہدایت ملی تھی۔

دوسری طرف امریش پوری زخم خوردہ سانپ کی طرح تلملا رہا تھا۔

کینیڈا کے بھارتی قونصلیٹ میں اس نے اپنی دانست میں ''جو آپریشن کیا تھا اس سے الٹی آنتیں گلے کو پڑ گئی تھیں۔ ان لوگوں کی توقعات کے برعکس نہ صرف پاکستانیوں کا کمال ہوشیاری سے ایٹمی سامان اسلام آباد پہنچا دیا تھا بلکہ کینیڈین آر سی ایم پی اور امریکن ایف بی آئی کے نزدیک بھی ''را'' کی حیثیت ایک تیسرے درجے کے جاسوسی ادارے سے زیادہ کچھ نہیں رہ گئی تھی کیونکہ ''را'' کی فراہم کردہ معلومات پر بھروسہ کر کے وہ لوگ خود دھوکہ کھا گئے تھے۔

امریش پوری کے پاس کھیلنے کے لئے بس ایک ہی کارڈ رہ گیا تھا۔

پاکستان کا ایٹمی پروگرام.....!

وہ جانتا تھا کہ دنیا کو صرف اسی ایشو پر وہ ورغلا سکتا ہے۔ خصوصاً مغربی دنیا کو۔

یہودی پریس کی مدد سے وہ پاکستان کو ناکوں چنے چبا سکتا تھا۔

لیکن.....!

کیا ''موساد'' اس کے ساتھ کھلے دل سے تعاون کرے گی؟

اس نے ''موساد'' کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے ان کے اشارے پر جو کھیل کھیلا تھا اس نے تو پانسہ ہی پلٹ کر رکھ دیا۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ لوگ چپ چاپ اپنے کام میں لگے رہتے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

آج جب اسے بریگیڈیئر شمیر کے خصوصی نمائندے کی آمد کی اطلاع ملی تو اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔

دہلی کے ایئر فورس بیس پر اس نے خود کرنل گوریان کا استقبال کیا تھا جو ایک خصوصی پرواز سے دہلی آیا تھا اور اس کا طیارہ خصوصی انتظامات کے تحت ایئر فورس کے ہوائی اڈے پر اتارا گیا تھا۔

کرنل گوریان کے ساتھ اس کی سیکرٹری بھی تھی یا پھر جہاز کا عملہ جو وہیں رہ گیا تھا۔

کرنل گوریان اپنی سیکرٹری کے ساتھ رات کے اندھیرے ہی میں خصوصی کار کے ذریعے امریش پوری کی معیت میں اپنی قیام گاہ پر پہنچا تھا۔

O

یہ ''را'' کا اپنے خاص مہمانوں کے لئے تیار کردہ ''سیف ہاؤس'' تھا۔ جس کی حفاظت کا یہ عالم تھا کہ عام حالات میں چڑیا بھی یہاں پَر نہیں مار سکتی تھی۔ مہمانوں کے لئے ''ڈنر'' کا اہتمام کیا گیا تھا اور ڈنر سے فارغ ہو کر جیسے ہی امریش پوری نے مہمانوں کے آرام کے پیش نظر واپسی کا ارادہ کیا اس کے میزبان نے اسے روک لیا۔

''ہمیں پہلے کام کی بات کر لینی چاہئے۔'' کرنل گوریان نے کہا۔

''لیکن اتنی رات گئے۔ آپ رام کریں ہم صبح.....''

''ہم جہاز میں سوتے آئے ہیں۔'' کرنل گوریان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اپنی سیکرٹری کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا..... ''اور یوں بھی حفاظتی اقدامات کے پیش نظر ہمیں اعلیٰ الصبح تل ابیب کے لئے واپس جانا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ کسی بھی صورت دن کے اجالے میں اسرائیلی جہاز کو بھارتی حدود میں پرواز کرتے ہوئے دیکھ کر کسی کو شک گزرے۔''

امریش پوری نے چند ثانیے کے لئے سوچا وہ بات کی تہہ تک پہنچ گیا۔ یوں بھی وہ اس مرحلے پر کوئی کمزوری نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ بڑے مضبوط اعصاب کے لوگ ہیں اور ''را'' کے سربراہ کی حیثیت سے اس کو بھی اپنا رویہ بدلنا ہوگا۔

پندرہ بیس منٹ کے بعد ہی وہ لوگ ملحقہ کمرے میں میٹنگ کر رہے تھے.....!

امریش پوری کی مدد کے لئے اس کے چار ماتحت موجود تھے جب کہ کرنل گوریان کے

ساتھ دوسری طرف اس کی سیکرٹری بیٹھی تھی وہ خود گفتگو میں حصہ نہیں لے رہی تھی' بلکہ ضرورت پڑنے پر کرنل گوریان کو مطلوبہ معلومات ایک بریف کیس میں موجود چھوٹے سے کمپیوٹر سے چیک کر کے فراہم کرتی تھی جن کی بنیاد پر وہ گفتگو آگے بڑھاتا.....!

امریش پوری اور اس کے ساتھی ''موساد'' کی پاکستان سے متعلق معلومات پر عش عش کر اٹھے تھے۔

ان کی دانست میں شاید بھارت دنیا کا واحد ملک تھا جس کا جاسوسی نظام پاکستان میں دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔

یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئے کہ اسرائیلیوں کو بہت سی ایسی باتوں کا علم بھی تھا جن سے ''را'' آگاہ نہیں تھی۔

اور اس وقت تو جو بات کرنل گوریان نے کہی تھی اس نے امریش پوری کو چونکا کر رہی رکھ دیا' وہ کہہ رہا تھا۔

''پاکستانیوں کی طاقت کو مجتمع ہونے کا موقع نہ دو۔ انہیں منتشر کر دو۔ بیک وقت ان کے خلاف دو تین محاذ کھول دو۔ صرف کہوٹہ تک ہی کیوں محدود رہا جائے..... میرے دوست! یہ پاکستانی مسلمان بہت جذباتی ہیں۔ انہیں کوئی جذباتی ایشو ایسا نہ دو جس پر ساری قوم متحد ہو جائے۔ اگر ہم نے خود کو صرف پاکستان کے ایٹمی پلانٹ تک محدود رکھا تو یہ لوگ ''اسلامی ایٹم بم'' کے تحفظ کا نعرہ دے کر ساری قوم کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر لیں گے..... انہیں مختلف معاملات میں الجھائے رکھو۔ اگر آپ برا نہ منائیں تو مجھے یہ کہنے دیں کہ آپ نے آج تک جھک ماری ہے۔ شاید 1971ء کی کامیابی نے آپ لوگوں کو اتنا مغرور اور متکبر بنا دیا ہے کہ آپ نے پاکستان کو ''انڈر ایسٹیمیٹ'' کرنا شروع کر دیا ہے حالانکہ ایسی بات ہرگز نہیں۔ مسٹر پوری! یہ لوگ بہت مضبوط ہیں۔ اس کا اندازہ آپ سے زیادہ بہتر کون کر سکتا ہے۔ انہیں توڑنے کے لئے اندر سے توڑ پھوڑ کرنا ہوگی۔''

ایک لمحے کے لئے رک کر اس نے سگریٹ سلگایا اور ایک لمبا کش لے کر دوبارہ اپنے چہرے پر نظریں جمانے والے گدھوں سے مخاطب ہوا۔

''تمہارے پاس 1971ء کا بہترین تجربہ موجود ہے۔ انہیں آپس میں لڑاؤ' زبان

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ثقافت' حقوق اور علاقائی مسائل پر انہیں ایک دوسرے سے ٹکراؤ..... مذہب کے نام پر یہ لوگ اکٹھے ہوئے ہیں۔ مذہب کے نام پر انہیں توڑا جا سکتا ہے۔ یہ دیکھو میں تمہیں بہت بڑی ٹپ دے رہا ہوں۔''

اچانک ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور سامنے دیوار پر لگے پاکستان کے نقشے کے نزدیک پہنچ گیا۔

کونے میں رکھی چھوٹی سی چھڑی اٹھا کر اس نے نقشے پر نظریں گاڑ دیں۔ نقشہ قریباً آدھی دیوار پر پھیلا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ پاکستانی پنجاب پر نظریں دوڑانے لگا۔

بالآخر اس نے پنجاب کے ایک چھوٹے سے شہر پر چھڑی کی نوک جما دی۔ ''جھنگ''

اس کے منہ سے نکلا اور ایک زہریلی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ناچنے لگی.....!

''مسٹر پوری! یہ آتش فشاں ہے..... آتش فشاں..... ذرا سی چنگاری دکھاؤ سارے پاکستان کے امن و امان کو جلا کر راکھ کر ڈالو۔ اگر تم لوگ اس کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تو جاؤ اپنے گھروں میں بیٹھ رہو یا کوئی دوسرا پیشہ اختیار کر لو۔''

''آل رائٹ''..... امریش پوری کو ساری بات کی سمجھ آ گئی تھی۔

''ہم اپنے دوستوں کے شکر گزار ہیں۔ جلد ہی ہم مل کر فتح کا جشن منائیں گے۔''

امریش پوری کو ابھی سے کامیابی کا نشہ چڑھنے لگا تھا۔

''مسٹر پوری! میری حکومت کسی قیمت پر کسی بھی مسلمان ملک کو ایٹمی استعداد حاصل نہیں کرنے دے گی۔ خواہ یہ جنگ ہمیں اکیلے ہی کیوں نہ لڑنی پڑے۔ ہم تو اسے اپنی بقا کی جنگ سمجھ کر لڑتے رہیں گے' لیکن پاکستان کا ایٹمی پروگرام آپ لوگوں کے لئے ہم سے بھی زیادہ تباہ کن ہے اور اس کا بہترین حل یہی ہے کہ پاکستانی حکومت کو دوسرے محاذوں پر الجھائے رکھو۔ بین الاقوامی سطح پر ہم ان لوگوں کو ایٹمی ایشو پر اتنا بدنام کر دیں گے کہ ساری دنیا کے دروازے ایک ایک کر کے ان پر بند ہوتے جائیں گے۔ بس ایک کام تم لوگوں نے کرنا ہے۔ ان کی لیڈر شپ کو اپنے قابو میں رکھنا۔ تاکہ وہ پاکستانی عوام کو ہمیشہ بھیک مانگنے کا درس دیتے رہیں۔ کوشش کرنا ان لوگوں کو کبھی اپنے زور بازو پر کچھ کر گزرنے کی عادت نہ پڑ جائے۔''

اس کی بات کے خاتمے پر ساری محفل نے مل کر قہقہہ لگایا تھا۔

O

صبح ہونے تک وہ لوگ پاکستان کی ممکنہ تباہی کے گھناؤنے منصوبے بناتے اور کامیابی کے تصور سے اپنے دل بہلاتے رہے۔

میٹنگ کے اختتام پر کرنل گوریان اور اس کی سیکرٹری ''را'' کی حفاظت میں ہوائی اڈے کی طرف جا رہے تھے۔ جہاں اسرائیلی جہاز کا عملہ ''ری فیولنگ'' اور جہاز کے کل پرزوں کی ''ری چیکنگ'' کے بعد پرواز کے لئے تیار تھا۔ انجن سٹارٹ تھے۔ کار جہاز کے نزدیک رکی تھی.....!

ایئر فورس کے چند اعلیٰ افسران ان کے استقبال کو موجود تھے۔ کرنل گوریان نے ان میں سے شاید ہی کسی کے ساتھ ہاتھ ملانا مناسب سمجھا تھا۔

کار سے اتر کر وہ ہاتھ ہلاتا قریباً بھاگتا ہوا جہاز کی سیڑھیوں تک پہنچا تھا۔ امریش پوری اس کے تعاقب میں سیڑھیاں چڑھتا جہاز کے دروازے تک گیا اور گرمجوشی سے مصافحہ کر کے لوٹ آیا۔

اس کے ساتھ ہی جہاز کا دروازہ بند ہو گیا۔

سیڑھی ہٹا لی گئی۔

چند منٹ بعد ہی جہاز نے رینگنا شروع کیا اور صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے رات کے اندھیرے میں آنے والا ظلمتوں کا پیامبر اندھیرے ہی میں غائب ہو گیا۔

بھارت کی حدود سے باہر نکلنے تک بھارتی ایئر فورس کے چار طیارے اس کی حفاظت کرتے رہے۔ جس کے بعد یہ پراسرار جہاز اپنے خصوصی اور خفیہ روٹ پر تل ابیب کی طرف چلا گیا۔

O

کارگل سے کہوٹہ تک پھیلی بھارتی سرحد کے ساتھ ساتھ پانچ میل تک بھارتی فوج نے حفاظتی پٹی قائم کر رکھی تھی۔

اس پانچ میل کے ایریا میں 24 گھنٹے کرفیو کا سماں رہتا تھا۔ انسان تو کیا چرند پرند اور ڈھور ڈنگر بھی اس حفاظتی پٹی میں پھٹک نہیں سکتے تھے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اور یہی وہ خونی لکیر تھی جسے عبور کر کے انہوں نے اپنے ٹارگٹ تک پہنچنا تھا.....!!

اکتوبر کی وہ شام معمول سے زیادہ سرد اور گہری تھی۔ افق تا بہ افق پھیلے سیاہ بادلوں کے سلسلے نے ماحول کو منجمد کر کے رکھ دیا تھا۔ وقفے وقفے سے ہونے والی بوندا باندی ان کے لئے فی الوقت نعمت غیر مترقبہ تھی۔

پندرہ ہزار فٹ کی بلندی پر ہوا کی کاٹ تلوار سے زیادہ گہری ہو رہی تھی۔ گرم جیکٹوں میں لپٹے ان کے جسم موسمی قہر کے سامنے کبھی کے ہتھیار ڈال چکے ہوتے' لیکن ان کا جذبہ حریت تھا یا پھر ان کا عشق' جس نے انہیں سرگرم عمل رکھا نوکدار اور بلند و بالا چٹانوں پر وہ جما جما کر قدم دھرتے ایک دوسرے کے تعاقب میں آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف گامزن تھے.....!

اندھیرے میں زور سے بجلی کڑکتی اور ایک لمحے کے لئے ساری فضا روشن ہوتی تو وہ دم سادھ کر بیٹھ جاتے۔

میلوں عمودی چڑھائیاں چڑھتے اور اترتے ان کے ہاتھوں میں خون منجمد ہونے لگا تھا لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی تھی۔

اپنی پیٹھ پر ایمونیشن کا تھیلا باندھے گلے میں کلاشنکوف کو ہار کی طرح لٹکائے وہ قدم بہ قدم اپنی منزل کی طرف گامزن تھے۔

ان کے چاروں اطراف بھارتی فوج مورچہ بند تھی۔

کسی بھی چڑھائی کے موڑ پر' کسی بھی اترائی کے موڑ پر' اچانک ہی کوئی مورچہ ان کے راستے کی دیوار بن جایا کرتا تھا۔

گھات لگائے دشمن کو بھی اس بات کا علم تھا کہ مجاہدوں کی راہ گزر کون سی ہے۔ ان کے راستے میں آتش و آہن کا جال بچھائے اپنی انگلیاں ٹریگروں پر جمائے گرم سمور کے کوٹ پہنے بھارتی فوج بے چینی سے ان کے منتظر تھے۔

اچانک ہی بجلی زور سے کڑکی تو نہ جانے کیوں امیر خاں کا دل زور سے دھڑکا حالانکہ یہ گرج چمک اس کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔

O

وہ حزب المجاہد کا مقامی کمانڈر اور اس علاقے کا بہترین آشنا تھا۔ یہاں کے درخت'

پہاڑ' چڑھائیاں' اترائیاں' ہوائیں' فضائیں اور موسموں کی رعنائیاں سب پر اس کی گہری نظر رہتی تھی۔

فضا کو سونگھ کر وہ موسم کے مزاج کا پتہ لگا لیا کرتا تھا۔

رات کا یہ بھیانک سناٹا' عمودی چٹانیں' گہرے کھڈ اور کھائیاں اور تاریک جنگلات کا طویل سلسلہ اور ہزاروں فٹ بلند خطرناک چوٹیاں اس کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔

لیکن.....

آج نجانے کیوں اسے کچھ بدلا بدلا نظر آ رہا تھا۔

اسے بیٹھا دیکھ کر تعاقب میں آنے والے مجاہدین بھی اپنی اپنی جگہ جم کر کھڑے بیٹھ گئے۔ خدا جانے امیر خاں فضا میں کیا سونگھ رہا تھا۔

کچھ دیر تک وہ بیٹھا اندازہ لگاتا رہا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے ہاتھ کے مخصوص اشارے سے اپنے تعاقب میں آنے والے ساتھیوں کو ہوشیار رہنے کی ہدایت کی۔ جیسے ہی اس کا اشارہ موصول ہوا اس کے ہمراہیوں میں جیسے بجلی سی کوندی اور انہوں نے بغیر آواز نکالے اپنے کندھوں سے لٹکتی رائفلوں کو فائرنگ پوزیشن میں کر لیا۔

امیر خان اب اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اس نے دوبارہ پھونک پھونک کر قدم بڑھانے شروع کئے اور قافلہ سوئے منزل گامزن ہوا۔ اس مرتبہ اس کے ہمراہی حیران ہی تو رہ گئے کہ امیر خان نے معمول سے الگ راستہ اچانک ہی اختیار کر لیا تھا۔

اس بات کا احساس قافلے میں شامل صرف ان دو مجاہدوں کو ہو سکا جو اس سے پہلے بھی متعدد مرتبہ ان راہوں سے اس کی کمان میں گزر چکے تھے۔ نئے ساتھی ساتھیوں کو اس تبدیلی کا علم نہ ہو سکا۔ دونوں مجاہدین کا ماتھا ایک لمحے کے لئے ضرور ٹھنکا۔

لیکن.....!

ان کے لئے امیر خان کی کسی حرکت پر شک کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔

وہ جانتے تھے امیر خان مر سکتا ہے غداری نہیں کر سکتا.....!

وہ لوگ کشمیر کے سرحدی ضلع کپواڑہ میں سفر کر رہے تھے۔ ان کی منزل تریگام تھی اس

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جگہ انہیں پروگرام کے مطابق صبح ہونے تک پہنچ جانا چاہئے تھا لیکن آج امیر خان نے اچانک راستہ بدل لیا تھا جس کا سیدھا مطلب یہی تھا کہ اب وہ صبح ہونے تک تریگام نہیں پہنچ سکیں گے۔

بارش اچانک زور پکڑنے لگی تھی۔

اس وقت وہ لوگ جنگل میں سفر کر رہے تھے۔ یہ اترائی کا سفر تھا بارش نے جگہ جگہ پھسلن پیدا کر دی تھی جس کی وجہ سے کسی بھی مرحلے پر کسی مجاہد کا پاؤں لڑھکتا تو سینکڑوں فٹ گہرے گھڈ میں گرتا۔

امیر خان کو اس تلخ حقیقت کا شدت سے احساس تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنی رفتار بہت کم کر لی تھی اور بہت پھونک پھونک کر اور آہستہ آہستہ قدم رکھتا تھا۔ اپنے ہمراہیوں کو وہ رک رک کر حوصلہ اور احتیاط سے چلنے کی تلقین بھی کرتا جا رہا تھا۔

بارش یوں تو ان کے لئے تائید خداوندی تھی کہ بارش کے شور میں ان کے قدموں کی آوازیں دب جاتی تھیں۔

لیکن.....

پیدل چلنے میں جو مسائل پیدا ہو رہے تھے اس سے امیر خان کو پریشانی ہونے لگی تھی کیونکہ اس قافلے میں صرف دو پرانے ساتھی تھے باقی سب مجاہد پہلی مرتبہ یہاں سے گزر رہے تھے.....!

اس نے راستہ یونہی نہیں بدلا تھا.....!

اندھیرے میں چمکنے والی بجلی نے اس کی عقاب کی طرح گہری آنکھوں کو اچانک ہی ایک ایسا منظر دکھایا تھا جس نے اسے روک کر سوچنے اور راستہ بدلنے پر مجبور کیا تھا۔

ورنہ وہ اب تک تریگام پہنچ گیا ہوتا.....!

بجلی کی چمک میں اس نے پہاڑ کی ڈھلان پر جو چند خیمے دیکھے تھے انہوں نے اسے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

خدا خدا کر کے اس اعصاب شکن سفر کا اختتام ہوا۔ اب وہ لوگ جنگل ہی میں موجود ایک جھونپڑے تک پہنچے تھے۔

اپنے ہمراہی پانچوں مجاہدوں کو اس نے اسی جھونپڑے میں داخل ہونے کا اشارہ کیا۔

ان کے جسم کپڑوں میں بھیگے ہوئے تھے۔

جھونپڑے میں پہلی ہی سے ان کی ضروریات کی بہت سی چیزیں موجود تھیں۔ ڈیڑھ دو گھنٹے بعد وہ لوگ گرم قہوہ پینے اور اپنے کپڑے تبدیل کرنے کے بعد قدرے نارمل ہو گئے تھے۔

اس درمیان صبح کا اجالا پھوٹنے لگا تھا۔

سب نے وہیں امیر خان کی امامت میں نماز ادا کی۔ اب دونوں پرانے مجاہد اس کی ہدایت پر تریگام سے اس طرف آنے والے راستے پر پہرہ دینے چلے گئے جب کہ وہ خود نئے ساتھیوں کے ساتھ ہی موجود رہا۔

سورج کی لرزتی کرنوں نے مظلوم و مقہور کشمیر پر اپنی زرد روشنیاں پھیلا دی تھیں۔

جب پہرے داروں میں سے ایک نے امیر خاں کو باخبر کیا کہ اس طرف کچھ چرواہے آ رہے ہیں۔

یہ مقامی بکروال تھے!

امیر خان کو ان ہی کا انتظار تھا۔

O

تھوڑی دیر بعد وہ لوگ اس جنگل تک پہنچ چکے تھے۔ ان کی تعداد تین تھی وہ اپنی درجنوں بکریوں کے ساتھ معمول کے مطابق یہاں آئے تھے۔ شاید گھاس پھونس کی یہ جھونپڑی بھی ان ہی لوگوں نے اپنی ضروریات کے لئے تیار کر رکھی تھی۔

امیر خان کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ بے قراری سے ''سلام علیکم'' پکارتے اس کی طرف لپکے اور باری باری اس سے بغل گیر ہونے کے بعد اب دیگر مجاہدین سے مصافحہ کر رہے تھے۔

یہ لوگ اپنے ساتھ جو کچھ کھانے کو تیار کر کے لائے تھے انہوں نے مجاہدین کے سامنے رکھ دیا اور اب امیر خان کو الگ لے جا کر کچھ باتیں کر رہے تھے ان کی زبانی امیر خان کو علم ہوا کہ پہاڑی کی ڈھلان پر لگے ان خیموں میں کچھ غیر ملکی قیام پذیر ہیں۔ ان لوگوں نے اس علاقے میں اپنی پراسرار سرگرمیاں چند روز پہلے ہی شروع کی تھیں۔

''یہ لوگ بڑے پراسرار طریقے سے یہاں آئے تھے۔ انہیں ہیلی کاپٹروں میں لایا گیا تھا۔ بھارتی فوج کے اعلیٰ افسران ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ہیلی کاپٹروں میں بیٹھ کر اس

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

علاقے کے چپے چپے کا جائزہ لیا ہے اور اب یہاں خیمے لگا کر بیٹھ گئے ہیں۔ ان لوگوں کی آمد کے ساتھ ہی بھارتی فوج کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا ہے اور ہند واڑہ' تریگام اور کلاس روم میں بھارتی فوج کے کمانڈوز کی نئی یونٹیں مورچہ بند ہونے لگی ہیں۔

اس سے پہلے بھارتی فوج کے سپیشل سروس گروپ کے لوگ کبھی اس علاقے میں نہیں دیکھے گئے تھے۔ ان کی آمد کے بعد شاید ان کی خصوصی حفاظت کے پیش نظر یہاں کمانڈوز کو رکھا گیا تھا۔

بکروال میں سے ایک نے امیر خان کو بتانا شروع کیا۔

''کل ان لوگوں کی مدد سے بھارتی فوج نے یہاں بڑے بڑے ''انٹینا'' لگائے ہیں۔ امیر خان میرے خیال سے یہ لوگ کوئی انتہائی خطرناک قدم اٹھانے جا رہے ہیں۔ کل شام کو ایک جیپ میں ان کے دو آدمی تریگام آئے تھے شاید وہ بازار سے کچھ خریداری کر رہے تھے۔''

''یہاں ہمیں ایک چونکا دینے والی بات کا علم ہوا۔ امیر خان یہ یہودی ہیں..... مجھے یہ بات غلام نبی نے بتائی ہے۔ وہ پرانا فوجی ہے اور اس نے اپنی آدھی زندگی مشرق وسطیٰ میں گزاری ہے۔ اس نے مجھے قسم کھا کر بتایا تھا کہ یہ یہودی فوجی ہیں۔ خدا جانے یہ لوگ کس خطرناک مشن پر آئے ہیں..... ان کی آمد نے اس علاقے کے لوگوں کو بہت خوفزدہ کر دیا ہے کیونکہ ان کی آمد کے ساتھ ہی بھارتی فوج کے ظلم و ستم میں اضافہ ہونے لگا ہے..... ہر روز کسی نہ کسی بہانے کسی نہ کسی دیہات پر حملہ کیا جاتا ہے اور وہی تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا جا رہا ہے..... لوگ بہت خوفزدہ ہیں۔ کل دوپہر کو گاؤں کے چار نوجوانوں کو بھارتی فوج پکڑ کر لے گئے تھے جن کے متعلق ابھی تک علم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں ہیں.....؟''

بکروال مجاہد کی بات ختم ہوئی اور امیر خان گہری سوچ میں ڈوب گیا.....!

اس کی مرکزی کمان کو ایک ایسے ہی خصوصی ذرائع سے اس بات کا علم تو ہو گیا تھا کہ بھارتی انٹیلی جنس کے لوگ اس علاقے میں ''موساد'' کی مدد سے پاکستان کے خلاف نئی منصوبہ بندیاں کر رہے ہیں کیونکہ مقبوضہ کشمیر سے پاکستانی ایٹمی پلانٹ تک رسائی شان تھی۔

لیکن.....!

ابھی تک انہیں کوئی ایسے شواہد نہیں ملے تھے جن کی بنیاد پر اس بات کو سچ مان لیا جاتا۔

''تو معاملات یہاں تک پہنچ گئے ہیں.....؟''

اس نے دل ہی دل میں کہا۔

''تم لوگ کسی نہ کسی طرح ان لوگوں کے پاس پہنچنے کی کوشش کرو۔ اس بات کا پتہ لگانے کی کوشش کرو کہ یہ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔ جیسے بھی ممکن ہو ہمیں کل شام تک اس بات کا علم ہو جانا چاہئے اس کے بعد ہی کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔''

اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

''ٹھیک ہے میں گاؤں واپس جاتا ہوں اور ہم دوسرے راستے سے کچھ بکریاں چرانے کے بہانے اس طرف جانے کی کوشش کرتے ہیں۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو.....'' امیر خان نے اسے دعا دے کر رخصت کیا۔

اب وہ واپس جھونپڑی میں آ گیا تھا۔ اس نئی اطلاع نے اسے پریشان ضرور کیا تھا کیونکہ یہودی کی اس خطے میں موجودگی کوئی نیک شگون نہیں تھا۔

دوپہر تک وہ لوگ رات کے سفر کی تھکان اتارتے رہے۔ اسی درمیان انہوں نے ظہر کی نماز ادا کی اور امیر خان نے نئے آنے والے مجاہد ساتھیوں کو اس علاقے کی اونچ نیچ سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ شاید انہیں اگلے ہی روز یہاں کوئی بڑا ایکشن کرنا پڑے بہر حال کسی بھی فیصلے کے لئے انہیں ہائی کمان کے حکم کا انتظار کرنا تھا۔

بکروال کی واپسی سہ پہر کو ہوئی۔ اس نے ہانپتے ہوئے انہیں بھارتی فوج کی علاقے میں تازہ تنصیبات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ فوجیوں نے اسے پہاری ڈھلان کی طرف بھیڑیں چرانے سے منع کر دیا اور گالیاں دے کر واپس بھیج دیا ہے۔

''اب ہمیں خود ہی دیکھنا ہوگا.....'' امیر خان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اس نے بکروالوں کو ایک پیغام کے ساتھ آگے روانہ کر دیا۔ ان لوگوں کی منزل ہند واڑہ تھی۔ جہاں دوسرے مجاہدین اپنی صف بندیوں میں مصروف تھے۔ اس علاقے میں بھارتی فوجیوں کے اجتماع کا امیر خاں نے سخت نوٹس لیا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ان تنصیبات کا صفایا کر دیا جائے کیونکہ اس راستے کو وہ دشمن کی دستبرد سے بہر صورت محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

O

دو دن تک وہ لوگ اسی جگہ چھپے رہے۔

اس درمیان نزدیکی بستی سے ان کا رابطہ رہا جہاں سے انہیں بھارتی نقل وحرکت اور تازہ تیاریوں کی اطلاع مل رہی تھی۔

تیسرے روز رات کے اندھیرے میں مجاہدین کا ایک اور قافلہ امیر خاں سے آن ملا اور لوگوں نے اسی روز علی الصبح ان تازہ مورچہ بندیوں پر حملہ کر کے انہیں تباہ کرنے کا منصوبہ بنالیا تھا۔

انہیں یہ راستہ آنے والے مجاہدین کے قافلے کے لئے بہر صورت محفوظ رکھنا تھا گو کہ امیر خان کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ اس علاقے میں اسرائیلی موجود ہیں۔

لیکن.....!

ابھی تک اسے اس اطلاع پر یقین نہیں آیا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ بھارت عالم اسلام کو ناراض کرنے کا خطرہ شیادنہ مول لے کیونکہ اس کے بظاہر اسرائیل سے تعلقات بھی اس نوعیت کے نہیں تھے۔

آدھی رات کو مجاہدین نے تہجد کی نماز ادا کی اور امیر خان کی کمان میں آہستہ آہستہ اس پہاڑی ڈھلان کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ ان میں زیادہ تعداد مقامی مجاہدین کی تھی جنہیں علاقے کے چپے چپے سے واقفیت حاصل تھی۔ دن کے اجالے میں دوربین کی مدد سے امیر خان نے انہیں ان کے ممکنہ اہداف سے آگاہ کر دیا تھا اور ان کے ذمے یہ کام لگایا تھا کہ انہیں فرداً فرداً ان تازہ تعمیرات کو تباہ کرنا ہے۔

بڑے بڑے انٹینا تباہ کرنے کے لئے انہوں نے خصوصی طور پر کہوٹہ مرکز سے بارود کی سرنگیں منگوائی تھیں۔

چار مجاہدوں کا قافلہ جانیں ہتھیلی پر رکھ کر روانہ ہوا۔

یہ ان کا ہر دستہ تھا۔

اس دستے کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ وہ تازہ تنصیبات میں ڈائنامیٹ لگائے جب کہ دوسرے مجاہدوں نے امیر خان کی کمان میں شب خون مارنا تھا۔ امیر خان کی ہر ممکن کوشش تھی

کہ یہاں موجود تین چار غیر ملکیوں کو زندہ گرفتار کر لیا جائے' بصورت دیگر انہیں کبھی اس بات کا علم نہ ہو پاتا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کن خطرناک منصوبوں کے ساتھ یہاں موجود ہیں۔

چیتے کی طرح دبے پاؤں بغیر آواز بلند کئے خون رگوں میں منجمد کر دینے والی اس بھیانک رات میں مجاہدین قدم بہ قدم آگے بڑھ رہے تھے۔

ابھی وہ مطلوبہ ہدف سے چند گز دور ہی تھے جب اچانک سرچ لائٹ کی تیز روشنی جاگی۔ اس کے ساتھ ہی ان کے سروں پر دھماکے ہونے لگے۔

دشمن چوکنا تھا!

سرچ لائٹ کی روشنی میں شک گزرنے پر اب وہ ''روشنی راؤنڈ'' فائر کر کے مجاہدین کے لئے دن کا سماں پیدا کر رہا تھا۔

امیر خان نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور مجاہدین کے ہتھیاروں نے دشمن پر قہر برسانا شروع کر دیا۔ ان لوگوں کو کسی بھی ایمرجنسی کے پیش نظر فرار کے راستے ازبر کروائے گئے تھے۔

اچانک فائرنگ کے ساتھ ہی زوردار دھماکے ہوئے جن سے امیر خان نے اندازہ لگا لیا کہ ہراول دستے کے مجاہدین نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔ وہ لوگ شاید پہلی گولی چلنے کے منتظر تھے۔

وہ دل ہی دل میں خدا کا شکر بجالایا۔ اس مہم کا پہلا مرحلہ بخوبی طے پا گیا تھا۔ اب وہ اگلی کامیابی کی دعا مانگتا دشمن کے مورچوں کی سمت فائرنگ کر رہا تھا۔

اچانک ہی اپنے کندھے پر ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے اس نے اپنے ساتھ مجاہد کی طرف دیکھا جس نے اپنی آنکھوں پر اندھیرے میں دیکھنے والے شیشوں کی دوربین لگا رکھی تھی۔

ساتھی مجاہد نے ہاتھ کی انگلی سے اندھیرے میں ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے امیر خان کے ہاتھ میں دوربین پکڑا دی۔

امیر خان نے آنکھوں سے دوربین لگائی تو اسے پہاڑی ڈھلان سے ایک جیپ نیچے اترتی دکھائی دی۔

اسے یہ اندازہ لگانے میں ذرا دیر نہ لگی کہ یہ لوگ پہاڑی کی دوسری سمت موجود بھارتی فوج کے مضبوط مورچوں کی طرف فرار ہونا چاہتے ہیں کیونکہ وہ مورچے مجاہدین کے حملوں سے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

محفوظ تھے جب کہ یہاں اس بات کا خطرہ بہر حال موجود تھا کہ کہیں مجاہدین اس مورچے تک نہ پہنچ جائیں۔

ایک مسکراہٹ امیر خان کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

''الحمدللہ'' اس نے کلمہ شکر ادا کیا۔

دشمن اس کے بچھائے جال میں پھنسے جا رہا تھا۔

امیر خان کو پہلے سے اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ دشمن فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔ وہ سمجھتا تھا کہ ان غیر ملکیوں کی زندگیاں بھارتی فوج کے نزدیک کتنی اہمیت کی حامل ہیں اور بھارتی فوج حملہ ہوتے ہی ان لوگوں کو محفوظ مقام پر پہنچانے کی کوشش کرے گی۔

شاید بھارتی فوج نے مجاہدین کے حملے کی شدت کو محسوس کر لیا تھا کیونکہ اس حملے میں اردگرد کے علاقوں سے مجاہدین نے اکٹھے ہو کر ایک لشکر کی صورت حملہ کیا تھا اور بھارتی فوج کے نزدیک یہ ''بہت بڑا'' حملہ رہا ہوگا ورنہ تو وہ بھی جانتے تھے کہ مجاہدین پانچ دس کی ٹولی میں رات کے اندھیرے میں شب خون مارتے ہیں اور صبح ہونے سے پہلے غائب ہو جاتے ہیں۔

لیکن.....!

آج حملہ آوروں کی تعداد پچاس سے زیادہ ہی رہی ہوگی اور بھارتی فوج اس علاقے کی تازہ مورچہ بندیوں پر مجاہدین کے حملے کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔

O

امیر خان کے تین ساتھی بڑی بے چینی سے اپنے شکار کے منتظر تھے۔ انہوں نے پہاڑی ڈھلان سے نیچے آنے والی سڑک کے جس مورکو اپنا ٹھکانہ بنایا تھا اس کا گمان بھی دشمن کو نہیں گزر سکتا تھا۔

خدا خدا کر کے ان کی مراد پوری ہوئی اور انہیں بھارتی فوج کو ایک جیپ اس طرف آتی دکھائی دی۔ جیسے ہی جیپ نے پہاڑی کا ایک موڑ کاٹا' گھات میں لگے مجاہدین نے کٹا ہوا درخت سامنے گرا دیا۔

ہیڈ لائٹس کی روشنی میں جیپ ڈرائیور نے جب راستہ بند دیکھا تو گھبراہٹ میں بریک لگائی لیکن جیپ درخت سے ٹکرا کر الٹ گئی۔ اس سے پہلے کہ جیپ کے سوار اس میں سے نکل

پاتے' موت کے فرشتوں کی طرح مجاہدین ان کے سروں پر مسلط تھے۔ جیپ کا ڈرائیور اور اس کا ساتھی بھارتی فوج کے افسر تھے جب کہ پچھلی سیٹ پر دو غیر ملکی شب خوابی کے لباس میں بوکھلائے بیٹھے تھے۔

جیپ کو وہیں چھوڑ کر مجاہدین چاروں کو اپنی حراست میں لئے پہاڑی سے ملحقہ جنگل میں غائب ہو گئے۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی انہوں نے چاروں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر ان کو دو گروپوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

دونوں بھارتی افسروں کو اس جنگل میں پہلے سے منتظر ان کے ساتھی ایک طرف لے گئے تھے جب کہ دونوں غیر ملکیوں کو مجاہدین کا ایک اور گروپ اپنے ساتھ لے گیا۔

جنگل میں داخل ہوتے ہی انہوں نے اپنے پاس موجود وائرلیس سیٹ کے ذریعے شاید حملہ آور مجاہدین کو اپنے مشن میں کامیابی کی اطلاع دے دی تھی کیونکہ اب فائرنگ میں کمی ہونے لگی تھی۔ جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ مجاہدین پسپائی اختیار کر رہے ہیں۔

صبح کا اجالا ہونے سے پہلے پہلے وہ سب لوگ اپنا کام مکمل کر کے قیدیوں سمیت یہاں سے میلوں دور غائب ہو چکے تھے۔

O

اگلے دن علی الصبح بھارتی فوج کے ٹرکوں نے نزدیکی دیہاتوں کو گھیر لیا.....!

بے گناہ اور بے بس بوڑھوں' بچوں اور عورتوں پر وہ قہر برساتے رہے۔ ان کے خیموں کو سنگینوں سے چھیدتے ہوئے بھارتی فوج کے درندے بار بار ان سے مجاہدین کے ٹھکانے دریافت کر رہے تھے لیکن جواب میں سوائے خاموشی کے اور کچھ سننے کو نہیں ملا تھا۔

وہ دیوانہ وار بے بسوں کو تشدد کا نشانہ بنا رہے تھے۔ وہ غیر ملکی کے اغواء اور اس خوف سے ان کا انتہائی خفیہ منصوبہ طشت از بام ہونے جا رہا تھا انہیں باؤلا کر دیا تھا۔

دوپہر گئے تک اپنے مقصد میں ناکامی کے بعد انہوں نے تین نوجوانوں کو گولیاں مار کر شہید کر دیا۔ پانچ بچیوں اور گاؤں کے دس پندرہ نوجوانوں اور بوڑھوں کو اکٹھا کر کے لے گئے اور دو نزدیکی دیہاتوں پر پٹرول چھڑک کر لکڑی کے مکانوں کو نذر آتش کر دیا۔

O

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

دونوں غیر ملکی قیدیوں کو مجاہدین اپنے مرکز میں لے آئے تھے۔ دونوں کی آنکھوں سے پٹیاں اتار دی گئیں تو انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ اندھے ہو گئے ہوں کیونکہ ان کے اندازے کے مطابق گزشتہ تین گھنٹے سے وہ مسلسل حالت سفر میں تھے۔ اس درمیان کبھی پیدل' کبھی خچر کی پیٹھ پر' کبھی کسی مجاہد کی پیٹھ پر اور کبھی کسی گاڑی میں انہوں ن ے سفر طے کیا تھا۔

دونوں کو نارمل ہونے میں دو تین منٹ لگے تھے۔

''کون ہو تم لوگ؟ ہمیں یہاں کیوں لایا گیا ہے.....؟''

ان کی آنکھیں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو ان میں سے ایک نے انگریزی زبان میں سوال کیا۔

''میرا نام کمانڈر مختار ہے..... ہمارا تعلق کشمیر کی تحریک آزادی سے ہے اور ہم تمہیں گرفتار کر کے لائے ہیں کیونکہ تم ہمارے دشمن فوجیوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگ لڑ رہے تھے۔''

ان کے سامنے کھڑے لمبے تڑنگے کشمیری مجاہد نے جواب دیا۔

''لیکن ہم نے تمہارے خلاف جنگ نہیں کی.....'' اس شخص نے جواب دیا۔

''یہ تو تمہارا بیان ہے جب کہ ہماری اطلاعات مختلف ہیں۔ ہم نے تمہارے ساتھ دشمن کے دو افسروں کو بھی گرفتار کیا ہے جن کی مدد سے تم فرار ہو رہے تھے..... جواب ملا۔

''دیکھو ہم انجینئر ہیں..... ہمارا کسی فوج یا لڑائی وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر تم ہمیں گرفتار کرو گے تو یہ بین الاقوامی انسانی قوانین کی خلاف ورزی بھی ہو گی۔ ہمارا تعلق بھارت یا بھارت کی فوج سے نہیں ہے۔''

''میرے خیال میں آپ دونوں اپنا تعارف کروا دیں تو ہم بات آگے بڑھائیں۔''

میرا نام جیکسن اور میرے ساتھی کا نام ارنی ہے۔''

اس مرتبہ جواب دوسرے غیر ملکی نے دیا تھا۔

''آپ کا تعلق کس ملک سے ہے اور آپ یہاں کیا کر رہے تھے؟''

کمانڈر مختار بڑے احترام سے دریافت کیا۔

''ہمارا تعلق سویڈن سے ہے ہم ایک باہمی معاہدے کے تحت بھارتی حکومت کی مدد

کے لئے آئے ہیں۔ ہم اس علاقے میں ٹیلی مواصلات نصب کرنے کے ایک منصوبے پر کام کر رہے ہیں۔'' جیکسن نے جواب دیا۔

مختار نے ایک لمحے کے لئے باری باری ان کے چہرے کی طرف دیکھا اس درمیان کمرے میں موجود باقی مجاہدین خاموشی سے اپنی جگہ جم کر بیٹھے رہے۔

''کیا آپ کو یقین ہے مسٹر جیکسن کے آپ لوگوں نے سچ بولا ہے۔''

کمانڈر مختار کے اس اچانک نفسیاتی حملے نے ایک لمحے کے لئے دونوں کو گڑبڑا کر رکھ دیا۔

''ہمیں جھوٹ بولنے کی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہم اس لڑائی کے فریق تو نہیں ہیں۔''

اس نے بظاہر سنبھل کر جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ ہمیں اپنی مکمل تفصیلات مہیا کیجئے۔ ہم اپنے ذرائع سے آپ کے بیانات کی تصدیق کریں گے اگر واقعی آپ کا تعلق سویڈن سے ہے تو ہم سویڈن حکومت سے آپ کی رہائی کے لئے بات کریں گے.....'' کمانڈر مختار نے جواب دیا۔

''دیکھو جنٹل مین! ہم سویلین لوگ ہیں اور ہمیں تنگ کرنا آپ کو زیب نہیں دیتا۔''

اس مرتبہ ارنی نے بڑے نرم لہجے میں اس سے کہا تھا۔

اس درمیان دو مجاہد ان کے لئے پر تکلف ناشتہ لے کر اندر داخل ہوئے تھے۔

''مجھے افسوس ہے آپ کو زحمت اٹھانا پڑی اور ناشتے کے لئے کچھ دیر ہو گئی۔ آپ اپنی پسند کے کھانوں سے ہمیں آگاہ کر دیجئے ہم کوشش کریں گے کہ آپ کی مرضی کے مطابق آپ کی خدمت کر سکیں۔ مجھے افسوس ہے آپ کو زحمت اٹھا پڑی لیکن اس کے ذمہ دار ہم نہیں بھارتی فوج ہے..... مجھے معذرت کے ساتھ آپ لوگوں کو بتانا ہے کہ جب تک تصدیق نہ ہو جائے کہ آپ واقعی وہی ہیں جو خود کو بتا رہے ہیں تب تک ہم آپ کو کوئی ضمانت نہیں دے سکتے..... آپ لوگوں کی صحیح شناخت کے بعد ہی کوئی بات کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے.....''

کمانڈر مختار نے ان کی توقع سے بڑھ کر بے نیازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ابھی تک وہ ان کے ساتھ بڑا شریفانہ برتاؤ کر رہے تھے۔

''لیکن یہ غلط بات ہے..... آپ غلطی کر رہے ہیں.....'' جیکسن کا لہجہ خاصا تلخ ہو گیا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

تھا۔ وہ غصے میں دکھائی دے رہا تھا۔

''ہم اپنے کسی بھی عمل کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس کے لئے کسی اور کو ذمہ دار نہیں ٹھہراتے لیکن مسٹر جیکسن یا آپ جو کوئی بھی ہیں اس بات کا خیال رکھئے کہ آپ کم از کم اس پوزیشن میں ابھی نہیں آئے کہ ہمارے کسی اقدام کے غلط یا صحیح ہونے کا فیصلہ کر سکیں۔ میرے خیال سے آپ خود کو نارمل رکھیں یہی آپ کے لئے بہتر ہے۔ دوسری صورت میں نقصان آپ ہی کا ہوگا۔ فی الحال آپ ناشتہ کریں آرام فرمائیں پھر ملاقات ہوگی۔''

اتنا کہہ کر وہ باہر نکل آیا۔

باقی مجاہد بھی اس کے تعاقب میں باہر آ گئے تھے۔ دونوں غیر ملکیوں نے اس کے ساتھ ہی دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔

دونوں کمرے میں اکیلے رہ گئے تھے جہاں انکی آنکھیں کھولی گئی تھیں۔ لکڑی بنا ہوا روایتی کمرہ تھا جس میں دو پلنگ دو کرسیاں ایک میز رکھی گئی تھی اور ایک کونے میں..... لیمپ رکھا ہوا تھا۔

دونوں ہونقوں کی طرح ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے پھر کچھ سوچتے ہوئے دونوں نے ناشتہ زہر مار کرنا شروع کر دیا۔

ناشتہ ان کی توقع سے بڑھ کر پر تکلف تھا۔ یوں بھی مسلسل بھاگ دوڑ نے انہیں تھکا دیا تھا اور اب وہ بھوک بھی محسوس کرنے لگے تھے۔

اس بات کا علم تو دونوں کو ہی تھا کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے اور جلد یا بدیر مجاہدین کو اس بات کا علم ہو جائے گا۔ اس کے بعد یہ لوگ ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔

فی الوقت دونوں اسی سوچ میں غلطاں تھے.....!!

O

''میرے خیال میں ہمیں سچ بتانا چاہئے تھا۔ کم از کم ہم اپنی قومیت صحیح بتاتے غلط بتانے سے ان لوگوں نے ہمیں رہا تو نہیں کر دیا..... ظاہر ہے یہ اپنی شرائط تسلیم کروائے بغیر ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔''

ان میں سے ایک جس نے اپنا نام ارنی بتایا تھا بولا۔

''میرا خیال تھا شاید ان لوگوں نے غلطی سے ہمیں پکڑ لیا ہے کیونکہ یہ غیر ملکیوں کو تنگ نہیں کرتے اس لئے ممکن ہے ہمیں رہا کر دیتے۔ لیکن.....'' جیکسن نے نامکمل بات کہہ کر اپنے ساتھ کی طرف دیکھا۔

''میرے خیال سے بجائے اس کے کہ یہ لوگ خود ہماری اصلیت کا پتہ چلائیں ہمیں خود ہی انہیں سب کچھ بتا دینا چاہئے۔ اسطرح ممکن ہے ان کا رویہ ہمارے متعلق کچھ نرم ہو جائے۔ جہاں تک بھارتی فوج کا تعلق ہے میں نہیں سمجھتا کہ یہ لوگ ہمیں ان کے شکنجے سے رہائی دلا سکیں۔ تم خود اندازہ لگا سکتے ہو کہ انہوں نے کیسی مضبوط مورچہ بندیوں میں سے ہمیں اغواء کیا ہے.....'' ارنی بولا۔

''ہاں! بڑے مضبوط لوگ ہیں اور بڑے منضبط بھی۔ ان کا جال دور اندر تک پھیلا ہوا ہے۔ معلوم نہیں ہم بھارتی علاقے میں ہیں یا پاکستانی علاقے میں۔ بہت ہوشیار معلوم ہوتے ہیں.....'' جیکسن نے کہا۔

دونوں دیر تک اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے بالآخر وہ اس فیصلے پر مطمئن ہو کر چارپائیوں پر ڈھیر ہو گئے کہ وہ مجاہدین آزادی کشمیر کو اپنے متعلق سچ سچ بتا دیں گے لیکن اس بات کا انہوں نے عہد کر رکھا تھا کہ اپنے کام کی اصلیت چھپانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ کتنی دیر تک سوئے رہے کیونکہ یہاں وقت کا صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔ انہیں بند رکھا گیا تھا دروازہ کھلنے پر بھی سامنے حد نگاہ تک پہاڑ اور جنگل ہی دکھائی دیتے تھے۔ اس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

دونوں کی آنکھ دروازے کی آہٹ ہونے سے کھلی تھی۔ اس مرتبہ دو مجاہد اندر داخل ہوئے جن کے ہاتھوں میں ان کے روزمرہ استعمال کی چیزیں اور کپڑے پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہ چیزیں ان کے سامنے رکھ دیں اور چپ چاپ واپس لوٹ گئے شاید وہ انگریزی زبان نہیں سمجھتے تھے۔

دروازہ کھلا رہا.....!!

ان کی آنکھوں کے سامنے مسلح مجاہدین گھوم رہے تھے۔ شاید یہ ان کا کوئی خفیہ ٹھکانہ تھا جہاں انہیں لایا گیا تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

دونوں نے مجاہدین کے فراہم کردہ کپڑے تبدیل کئے۔ تھوڑی دیر بعد ان کے لئے کھانا اور چائے مہیا کی گئی۔ اس درمیان ان کے لاکھ متوجہ کرنے پر بھی کسی نے ان کے ساتھ بات نہیں کی۔

جتنی دیر وہ کھانا کھاتے رہے وہ مستعد مجاہد ان کی ''خدمت'' کے لئے ان کے پاس موجود رہے۔ کھانے سے فراغت کے بعد جب وہ خالی برتن لے کر واپس لوتے تو انہوں نے کمانڈر مختار کو اپنی طرف آتے دیکھا اس مرتبہ کمانڈر مختار کے ساتھ دو اور نوجوان تھے دونوں کو ان کے غیر کشمیری ہونے پر شک گزرا پھر یقین بھی آنے لگا۔

''مجھے امید ہے آپ کو میرے ساتھیوں کی طرف سے ہر ممکن سہولت جو ہمارے اختیار میں ہے پہنچائی جارہی ہے لیکن میں درخواست کروں گا کہ براہ کرم یہاں سے فرار ہونے کا تصور بھی نہ کیجئے۔ اول تو ہمارا ہی کوئی ساتھی آپ کو مار ڈالے گا یا پھر آپ زیادہ خوش قسمت ہوئے تو کوئی جانور آپ کو چیر پھاڑ ڈالے گا۔ میں آپ کو دھوکے میں رکھنا نہیں چاہتا۔ کل تک آپ کے بیانات کی تصدیق ہمارے ذرائع سے ہونے کے بعد ہی آپ لوگوں کے مستقبل کے بارے میں بتاسکیں گے۔''

اس نے بڑے اطمینان سے کہا۔

''مجھے آپ سے یہ کہنا تھا کہ.....'' جیکسن نے اس کی بات کے خاتمے پر کچھ کہنا چاہا پھر رک گیا۔

''دراصل ہم نے گھبراہٹ اور خوف کے تحت آپ کو اصلیت نہیں بتائی۔'' اس کے ساتھی ارنی نے اس کی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا.....! ہمارا تعلق اسرائیل سے ہے۔ ہم دونوں انجینئر ہیں۔ ہمارے اصلی نام یہی ہیں جو آپ کو بتائے گئے۔ ہمارا تعلق اسرائیل کی ایک الیکٹریکل کمپنی سے ہے اور ہم باہمی خفیہ معاہدے کے تحت بھارت کی مدد کررہے ہیں۔''

''آپ لوگ یہاں کیا کام کررہے ہیں.....؟'' کمانڈر مختار کے ایک ساتھی نے پوچھا۔

''ہم یہاں ٹیلی کمیونی کیشن کا جال بچھا رہے ہیں.....'' جواب ملا۔

''لیکن یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں جس کے ذریعے بھارتی حکومت کا اتنا خفیہ طریقہ

اختیار کرنا پڑھے.....ان کے اپنے انجینئر اور معاہدے موجود ہیں.....'' کمانڈر مختار کے دوسرے ساتھی نے جواب دیا۔

''اس سوال کا جواب ہم تو نہیں دے سکتے یہ تو ہماری حکومت ہی دے گی.....'' ارنی نے کہا۔

''مسٹر ارنی یا آپ جو کوئی بھی ہیں۔ اس بات کا اندازہ آپ کو ہو چکا ہوگا کہ ہم بے وقوف نہیں ہیں.....'' مختار کے پہلے ساتھی نے دوبارہ کہا۔

پندرہ بیس منٹ کی گفتگو کے بعد دونوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس بات کا اقرار کیا کہ انہیں ''موساد'' کی طرف سے خصوصی مشن پر ''را'' کی مدد کے لئے بھیجا گیا ہے اور وہ لوگ پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کہوٹہ کی تباہی (خاکم بدہن) کے لئے یہاں ایک مشترکہ منصوبے پر کام کر رہے ہیں۔

''یہ حسرت لے کر نجانے کتنے اس دنیا سے اٹھ گئے۔ کتنے اٹھنے والے ہیں۔''

کمانڈر مختار کا خون غصے سے کھولنے لگا تھا۔

اس کے ہمراہیوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے نارمل رہنے کی استدعا کی تھی۔

دشمن مشترکہ حکمت عملی کے ساتھ میدان عمل میں اترا تھا۔ انہیں بیک وقت کئی محاذوں پر لڑنا تھا۔ اپنی بقا اور سالمیت کی جنگ!

☆☆☆

Scanned by iqbalmt